پاکستان دہلیزِ انقلاب پر

شہباز احمد چشتی

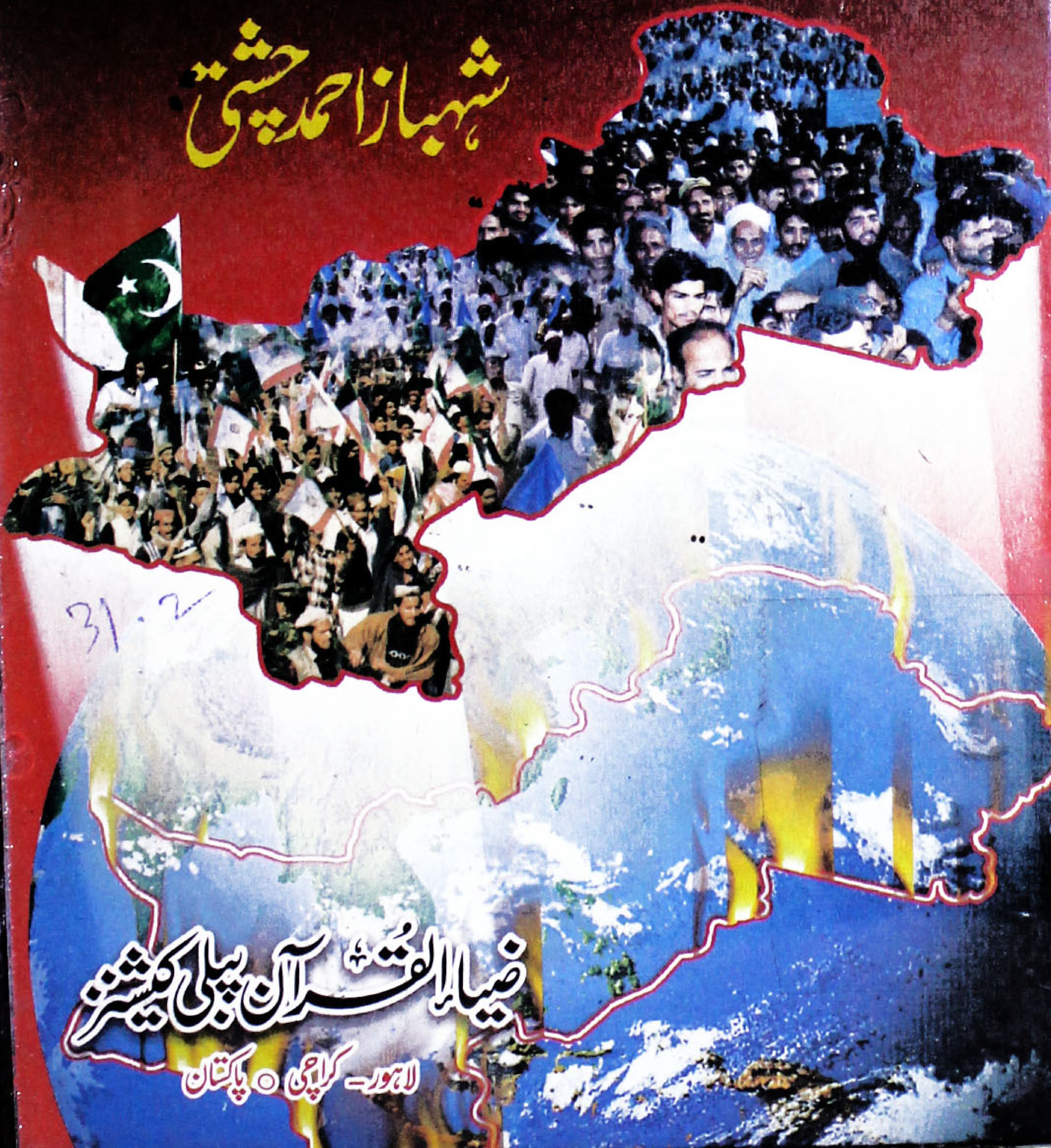

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی ○ پاکستان

پاکستان دہلیزِ انقلاب پر

Marfat.com

Marfat.com

پاکستان دہلیزِ انقلاب پر

مصنف

شہباز احمد چشتی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور — کراچی — پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

84975

نام کتاب	پاکستان دہلیز انقلاب پر
مصنف	شہباز احمد چشتی
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
تاریخ اشاعت	جولائی 2002ء
تعداد	پانچ سو
کمپیوٹر کوڈ	1Z334
قیمت	[redacted] روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

فیکس:۔ 042-7238010

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔ 021-2210212-2212011-2630411

e-mail:- zquran@brain.net.pk

Website:- www.ziaulquran.com

Marfat.com

انتساب

ان مردان پاکباز کے نام جنھوں نے اسلام کی انقلابی آفاقی فکر کے فروغ کے لیے تقریر وتحریر، وعظ وتبلیغ اور تنظیم وتحریک کے ذریعے پیغام اجل تک اپنی مساعی جاری رکھی۔

اور

پھر اس شخص کے نام جو سرزمین پاکستان سے ظالمانہ اور استحصالی نظام ختم کر کے حقیقی محمدی انقلاب عملاً برپا کرے گا نیز اس انقلاب کو مسلم امہ کی نشاۃ ثانیہ کی اساس بنا کر امت کی عظمت رفتہ کی بحالی کا بیڑا اٹھائے گا۔

Marfat.com

عشق رسالت ﷺ سے سرشار قلمکار

اگر تحریروں کی روشنی میں کسی شخصیت کی خاکہ نگاری ممکن ہے تو میں بلا خوف تردید اس کتاب کے مصنف جناب شہباز احمد چشتی کو ایک راست فکر اور عشق رسول ﷺ سے سرشار مرد قلندر قرار دے سکتا ہوں کیونکہ میری ان سے رودررو ملاقات تو صرف ایک ہے اور وہ بھی اتنی مختصر کہ اگر میں اس کے تاثرات بیان کرنا چاہوں تو کامیاب نہیں ہو سکتا لیکن ان کی تحریروں سے ان کی شخصیت کا جو ہیولیٰ ابھرتا ہے وہ اسی قسم کا ہے۔

اگرچہ یہ تحریریں کسی خاص ترتیب اور منظم انداز میں نہیں لکھی گئیں بلکہ وقتاً فوقتاً حالات اور واقعات نے مصنف کے دل و دماغ میں ہلچل پیدا کی اور انھوں نے قلم برداشتہ اپنے مافی الضمیر کا اظہار کیا لیکن ان کی حیثیت مستقل اور ہر دور کے قاری کے لیے دلچسپی اور دلکشی کا باعث ہے کیونکہ ان میں امریکہ کے عالمی معیار، امریکہ میں دوقومی نظریئے کی بازگشت، بھارت کی اندرونی شکست و ریخت، پاکستان کی داخلی، سیاسی و سماجی صورتحال اور مختلف سیاسی جماعتوں، مذہبی شخصیات اور حکمرانوں کے مالہ و ماعلیہ کا تفصیل سے احاطہ کر کے حال اور مستقبل کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

شہباز احمد چشتی کی تحریروں میں زبان و بیان کی چاشنی بھی ہے، درد دل اور سوز نہاں بھی اور قومی حالات پر امید و رجا کی ملی جلی کیفیت بھی نظر آتی ہے۔ مصنف نے جو دیکھا، جس طرح سمجھا اور حالات و واقعات سے جو نتائج اخذ کیے انھیں بلا کم و کاست اپنی تحریروں میں سمو دیا۔ اسلام و پاکستان کی محبت کے علاوہ ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے وارفتگی ان کی فکر کا بنیادی جوہر ہے۔ اور ان کی سوچ دل و دماغ کی یکجائی کا مظہر ہے جس سے کوئی

Marfat.com

متوازن اور غیر معمولی انسان ہی بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ کیونکہ دل و دماغ عموماً دو متوازی دھاروں کے ساتھ رواں دواں رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں مزید اچھا لکھنے اور ملک وقوم کی اپنی تحریروں کے ذریعے خدمات کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میرا خیال ہے کہ یہ کتاب قارئین کی فکر کو جلا اور عمل کو جولانی عطا کرے گی اور غالباً یہی مصنف کا منشا مقصود ہے۔

ارشاد احمد عارف

ڈپٹی ایڈیٹر روزنامہ نوائے وقت لاہور

سرائے درویش

230۔سی، مرغزار آفیسرز کالونی ملتان روڈ لاہور

Marfat.com

فکری اثاثے سے مالا مال نوجوان

شہباز احمد چشتی نوجوان تازہ فکر اور راست سمت میں طبع آزمائی کرنے والے نوجوان فلکار ہیں۔ میں نے ان کے کالموں کا جستہ جستہ مطالعہ کیا ہے اور ان کی قوت فکر اور وسعت نظر سے متاثر ہوا ہوں۔ پاکستان میں بدقسمتی سے ''کالم'' کا مثبت سے زیادہ منفی استعمال ہو رہا ہے اور بیشتر کالم نویس محض اس لیے میدان صحافت کے شہسوار بنے ہوئے ہیں کہ وہ نئے نئے سنسنی خیز انکشافات سے قارئین کو چونکائیں یا پھر انھیں انتشار ذہنی کا شکار کریں۔

شہباز احمد اس قباحت کا متحمل نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ ایسے فکری اثاثہ سے مالا مال ہیں جو انھیں کبھی بھٹکنے نہیں دے گا۔ حضرت ضیاء الامت'' کے فیض یافتہ نوجوان جنھوں نے آپ'' سے اکتساب کیا پاکستان میں کیا دنیا میں جہاں کہیں بھی ہیں۔ مثل آفتاب اپنی قوم کو فکری توانائیوں سے مالا مال دیکھنا چاہتے ہے۔ ان نوجوان کے اذہان جس سانچے میں ڈھل چکے ہیں اور انھیں جو تربیت مل چکی ہے اس کے بعد ان کی راست فکری میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔

شہباز احمد چشتی نے جتنا بھی لکھا خوب لکھا، ملکی مسائل اور بین الاقوامی صورتحال پر ان کی نظر ہے اور مثبت انداز میں لکھتے ہوئے وہ اپنی جگہ بنا رہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

طارق اسماعیل ساگر

میگزین ایڈیٹر روزنامہ جنگ لاہور

اپریل ۲۰۰۱ء لاہور

Marfat.com

اسلام اور پاکستان کا شیدائی

اخبارات کے مطالعے میں بالعموم خبریت کا پہلو ہی پیش نظر رکھا جاتا ہے ان کے ادارتی صفحات عام توجہ سے محروم رہتے ہیں۔ تاہم گذشتہ کچھ عرصہ سے اس رجحان میں غیر معمولی تبدیلی آئی ہے اور اخباری کالم اور مضامین عام مجالس میں زیر بحث آنے لگے ہیں۔ اس رجحان کو دیکھتے ہوئے بہت سے لوگ رائے رکھتے ہیں کہ آج کے دور میں ابلاغ کا سب سے موثر ذریعہ کالم نگاری ہی ہے۔ پچھلے کچھ عرصہ میں چونکہ اخبارات کی تعداد میں بھی اضافہ بھی ہوا ہے۔ اس لیے نئے لکھنے والوں کی تعداد بھی بڑھی ہے۔ میں اس کو ایک حوصلہ افزاء بات سمجھتا ہوں کہ کالم نگاروں کی اس کھیپ میں نئے پڑھے لکھے نوجوان قلم کار بڑی تعداد میں موجود ہیں اور ان میں سے کئی کالم نگاروں نے قومی سطح پر اپنی پہچان کروائی ہے۔

چونکہ اخباری کالم بالعموم روزمرہ کے واقعات پر تبصرہ ہوتا ہے۔ اس لیے یہ سوال اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے کہ انھیں کتابی صورت میں شائع کیا جانا چاہیے یا نہیں؟ میرے نزدیک اس سوال کا جواب دو باتوں پر منحصر ہے۔ ایک تو یہ کہ لکھنے والا کیا روزمرہ کے امور کو زندگی کی کسی مجموعی تعبیر کے تناظر میں دیکھنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ جو ماہ و سال سے ماورا ہے اور ہماری زندگی میں پیش آنے والے سیاسی معاشی اور معاشرتی معاملات اس کے جاری و ساری ہونے کا استعارہ ہیں۔ دوسری یہ کہ قلم کار کا اسلوب اپنے اندر زبان بیان کی وہ ندرتیں اور لطافتیں رکھتا ہے جو جس سے ایک پڑھنے والا کس وقت بھی حظ اٹھا سکتا ہے۔

برادرم شہباز احمد چشتی کی تحریریں اس معیار پر کتنا پورا اترتی ہیں۔ اس کا صحیح فیصلہ تو آپ خود کریں گے۔ جب اس کے مطالعہ سے گزریں گے۔ تاہم میں ایک بات کی تائید کرتا ہوں شہباز احمد چشتی کی تحریر اسلام اور پاکستان کے اردگرد ہی گھومتی ہے اور یہی چیز کسی بھی قلمکار کے علمی و فکری کام نہ صرف پرانا نہیں ہونے دیتی بلکہ اس کی فکری اٹھان کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔

خورشید احمد ندیم

کالم نگار روزنامہ جنگ اسلام آباد

Marfat.com

تعارف مصنف

معاشرہ فکر کی بنیاد پر بنتا اور اجڑتا ہے۔ جہاں فکر صائب اور رجال کار حالات سے محو پیکار ہوں وہ معاشرہ زوال پذیر نہیں ہوسکتا۔ سرد و گرم سے نبرد آزما رہنے والے رجال ہی صحتمند معاشرے کی بقاء و دوام کا باعث ہوتے ہیں۔ محترم شہباز احمد چشتی بلاشبہ ایسے فرد ہیں کہ جن کا تحرک معاشرے کے وجود کا احساس دلاتا ہے۔ کسی بھی شخصیت کی پرکھ کے لیے اس کی لوح حیات بہترین زینہ ہے۔

شہباز احمد چشتی یکم مئی ۱۹۷۳ء کو ڈنگہ (گجرات) کے نواحی گاؤں چھماں میں پیدا ہوئے جہاں ان کے والد گرامی حافظ بہاؤالحق صاحب خدمت دین کے سلسلہ میں مقیم تھے۔ بعدازیں ان کی فیملی آبائی گاؤں جاتریا کلاں نزد لالہ موسیٰ منتقل ہوگئی۔ پرائمری تک تعلیم گاؤں میں حاصل کی۔ گورنمنٹ مڈل سکول ریلوے کالونی لالہ موسیٰ میں داخلہ لیا اور پھر وہاں سے چھوڑ کر ایم اے جناح سپیریئر سائنس سیکنڈری سکول لالہ موسیٰ میں چھٹی میں داخلہ لیا مگر والد صاحب کی دین سے محبت اور لگاؤ کے باعث سکول چھوڑ کر گجرات کی معروف دینی درسگاہ دارالعلوم ضیاء القرآن بوکن شریف میں داخل ہوگئے جہاں سے مڈل اور ادیب عربی کیا بعدازیں عالم اسلام کی مصروف دانشگاہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف (سرگودھا) میں داخل ہوئے جہاں سے گریجویشن اور عالم عربی/ فاضل عربی اور دورہ حدیث تک تعلیم حاصل کی۔ بعدازیں انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے ایل ایل بی کیا انہیں آغاز تعلیم سے ہی ذوق تقریر ودیعت ہوگیا۔ بڑھتے بڑھتے یہ جنوں کی شکل اختیار کر گیا۔

بھیرہ شریف میں ان میں تقریر کے ساتھ تحریر کا جوہر بھی بحسن و خوبی نمایاں ہوا۔ تقریر، مضمون و مقالہ نویسی کے مقابلوں میں پنجاب اور ملک بھر میں پوزیشنیں حاصل کیں دوران تعلیم لالہ موسیٰ سے نکلنے والے ہفتہ روزہ ''فاتح'' میں کالم نویسی کا آغاز کیا۔ اسلام اور مسلمانوں کے مسائل کو نوک قلم سے عیاں کیا اور بعض رسائل میں مضامین لکھنا شروع کیے۔

Marfat.com

جب سوچ کو پختگی اور قلم کو جلا ملی تو راولپنڈی سے روزنامہ ''اساس'' میں کالم نگاری کا آغاز کیا اور اسلام، معیشت، تہذیب و تمدن، قانون، معاشرت، پاکستان اور عالم اسلام کے مسائل پر ایک صائب اور انقلابی قلم کے ساتھ خوب لکھا۔ اور اپنی انقلابی سوچ کے ذریعے مسائل کی گرہ کشائی کی۔

برادرم شہباز احمد چشتی سے مجھے ۱۶ سال سے رفاقت کا اعزاز حاصل ہے۔ بھیرہ شریف میں دوران تعلیم علمی، فکری موضوعات پر ارتقائی سوچ کے ساتھ مختلف موضوعات پر ہم گھنٹوں گفتگو کرتے رہتے۔ ملکی اور بین الاقوامی مسائل کے تناظر میں انقلاب اور اس کے خدوخال پر غور وخوض ہوتا۔ اب بھی یہی چیز ان میں نمایاں ہے۔ کہ ان کی گفتگو کا محور پاکستان، اسلام اور عالم اسلام ہی رہتا ہے۔

شہباز احمد چشتی ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں اللہ نے انھیں انقلابی سوچ کے ساتھ بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ وہ بیک وقت صحافی، خطیب، محقق اور مضمون نگار ہیں۔ قبل ازیں ان کی تین کتابیں کامیاب زندگی کا اسلامی تصور، تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور ضیاء الامت''، تصوف روح اسلام منظر عام پر آ کر ان کی فکری بلندی کا ثبوت فراہم کر رہی ہیں۔ جبکہ تین کتابیں عقیدہ ختم نبوت کے عقلی دلائل، پاکستان میں احتساب کا لائحہ عمل اور دانائے راز ضیاء الامت زیر طبع ہیں۔

حصول تعلیم کا شوق اس قدر فراواں نصیب ہوا ہے کہ سپر ٹیک انسٹیوٹ آف کمپیوٹر سائنسز اسلام آباد سے کمپیوٹر سائنسز میں ایڈوانس ڈپلومہ کیا اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے سیاسیات بھی کر رکھا ہے۔

وہ اس وقت سہ ماہی ضیاء الاسلام اسلام آباد کے چیف ایڈیٹر، ضیاء الاسلام ایجوکیشنل کمپلیکس لالہ موسیٰ کے ڈائریکٹر جنرل اور جامعہ مسجد حنفیہ لالہ موسیٰ کے خطیب ہیں۔

وہ کئی قومی سیمینارز میں مقالات پڑھ چکے ہیں۔ ان کے انداز تحریر کو سنجیدہ فکر طبقہ نے

Marfat.com

سراہا ہے۔ جبکہ ان کا منفرد انداز خطابت بھی لوگوں سے داد تحسین حاصل کر چکا ہے۔

المختصر علامہ شہباز احمد چشتی اپنی ذات میں ایک تحریک اور ادارہ ہیں۔ خداداد صلاحیتیں موتیوں کی طرح ان کی شخصیت کو جگمگا رہی ہیں بالفاظ دیگر وہ اپنی بلند فکر صائب اور انقلابی سوچ کے ساتھ نئی نسل کے حقیقی نمائندہ ہیں۔

حافظ نقیب احمد چشتی ایڈیٹر آواز اہلسنت (لاہور)

مینیجنگ ایڈیٹر ضیاء الاسلام (اسلام آباد)

Marfat.com

پیش لفظ

زیر نظر کتاب دراصل میرے ان کالموں کا مجموعہ ہے جو میں نے روزنامہ اساس راولپنڈی میں ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء سے ۲۰۰۱ء تک مختلف مواقع پر لکھے ہیں۔ یہ کالم کوئی پیشہ ورانہ انداز میں نہیں لکھے گئے بلکہ یہ تو معاشرے کے کرب کو محسوس کرنے والے ایک دردمند پاکستانی کے قلبی جذبات کا اظہار ہے مجھے اس بات کا شدید احساس ہے کہ میں مستقل صحافی ہوں نہ صحافت میرا پیشہ ہے اور یہ کالم تو۔

نغمہ کجا، من کجا ساز سخن بہانہ ایست   سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

میرے کالموں کا یہ مجموعہ حقیقت میں دین کی انقلابی فکر کے فروغ کے سلسلے کی ایک کڑی ہے میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ میں تقریر وتحریر کے ذریعے اسلام کا انقلابی آفاقی پیغام موثر انداز میں لوگوں تک پہنچا سکوں۔ میں اگر دور طالب علمی میں علمی وفکری، تنظیمی و تحریکی اور صحافتی ورفاہی سطح پر بھرپور خدمات سرانجام دے رہا ہوں تو یہ محض اللہ پاک کا فضل اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ شفقت کا نتیجہ ہے لہذا اس کتاب کی طباعت کے موقع پر میں اپنے رب کریم جل مجدہٗ کے حضور کروڑہا ہدیہ تشکر وامتنان پیش کرتا ہوں جس ذات نے عملاً گنہگار، ذہناً معتدل، طبعاً سست طفل مکتب سے اپنے دین حنیف کی خدمت کا کام لے رہی ہے پھر اپنے آقا حضور تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں بھی ارمغان عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی نسبت و غلامی میری سعادت دارین کا ذریعہ ہے ''آبروئے ماز نام مصطفیٰ است'' میں اپنے مرشد کریم حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب آستانہ عالیہ بھیرہ شریف کا بھی مشکور وممنون ہوں جن کی ہر مرحلہ پر شفقت ومحبت میرے حوصلوں کو جلا بخشتی رہی اور میں عظیم مصنف اور افسانہ نگار جناب طارق اسماعیل ساگر کا بطور خاص مشکور وممنون ہوں جنھوں نے نہ صرف اس کتاب کے مسودے کو پڑھا بلکہ ازراہ محبت اس کی تقریظ بھی خوب لکھی اور محترم اور جناب سید ارشاد احمد عارف کا شکریہ ادا

Marfat.com

کرنے کے لیے میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جو ان کی شایان شان ہوں اصل بات تو یہ ہے کہ ایک دانشور سید ذارے کے قلم سے ایک طفل مکتب کی حوصلہ افزائی میرے لیے بہت بڑا قیمتی اثاثہ ہے جس پر میں انکا بہت زیادہ ممنون ہوں اور میں اگر اپنے مشفق دوست اور مہربان بھائی جناب محترم خورشید احمد ندیم کا شکریہ ادا نہ کروں تو احسان فراموشی ہوگی کیونکہ یہ جناب خورشید احمد ندیم کی محبت کا ہی نتیجہ ہے کہ یہ کالم روزنامہ ''اساس'' کی زینت بنتے رہے انھوں نے ہر مرحلہ پر انگنت محبتوں کا اظہار کیا ان سے اسلام کے انقلابی اور فکری موضوعات پر گھنٹوں گفتگو جاری رہتی ہے ان کی گفتگو ہمیشہ دلائل سے مزین ہوتی ہے یقیناً محترم جناب طارق اسماعیل ساگر محترم جناب سید ارشاد احمد عارف اور محترم خورشید احمد ندیم جیسے صاحبان فکر پاکستانی قوم کا عظیم سرمایہ ہیں۔

اور میں بطور خاص جگر گوشہ ضیاء الامت جناب الحاج صاحبزادہ حفیظ البرکات شاہ صاحب کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے کمال شفقت سے اس کتاب کی طباعت کا بیڑا اٹھایا اللہ پاک انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ان کالموں کی تیاری میں مجھے کئی کتابیں رسالے اور اخبارات کھنگالنا پڑتی تھیں میں نے کئی راتیں ان کی تیاری میں صرف کیں۔اور کئی کالم ہیں جو دوران سفر لکھے ہیں اور میں ان دوستوں کی محبت کو بھی کبھی نہیں بھول سکتا جو ان کالموں کی تیاری کے لیے مجھے ہمت و حوصلہ فراہم کرتی رہی جس میں میرے پرانے رفیق کار نوجوان صحافی اور ادیب جناب حافظ نقیب احمد چشتی بھی شامل ہیں جن سے ہر مرحلہ پر مشاورت صائب فکری کا باعث رہی میں ان کا ممنون ہوں کہ انھوں نے میرے ہر کالم کو سراہا بھی اور تعارف مصنف بھی لکھا۔ان کے علاوہ اسلام آباد سے جناب غلام محی الدین مدنی، جناب محمد اسلم الوری اور جناب ناصر میر کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے نہ صرف ان کالموں کو سراہا بلکہ راست سمت کی طرف راہنمائی بھی کی۔اور بھیرہ شریف سے جناب محمد نور الحسن ضیاء جناب مہر حیات حیدری اور جناب سعید احمد شاد کی محبت کا بھی ممنون ہوں ان کے علاوہ کئی دوست

Marfat.com

اورمہربان ہیں جنھوں نے اس راہ میں میرے ساتھ اخلاقی اور جذباتی محبت کا تعاون کیا اللہ کریم ان سب دوستوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

خاک راہ طیبہ

شہباز احمد چشتی

چیف ایڈیٹر

سہ ماہی ضیاءالاسلام (اسلام آباد)

خادم

تحریک ضیاءالاسلام پاکستان

Marfat.com

سیاسیات

- ☆ نظام نہ بدلا تو خونی انقلاب آئے گا۔
- ☆ جمہوریت کی بحالی ہی نہیں نظام کی تبدیلی
- ☆ بے لگام بیوروکریسی کی تربیت
- ☆ المناک سیاسی حادثے
- ☆ مسلم لیگ کی باکردار نائب قیادت
- ☆ بلدیاتی انتخابات کی اندرونِ خانہ کہانی، حقائق کی زبانی
- ☆ غریب قوم کا امیرانہ جشن
- ☆ چمن بچاؤ، غمِ آشیاں کا وقت نہیں
- ☆ ڈنگ ٹپاؤ پالیسی یا مستقل اصلاحی ایجنڈا
- ☆ عظیم تر پاکستان ایک ادھورا خواب
- ☆ پاکستان غیرت مند قیادت کا منتظر
- ☆ Unique System of the Govt

Marfat.com

نظام نہ بدلا تو خونی انقلاب آئے گا

یہ صرف خطاب وعظ یا پیکج ہی نہیں تھا بلکہ تاریخی حقیقت ہے کہ آپ نے اپنے دور خلافت کے اڑھائی سال میں کرپشن لاقانونیت بددیانتی' معاشی استحصال اور افراتفری کا اس طرح خاتمہ کیا کہ اسلامی ریاست دنیا میں ڈسپلن اور اعلیٰ میرٹ کا نمونہ پیش کر رہی تھی۔ اس اسلامی ریاست کا رقبہ پاکستان کی طرح سات لاکھ چھیانوے ہزار چھیانوے (7.96096) نہیں تھا۔ بلکہ اس کا رقبہ خراستان سے لیکر فرانس کے ساحلوں تک تین براعظموں پر پھیلا ہوا تھا۔ چنانچہ جب 119 ھجری میں بنوامیہ کے بعض دنیا پرست لوگوں نے آپ کو کھانے میں زہر ملا کر شہید کر دیا تو اسلامی ریاست میں معاشی استحکام اور معاشرتی اعتدال کا یہ عالم تھا کہ عامل گلیوں میں صدا لگاتا لیکن کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔

Marfat.com

فوجی حکومت کی طبعی عمر کے پہلے پانچ ماہ مکمل ہونے والے ہیں 12 اکتوبر 1999ء کو مطلع وطن پر نئی صورت حال کے نمودار ہونے کے بعد ملک کے بعض سنجیدہ فکر حلقوں کی طرف سے فوجی قیادت کے اقدام کو سراہا گیا اس کے پس پردہ حسن ظن یہ تھا کہ وطن عزیز کی بگڑتی ہوئی صورت حال کے تناظر میں فوجی حکومت کوئی بہت بڑا کارنامہ سر انجام دے گی اور ملکی تاریخ ایک نئی مثبت سمت سے آشنا ہوگی لیکن اب فوجی حکومت سے بندھی ہوئی توقعات کی روشنی مدھم پڑتی جارہی ہے ہم جنرل پرویز مشرف اور ان کی ٹیم سے یہ سوال پوچھنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں کہ۔

یہ داغ داغ اجالا یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں

حکومت کی ہمہ جہت عدم کارکردگی کا بنیادی سبب یہ ہے کہ حکومتی ارکان کی اکثریت تجربے سے عاری اور طرز حکومت کے ضروری عناصر سے نابلد ہے کیونکہ حکومت بند کمروں میں چند فیصلے کرنے کا نام نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک سیاسی عمل ہے جس میں مستقل ردعمل اور ہر لحظہ بدلتی ہوئی ترجیحات کا ادراک ضروری ہوتا ہے۔

جنرل پرویز مشرف کی ٹیم کے اس استدلال میں کوئی وزن نہیں ہے کہ گند بہت زیادہ ہے جس کے صاف کرنے میں کافی عرصہ درکار ہے نیز نظام کی پیچیدگیاں آسانی سے دور نہیں ہوں گی۔ اگر ہم اسلامی تاریخ کا بنظر عمیق مطالعہ کریں تو یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ بنوامیہ کے دور میں جب خلافت بادشاہت میں بدل چکی تھی بنیادی جمہوری روایات کی جگہ آمرانہ سوچ نے لے لی تھی بنوامیہ کے حکمران جاگیردارانہ ذہنیت کے عادی ہو چکے تھے دور حاضر کے حکمرانوں کی طرح اقربا پروری ان کا وطیرہ بن چکا تھا ان دلخراش حالات میں

Marfat.com

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ جیسا انصاف پسند خلیفہ عنان حکومت سنبھالتا ہے اقتدار کے دوسرے دن آپ نے پہلا کام یہ کیا کہ وزیروں مشیروں اور حکومتی کارندوں کو ایوان خلافت میں ایک دعوت پر مدعو کیا شاہی خزانے پر پلنے والے لوگ خلیفہ کی دعوت کا سن کر دوڑ پڑے کھانے کے مقررہ وقت سے آٹھ دس گھنٹے لیٹ جب ڈائننگ روم کا دروازہ کھولا گیا تو بھوک کے ستائے ہوئے لوگ کھانے پر ٹوٹ پڑے لیکن اس دفعہ ان کے مزاج کے علی الرغم کھانے میں روسٹ مرغ اور مختلف الانواع مشروبات اور شراب و کباب کی بجائے گرم پانی اور ستو تھے۔ الغرض جب وہ پانی اور ستو سے پیٹ بھر چکے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے خطاب فرمایا۔

آج سے میں شاہی وظیفے بند کرنے بیت المال کو عوام کی امانت بنانے غیر ضروری ٹیکس معاف کرنے اور ہر قسم کی مالی بددیانتی وچوری بازاری کے خاتمے کا اعلان کرتا ہوں۔ (اس دور میں عوام پر ٹیکس اسقدر لگائے جاتے تھے کہ آپ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو رحمت بنا کر بھیجا تھا لگان وصول کرنے والا نہیں) بعدازاں آپ نے لوگوں کے سامنے اپنی اہلیہ کے زیور رکھ کر فرمایا ''اے بنوامیہ لوگوں کا مال واپس کر دو ورنہ میں تمہیں ذلیل ورسوا کردوں گا''۔

یہ صرف خطاب وعظ یا پیکج ہی نہیں تھا بلکہ تاریخی حقیقت ہے کہ آپ نے اپنے دور خلافت کے اڑھائی سال میں کرپشن لاقانونیت بددیانتی' معاشی استحصال اور افراتفری کا اس طرح خاتمہ کیا کہ اسلامی ریاست دنیا میں ڈسپلن اور اعلیٰ میرٹ کا نمونہ پیش کر رہی تھی۔ اس اسلامی ریاست کا رقبہ پاکستان کی طرح سات لاکھ چھیانوے ہزار چھیانوے (7.96096) نہیں تھا بلکہ اس کا رقبہ خراسان سے لیکر فرانس کے ساحلوں تک تین براعظموں پر پھیلا ہوا تھا چنانچہ جب 119 ھجری میں بنوامیہ کے بعض دنیا پرست لوگوں

Marfat.com

نے آپ کو کھانے میں زہر ملا کر شہید کر دیا تو اسلامی ریاست میں معاشی استحکام اور معاشرتی اعتدال کا یہ عالم تھا کہ عامل گلیوں میں صدا لگاتا لیکن کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔ لیکن پاکستان میں فوجی اقتدار آجانے کے باوجود کچھ جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے کتے بھی رات کو گوشت کھاتے اور دودھ پیتے ہیں یہاں صرف ایک زرداری کے گھوڑے سیب کے مربے نہیں کھاتے تھے بلکہ اب بھی ایک مکمل ''زرداری مافیا'' ہے جو انسانوں سے زیادہ کتوں اور گھوڑوں سے پیار کرتے ہیں اس اسلامی جمہوریہ میں غریبوں کے جھونپڑوں میں غربت عریاں محو رقص ہے وہ خود کھانے کے لقمے کو ترس رہے ہیں تو ان کے بچے دودھ کے گھونٹ کیلئے بلک رہے ہیں۔ ان مفلسوں و کنگالوں کے زخموں کی سرتاج عزیز نے مرہم پٹی کی اور نہ ہی شوکت عزیز ان کے لئے مسیحا ثابت ہوئے اس ملک کے کتنے ہی مفلوک الحال لوگ ہیں جو راتوں کو نیم گرم کمروں کی بجائے فٹ پاتھوں پر ٹھٹھرتے رہتے ہیں یہ تو وہ لوگ ہیں جو غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن پاکستان کی ''مڈل کلاس'' جو دال روٹی پر گزارہ کرتے ہیں ان لوگوں کا موقف یہ ہے کہ حکومت نے معاشی پیکج کے ذریعے ایک سو روپے کا ریلیف دے کر انکی غربت کا مذاق بھی اڑایا ہے اور ان کے زخموں پر نمک پاشی بھی کی ہے۔

ساری حکومتوں میں بگاڑ کا اصل سبب بیوروکریسی رہی ہے جو وطن عزیز کو دیمک کی طرح اندر ہی اندر سے کھا رہی ہے اس میں شک نہیں کہ کئی آفیسرز دیانتدار محب وطن اور حلال کا لقمہ کھانے والے ہیں۔ لیکن اکثریت ان راشی افسروں کی ہے جنہیں نظریہ پاکستان سے زیادہ پیٹ کا جہنم بجھانے کی فکر ہے خواہ اس کیلئے انہیں کئی ناجائز جتن کرنے پڑیں کرپشن میٹھے زہر کی طرح ان کے جسموں میں سرایت کر چکی ہے وہ حرام کھاتے وقت یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ کے حبیب ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''وہ گوشت جو لقمہ حرام سے بنا ہو

Marfat.com

جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا'' پاکستان میں نظام کی اصلاح کیلئے افسر شاہی کی تربیت اصلاح انتہائی ضروری ہے میں پورے شرح صدر کیساتھ لکھ رہا ہوں کہ اگر ''سیکنڈ کلاس'' حکومتی مشینری باکردار' اہل اور ذمہ داری وسنجیدگی (Urgency) کا مظاہرہ کرنے والی ہو تو فرنٹ لائن قیادت کے کسی وجہ سے بدلنے سے نظام پر کوئی اثر نہیں پڑے گا مہذب اور جمہوری ممالک میں بیوروکریسی کو عوام کا خادم سمجھا جاتا ہے لیکن اس ملک کی بے لگام بیورو کریسی عوام سے زیادہ شاہوں کی وفادار اور خدمت گزار رہی ہے۔ سرکاری اداروں میں مسلسل سیاسی مداخل (Continosly political interfearance) کی وجہ سے اس کا نظم ونسق ڈسپلن' اور کارکردگی تباہ ہو کر رہ گئی ہے بیوروکریسی کی اصلاح کیلئے ضروری ہے کہ اولاً سفارش اور اقربا پروری کا مکمل خاتمہ کر کے میرٹ کو سلیکشن کیلئے بنیاد بنایا جائے۔ ثانیاً کسی افسر یا بیوروکریٹ کا کسی سیاسی جماعت سے تعلق و رابطہ نہ ہو اس طرح بیوروکریسی کسی دباؤ یا طمع کے بغیر اپنا فریضہ خوش اسلوبی سے سرانجام دے گی ثالثاً تمام سول اور فوجی آفیسرز کی تربیت کیلئے سہ ماہی ''ریفریشر کورسز'' کا انعقاد کیا جائے جن میں اسکالرز کے لیکچرز کے ذریعے ان کی فکر اسلام اور نظریہ پاکستان سے وابستگی کو یقینی بنایا جائے اگر سر دست یہ تین کام کر دیئے جائیں تو نظام پاکستان کی بوسیدہ عمارت زمین بوس ہونے سے بچ سکتی ہے۔

فوجی حکومت سے قبل بھی قادیانیوں کی سرگرمیاں کچھ کم نہیں تھیں لیکن حکومت کی تبدیلی سے ان میں غیر معمولی تیزی آ گئی ہے سالوں سے گرد وغبار میں اٹے ہوئے بیت الحمد اب کھلنے لگے ہیں مرزائی مشینری متحرک ہو گئی ہے انگریز سامراج کا لگایا ہوا یہ پودا سابقہ مختلف حکمرانوں کے ادوار میں ان کے مزاج اور رویوں کے مطابق کبھی پلتا پھولتا تو کبھی مرجھاتا رہا لیکن تشویشناک بات یہ ہے کہ اب اس کی کونپلیں دوبارہ کیوں پھوٹ رہی

Marfat.com

ہیں کہیں اسی وجہ سے ہی قادیانیوں کا سربراہ پاکستان آنے کی منصوبہ بندی تو نہیں کر رہا ہے جنرل پرویز مشرف اور ان کی ٹیم کو ایسے عناصر کی سرکوبی کیلئے مانیٹرنگ کا نیا نظام متعارف کروانا ہوگا۔

کیونکہ داخلی استحکام کے بغیر خارجی استحکام کی توقع عبث بھی ہے تو لایعنی بھی بلاشبہ اسلام اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور ان کی شخصی آزادی کی ضمانت دیتا ہے لیکن انہیں کسی حال میں بھی سادہ لوح مسلمانوں کے اعتقادات پر شب خون مارنے کی اجازت نہیں دیتا۔ میں فوجی قیادت کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہم جیسے بے غرض لوگوں کو ''نواز حکومت'' سے کوئی لالچ تھا اور نہ ہی فوجی حکومت سے کسی صلے کی تمنا رکھتے ہیں بلکہ ہم تو ہر اس شخص اور حکومت سے غیر مشروط تعاون کرنے کو تیار ہیں جو اسلام کی فکری اساس پر مر مٹنے کیلئے تیار ہو ختم نبوت محمدی ﷺ پر اس کا کامل یقین ہو اور نظریہ پاکستان کی علمبردار ہو۔ واضح رہے کہ غلامان مصطفیٰ کریم ﷺ اپنی گردنیں کٹوانے کیلئے تیار ہو سکتے ہیں۔ لیکن ختم نبوت کے قصر رفیع میں کسی رخنہ اندازی کو برداشت نہیں کریں گے۔ لہٰذا حضور نبی آخر الزماں ﷺ کے ختم نبوت کے تحفظ کے بغیر اصلاح احوال کی کوئی کوشش کارگر ثابت نہیں ہوگی۔

وطن عزیز میں ایک موثر طبقہ اسمبلیوں کی بحالی اور جمہوریت کی واپسی کا پرزور مطالبہ کر رہا ہے اور اس کام میں تاخیر کو آئین کی تضحیک و تذلیل کے مترادف گردانتا ہے میرے نزدیک اس مطالبے کے دو پہلو ہیں ایک نظری جبکہ دوسرا عملی ہے جہاں تک نظری پہلو کا تعلق ہے تو اس مطالبے میں بڑا وزن ہے کہ ہم اکیسویں صدی میں اس حال میں داخل ہوئے ہیں کہ یہاں جمہوریت تھی نہ صدارتی طرز حکومت اور نہ ہی مارشل لاء پھر دنیا کی نظروں میں ہمارا امیج کیا ہے کہ یہ کیسی قوم ہے جن کا کوئی مستقل سیاسی رنگ ہی نہیں ہے لیکن

84975

Marfat.com

جہاں تک اس مطالبے کے عملی پہلو کا تعلق ہے تو وہ بڑا تلخ اور صبر آزما مرحلہ ہے سابقہ نام نہاد جمہوریت اور اسمبلیوں کی بحالی کی صورت میں چند مخصوص گنے چنے افراد کو چھوڑ کر دوبارہ وہی گند اسمبلیوں میں پلٹ آئے گا اور وہی لنگڑی لولی جمہوریت ہو گی جس کے منتخب نمائندے پارلیمینٹرین اور قانون ساز تو نہیں ہوں گے البتہ ''انگوٹھا چھاپ'' ضرور ہوں گے جن کا سابقہ کردار یہ ہے کہ انہوں نے اسمبلی کے تقدس ک بجائے اسے سٹیج شو سمجھا حکومت کے مقدس ایوانوں میں بیٹھ کر سر جوڑ کر وطن عزیز کے سلگتے ہوئے مسائل (Burning issues) کو سمجھنے اور ان کا قابل عمل حل تلاش کرنے کی بجائے اسی ایوان کی کرسیاں اٹھا کر ایک دوسرے پر پل پڑے۔ اور جہاں تک آئین کی پامالی کی بات کی جاتی ہے وہ آئین تمام فوجی یا جمہوری ادوار میں کب استحصالی ہاتھوں سے محفوظ رہا ہے اگر تو آئین کاغذی دستاویزات کا نام ہے تو یہ ایک بار نہیں سو بار پامال ہوا ہے اور اگر حکمرانوں کی خواہشات کا نام ہے تو پھر آئین کی عصمت پر کبھی کوئی حرف نہیں آیا۔

نیز اگر اسمبلیوں کی عدم بحالی کی صورت میں سابقہ طرز الیکشن کروائے جاتے ہیں اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس بار نظام میں بگاڑ کے اسباب ختم ہو جائیں گے تو یہ بھی بچگانہ مضحکہ خیزی (Childish unsence) ہو گی کیونکہ اس صورت میں بھی پھر پرانے کھلاڑی ہی انتخابی کھاڑے میں پنجہ آزمائی کریں گے جن کے ذہنوں میں دولت کے خمار اور اقتدار کی ہوس کے سائے چھائے ہوئے ہوں گے جن کے سیاسی پس منظر (Political Back ground) میں علم' کردار اور تقویٰ کی بجائے وڈیرہ شاہی سرمایہ داریت اور جاگیرداریت کارفرما ہو گی اس پر مستزاد یہ کہ وہ الیکشن جیتنے کیلئے دھونس اور دھاندلی کے ہتھکنڈے تو استعمال کریں گے ہی لیکن ساتھ ساتھ وہ درآمدی سیاسی چالیں

Marfat.com

(Inported Political Moves) بھی چلیں گے۔ غربت و افلاس کے ستائے ہوئے لوگ پھر انہی کو ہی اپنا مسیحا سمجھ کر ان کی الیکشن مہم کے سرگرم رکن بن جائیں گے اور پر انے زخموں کو بھول جائیں گے کہ

؎ میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب

اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

یہی مذکورہ لوگ ہیں جنہوں نے محب وطن اور اسلام پسند باکردار سیاستدانوں کو بھی بدنام کر رکھا ہے۔ ملک کو ان کرپٹ سیاستدانوں سے پاک کرنے کیلئے جنرل پرویز مشرف اور ان کی ٹیم کیلئے میری ہمدردانہ اور مخلصانہ تجویز ہے کہ وہ اسمبلیوں کی بحالی اور فوجی بیرکوں میں واپسی سے قبل انتخابات کا صاف شفاف اور موزوں (Competent) طریقہ کار وضع کریں۔ الیکشن کمیشن کی ہیئت ترکیبی میں تبدیلی لائی جائے۔

کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈوں کے ساتھ ساتھ انتخابی فہرستیں بھی کمپیوٹر کی مدد سے بننی شروع ہوں ذرائع ابلاغ کے ذریعے تشہیر کی جائے کہ انتخابات میں صرف دیانتدار، تعلیم یافتہ اور محب وطن افراد ہی حصہ لے سکتے ہیں۔ امیدواروں میں سے ایم۔ پی۔ ایز کیلئے کم از کم تعلیمی حد گریجوایشن جبکہ۔ ایم۔ این۔ ایز کیلئے ایم اے سیاسیات ہونی چاہیے اور کاغذات نامزدگی جمع کرنے سے قبل اس بات کی پوری تحقیق اور چھان بین کرنی چاہیے کہ امیدوار کہیں کسی ادارے کا نادہندہ تو نہیں، شرعی حدود کی خلاف ورزی کا مرتکب تو نہیں ہوتا نیز جن افرادی کی وہ نمائندگی کر رہا ہے ان میں اس کا کردار کیسا ہے اور اسے ان کا اعتماد بھی حاصل ہے یا نہیں۔ اب اس سلسلہ میں باقاعدہ ''ٹیکنوکریٹس'' پر مشتمل کمیشن قائم کرنا چاہیے۔ جو انتخابات کے نظام، طریقہ کار اور امیدواران کی اہلیت

Marfat.com

وصلاحیت کے تمام باریک سے باریک پہلوؤں کا جائزہ لے کر انتخابات کے انعقاد کا اعلان کر دے۔

جنرل پرویز مشرف کو یہ بات کھلے دل سے قبول کرنی چاہیے کہ اقتدار سدا کسی کے پاس نہیں رہتا بلکہ یہ تو ڈھلتی ہوئی چھاؤں کی طرح ہے جس تخت پر کبھی بھٹو' ضیاء الحق' بے نظیر اور نواز شریف متمکن رہے۔ وقت آنے والا ہے کہ وہ بھی اس اقتدار کے سائے سے محروم ہو جائیں گے۔ لہٰذا ابھی موقع ہے کہ اپنی قوم کی اصلاح کر لیں۔ پرانے سیاسی ٹوٹکے چلانے کی بجائے اب مثالی نظام حکومت قائم ہونا چاہیے۔ نظام کی اصلاح کیلئے سب سے اہم تجویز یہ ہے کہ اب پاکستان کے نظام سیاست سے ''بریف کیس پالیٹکس'' اور ''لفافہ جرنلزم'' کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ یہ بات واضح رہے کہ اگر اب بھی حالات نہ سدھرے' غریبوں کو ان کے حقوق نہ ملے' مظلوم کو انصاف نہ ملا' معاشی تفاوت ختم نہ ہوا اور اقتدار پر روایتی سیاسی بازی گروں کی اجارہ داری ختم نہ ہوئی تو پھر میں فوجی حکومت کو اس انجام سے خبردار کرنا چاہتا ہوں جب غریبوں کی دلدوز چیخیں اس حکومت کا تختہ بھی الٹ دیں گی۔ ظلم کے ستائے ہوئے لوگوں کے ہاتھ مالداروں کے گریبانوں کو نوچ رہے ہوں گے خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرنے والے ستم رسیدہ اہل اقتدار کے عالیشان مکانات کی اینٹ سے اینٹ بجا رہے ہوں گے اور پھر خون کا وہ سیلاب آئے گا۔ جس کی تند و تیز اور بے رحم موجیں اہل ثروت کے محلات کو بہا کر لے جائیں گی۔ نیز افراتفری اور انارکی کا وہ ماحول ہوگا جس کے تصور سے ہی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ محسن انسانیت و مقتدائے عالم آقا علیہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا ''مظلوم کی بد دعا سے بچو اگر چہ کافر ہی کیوں نہ ہو'' کیونکہ مظلوم کی بد دعا عرش الٰہی کے کنگروں کو ہلا کر رکھ دیتی ہے۔ میں بارگاہ ربوبیت میں دست بدعا ہوں کہ خداوند قدوس پاکستان کو ہمیشہ مذکورہ انجام سے محفوظ رکھے اور اس ملک کی ہر قیادت کو وہ

Marfat.com

بصیرت عطا فرمائے کہ وہ مضبوط سیاسی عزم (Strong Political Will) کے ذریعے ملک اور قوم کو بحران سے نکالنے کیلئے کرپٹ نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے۔ اور ایسا آئیڈیل نظام حکومت قائم کرے جو ریاست مدینہ کا کامل متبع ہو۔ اور پھر ریاست نہ صرف ایشیائی سطح پر بلکہ عالمی سطح پر اقوام عالم کے لیے پیشوائی کا فریضہ سرانجام دے اور چشم فلک ایک بار پھر یہ نظارہ دیکھے۔ کہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

Marfat.com

جمہوریت کی بحالی ہی نہیں' نظام کی تبدیلی

ترپن سالوں سے پاکستان میں اقتدار پر روایتی سیاسی بازی گروں کی اجارہ داری رہی ہے وہ کبھی جمہوریت کے نام پر تو کبھی آمریت کے نام پر گلشن وطن کو لوٹتے رہے انہوں نے عوام کے مسائل کے حل اور ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کی بجائے اپنے اقتدار کو تحفظ بخشنا زیادہ ضروری سمجھا اور یہ بھول گئے کہ صرف اسی تخت کو استقرار و دوام نصیب ہو سکتا ہے جس کی بنیادوں میں عدل' خوف الٰہی عوامی فلاح و بہبود اور انسانیت دوستی کا سیسہ ڈالا گیا ہو اور جس آئین کی پامالی اور اس کے تقدس کے مجروح ہونے کی بات کی جاتی ہے سوال یہ ہے کہ وہ آئین سابقہ تمام جمہوری یا فوجی حکومتوں کے ادوار میں کب استحصالی ہاتھوں سے محفوظ رہا ہے؟ اسی آئین کی موجودگی میں دہشت گردی کی آگ کے بے رحم شعلوں نے کئی معصوم جانوں کو اچک لیا اور اسلام آباد سمیت ملک کی سڑکیں خون سے رنگین رہیں اگر تو آئین چند کاغذی دستاویزات کا نام ہے تو یہ ایک بار نہیں سو بار استحصالی ہاتھوں سے پامال ہوا ہے اور اگر حکمرانوں کی خواہشات کا نام ہے تو پھر آئین کی عصمت پر کبھی کوئی حرف نہیں آیا۔

Marfat.com

فوجی حکومت نے بلدیاتی انتخابات کے انعقاد کا اعلان کر کے اس تاثر کو تقویت دی ہے کہ تدریجاً جمہوری عمل کی بحالی کی طرف پیش رفت ہو گی لیکن اس کے باوجود پاکستان میں موثر طبقہ قومی وصوبائی اسمبلیوں کے فوری الیکشن منعقد کرنیکا پرزور مطالبہ کر رہا ہے اور اس کام میں تاخیر کو آئین کی تضحیک اور تذلیل کے مترادف گردانتا ہے۔ میرے نزدیک اس مطالبے کے دو پہلو ہیں ایک نظری جبکہ دوسرا عملی ہے۔ جہاں تک نظری پہلو کا تعلق ہے تو اس مطالبے میں بڑا وزن ہے کہ ہم اکیسویں صدی میں اس حال میں داخل ہوئے کہ یہاں جمہوریت تھی نہ صدارتی طرز حکومت اور نہ ہی معروف مارشل لاء تو پھر دنیا کی نظروں میں ہمارا امیج کیا ہے کہ یہ کیسی قوم ہے جن کا کوئی مستقل سیاسی رنگ ہی نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے طبقہ فکر کا موقف نظریاتی طور پر تو سمجھ میں آتا ہے لیکن جہاں تک اس مطالبے کے عملی پہلو کا تعلق ہے تو وہ بڑا تلخ اور صبر آزما مرحلہ ہے کہ سابقہ نام نہاد جمہوریت کی بحالی کی صورت میں چند مخصوص گنے چنے افراد کو چھوڑ کر دوبارہ وہی گندا اسمبلیوں میں پلٹ آئے گا وہی لنگڑی لولی جمہوریت ہو گی جسکے منتخب نمائندے پارلیمنٹرین اور قانون ساز تو نہیں ہوں گے البتہ ''انگوٹھا چھاپ'' ضرور ہوں گے جن کا سابقہ کردار یہ ہے کہ انہوں نے اسمبلی کے تقدس کی بجائے اسے ''سٹیج شو'' سمجھا ہو ملک کے مقدس ایوانوں میں بیٹھ کر سر جوڑ کر وطن عزیز کے سلگتے ہوئے مسائل کو سمجھنے اور ان کا قابل عمل حل تلاش کرنے کی بجائے اسی ایوان کی کرسیاں اٹھا کر ایک دوسرے پر پل پڑے۔ لہٰذا یہ نظریہ قائم کرنا کہ اگر سابقہ طرز پر الیکشن کروا دیئے جائیں تو اس دفعہ نظام میں بگاڑ کے اسباب دور ہو جائیں گے۔ صرف بچگانہ مضحکہ خیزی ہے۔

نظام بدلے بغیر سابقہ طرز پر الیکشن کے انعقاد یا جمہوریت کی بحالی کی صورت

Marfat.com

میں پھر پرانے کھلاڑی ہی انتخابی اکھاڑے میں پنجہ آزمائی کریں گے جن کے ذہنوں میں دولت کے خمار اور اقتدار کی ہوس کے سائے چھائے ہوئے ہوں گے جن کے سیاسی پس منظر میں علم' کردار اور تقویٰ کی بجائے وڈیرہ شاہی' جاگیرداریت اور سرمایہ داریت کارفرما ہوگی اس پر مستزاد یہ کہ وہ الیکشن جیتنے کے لئے دھونس اور دھاندلی کے ہتھکنڈے تو استعمال کریں گے ہی لیکن ساتھ ساتھ درآمدی سیاسی چالیں بھی چلیں گے نتیجتاً غربت وافلاس کے ستائے ہوئے لوگ پھر انہی کو اپنا مسیحا سمجھ کر ان کی الیکشن مہم کے سرگرم رکن بن جائیں گے اور پرانے زخموں کو بھول جائیں گے۔ کہ

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

اسی طرح کسی نئے سیاسی گماشتے کے اقتدار کی راہ ہموار ہو جائے گی اور وطن عزیز ایک مرتبہ پھر ہوس اقتدار کے دہکتے ہوئے انگاروں کی لپیٹ میں آجائے گا اگر محض جمہوریت ہمارے زخموں کی مرہم پٹی کر سکتی تو نصف سے زائد صدی سے ہم نے جمہوریت کی کوکھ سے جنم لینے والے کون کون سے چہرے نہیں دیکھے ہم نے اس ملک میں چہرے بھی بدلے انداز واطوار حکومت بھی بدلے بلکہ جنس بھی بدلی لیکن نظام نہ بدلنا تھا نہ بدل سکا۔

ترپن سالوں سے پاکستان میں اقتدار پر روایتی سیاسی بازی گروں کی اجارہ داری رہی ہے وہ کبھی جمہوریت کے نام پر تو کبھی آمریت کے نام پر گلشن وطن کو لوٹتے رہے انہوں نے عوام کے مسائل کے حل اور ان کی عزت وآبرو کی حفاظت کی بجائے اپنے اقتدار کو تحفظ بخشنا زیادہ ضروری سمجھا اور یہ بھول گئے کہ صرف اسی تخت کو استقرار ودوام نصیب ہو سکتا ہے۔ جس کی بنیادوں میں عدل' خوف الٰہی عوامی فلاح و بہبود اور انسانیت دوستی کا سیسہ ڈالا گیا ہو اور جس آئین کی پامالی اور اس کے تقدس کے مجروح ہونے کی بات کی جاتی

Marfat.com

ہے۔سوال یہ ہے کہ وہ آئین سابقہ تمام جمہوری یا فوجی حکومتوں کے ادوار میں کب استحصالی ہاتھوں سے محفوظ رہا ہے؟ اسی آئین کی موجودگی میں دہشت گردی کی آگ کے بے رحم شعلوں نے کئی معصوم جانوں کو اچک لیا اور اسلام آباد سمیت ملک کی سڑکیں خون سے رنگین رہیں اگر تو آئین چند کاغذی دستاویزات کا نام ہے تو یہ ایک بار نہیں سو بار استحصالی ہاتھوں سے پامال ہوا ہے اور اگر حکمرانوں کی خواہشات کا نام ہے تو پھر آئین کی عصمت پر کبھی کوئی حرف نہیں آیا چونکہ آئین کی بنیادی مقصد ہی انسانی حقوق کا تحفظ اور اخلاقی اقدار کا احیاء ہوتا ہے لہٰذا اگر آئین کی موجودگی میں انسانی جسم کے لاشے روئی کے گالوں کی طرح ہواؤں میں اڑتے رہیں تو پھر آئین ازخود اپنے وجود کی بقا کی ضمانت کھو بیٹھتا ہے۔

لہٰذا جنرل پرویز مشرف اور ان کی ٹیم کے لئے میری ہمدردانہ اور مخلصانہ تجویز یہ ہے کہ وہ بلدیاتی انتخابات ہوں یا پھر صوبائی وقومی سطح کے الیکشن کا انعقاد جمہوریت کی بحالی سے قبل نظام کی تبدیلی کے لئے ٹھوس، قابل عمل اور ناقابل تسخیر لائحہ عمل طے کریں کیونکہ موجودہ کرپٹ نظام کو جڑ سے اکھیڑے بغیر جمہوریت کی بحالی کا مطلب ہے کہ کچھ نئے اور کچھ پرانے سیاسی چہروں کو دوبارہ اقتدار کا کھیل کھیلنے کی اجازت دی جائے گی اگر امر واقعہ ایسا ہے تو پھر سابقہ حکمرانوں کے اقتدار کا گلا دبوچنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیونکہ اگر عوام کو ریلیف نہیں ملنا تو پھر لٹنے والے کو اس سے کیا غرض ہے کہ اس کو لوٹنے والا ہے سرخ ہے یا سفید۔ اخلاص کا تقاضا یہی ہے کہ جمہوری عمل کی بحالی سے قبل ایک مضبوط نظام حکومت وضع کیا جائے۔ انتخابات کا موزوں اور شفاف طریقہ کار وضع کیا جائے الیکشن کمیشن کی ہیئت ترکیبی میں تبدیلی لائی جائے کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈوں کے ساتھ ساتھ انتخابی فہرستیں بھی کمپیوٹر کی مدد سے بننی شروع ہوں۔ انتخابات کے انعقاد سے قبل تمام ذرائع ابلاغ بشمول الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے تشہیر کی جائے کہ انتخابات میں صرف دیانتدار، تعلیم

Marfat.com

یافتہ' صاحب کردار اور محب وطن افراد ہی حصہ لے سکتے ہیں۔ بلدیاتی انتخابات میں حصہ لینے والے امیدواران کے لئے تعلیمی حد ختم کرنا کوئی خوش آئند قدم نہیں ہے۔ تاہم صوبائی وقومی انتخابات میں حصہ لینے والے امیدواران میں سے ایم پی ایز کے لئے کم از کم تعلیمی حد گریجویشن جبکہ ایم این ایز کے لئے پوسٹ گریجویشن لازمی قرار دی جائیں کاغذات نامزدگی جمع کرنے سے قبل پوری تحقیق کی جائے کہ امیدوار کہیں کسی ادارے کا نادہندہ تو نہیں شرعی حدود کی خلاف ورزی کا مرتکب تو نہیں ہوتا نیز جن افراد کی وہ نمائندگی کر رہا ہے ان میں اس کا کردار کیسا ہے نیز اسے ان کا اعتماد بھی حاصل ہے یا کہ نہیں۔ اب اس سلسلہ میں باقاعدہ ''ٹیکنوکریٹس'' پر مشتمل کمیشن قائم ہونا چاہیے جو انتخابات کے انعقاد کا اعلان کر دے۔ اگر بلدیاتی سطح سے لیکر قومی سطح تک الیکشن لڑنے والوں کے لئے یہی میرٹ مقرر کر دیا جائے تو یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ نظام پاکستان کی بوسیدہ عمارت زمین بوس ہونے سے محفوظ ہو جائے گی۔

Marfat.com

بے لگام بیورکریسی کی تربیت

ہماری بیوروکریسی دراصل ملکی خزانے پر بوجھ ہے افسر سرکاری گاڑیوں پر اپنے بچوں کو سکول و کالج لے کر جاتے ہیں بلکہ ان کی بیگمات انہی سرکاری گاڑیوں پر ''Shopping'' کرتیں ہیں اور ''Picnic'' مناتیں ہیں جبکہ ان افسران کی اپنی کارکردگی کا حال یہ ہے۔ کہ اکتوبر ۱۹۹۹ء سے لے کر اب تک صرف پارلیمنٹ ہاؤس میں کام کرنے والے پندرہ سو افراد جن میں افسران اور باقی عملہ بھی شامل ہے جن پر پچھلے آٹھ ماہ میں پانچ کروڑ روپے خرچ ہو چکے ہیں جن میں سے پچاس لاکھ روپے ماہانہ تنخواہوں کی مد میں جاتے ہیں جبکہ بجلی، گیس، ٹیلی فون اور گاڑیوں کے اخراجات اس کے علاوہ ہیں اور وہ افسران اور عملہ کے افراد بالکل نکمے اور نکھٹو سارا دن خوش گپیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ ان سے پوچھا جائے کہ پچھلے آٹھ ماہ میں انہوں نے کون سا کارنامہ سرانجام دیا ہے تو ان کا جواب یہ ہے کہ ''کام ہوگا تب ہی ہم کریں گے نا'' یعنی دوسرے الفاظ میں ''نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی''

Marfat.com

بنو امیہ کے حکمران ولید بن عبدالملک '' کے دور میں فوج میں سستی اور کسالت کی بیماری پھیل گئی۔ حکام بالا کی طرف سے جو آرڈر بھی فوج کو دیا جاتا فوج اس کی پرواہ ہی نہ کرتی تھی اور جب کسی ملک کی فوج ڈھیلی پڑ جاتی ہے تو اس ملک کی سلامتی اور دفاع خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔ چنانچہ ولید نے حالات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے حجاج بن یوسف کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ فوج کو بیدار اور چوکنا کرے۔ حجاج نے پہلے تو نرمی سے فوجیوں سے کہا کہ فلاں مہم پر جانا ہے لہٰذا تیاری کرو لیکن عادت کب چھوٹتی ہے' فوجی افسران اور کئی سپاہی لیٹے رہے۔ جب حجاج نے یہ صورت حال دیکھی تو اس نے ایک کوڑا ہاتھ میں پکڑ کر فوجیوں کو مارنا شروع کر دیا بعض فوجی افسروں کو آگ بھی لگا دی دیکھتے ہی دیکھتے فوج آدھے گھنٹے کے اندر اندر قطاروں میں الرٹ کھڑی تھی پھر ہمیشہ وہ فوج ناک کی طرح سیدھی رہی۔

افواج پاکستان میں تو ایسی صورت حال کبھی پیش نہیں آئی بلکہ ہماری فوج بڑی بیدار مغز' منظم اور قبل از وقت حالات کا ادراک کر کے فیصلہ جات کرنے کی صلاحیتوں کی مالک ہے۔ بلکہ ہمیشہ رات کے اندھیروں میں بھی ایوان اقتدار میں ہونے والی سرگرمیاں آرمی کے سرکردہ افسران کی نظروں سے مخفی نہیں رہیں البتہ پچھلے تین سال سے بنو امیہ کی فوج والی بیماری ہماری بیوروکریسی کو لگی ہوئی ہے۔ حکومتوں کے عروج و زوال میں تو اس بیوروکریسی کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ لیکن ساتھ سیاسی اداروں میں مسلسل مداخلت کیوجہ سے اس کا اپنا ڈسپلن اور کارکردگی تباہ ہو کر رہ گئی ہے۔ موجودہ فوجی حکومت نے اپنے ابتدائی ایام میں افسر شاہی اور سرکاری ملازمین کی بڑی مانیٹرنگ کی تھی۔ جس کی وجہ سے دن گیارہ بجے سو کر اٹھنے والے ملازمین نوکری چھوٹ جانے کے ڈر سے نو بجے صبح دفتر میں موجود ہوتے

Marfat.com

تھے۔ لیکن ہمارے ہاں استقرار' دوام اور استقلال کسی کام کو نصیب نہیں ہو سکا لہٰذا مانیٹرنگ کے نظام میں تعطل کی وجہ سے افسر شاہی پھر اپنے پرانے مزاج کی طرف پلٹتی جا رہی ہے۔

میں خود ایک سرکاری ملازم سے ملنے کے لئے ان کے دفتر گیا' دروازہ بند تھا سیکرٹری نے بتایا کہ اندر میٹنگ ہو رہی ہے' صاحب مصروف ہیں لہٰذا آپ انتظار کریں۔ میری چونکہ اس شخص کے ساتھ بے تکلفی تھی لہٰذا سیکرٹری کے انکار کے باوجود میں دروازہ کھول کر اندر چلا گیا دیکھا تو صاحب اپنی کرسی پر چائے نوش فرما رہے تھے۔ میں نے سوچا ہمارے دفتری نظام کی فرسودگی کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ان دفاتر میں بیٹھنے والے اکثر نابکار اکثر اسی طرح کی میٹنگیں کرتے ہیں۔ غفلت اور سست روی کے ساتھ ساتھ رشوت دوسرا بڑا روگ ہے جس میں ہماری افسر شاہی مبتلا ہے اس میں شک نہیں کہ کئی آفیسر دیانتدار' محب وطن اور حلال کا لقمہ کھانے والے ہیں۔ لیکن اکثریت ان راشی افسروں کی ہے جنہیں عوام کی خدمت بجائے اپنے پیٹ کا جہنم بجھانے کی فکر زیادہ دامن گیر رہتی ہے خواہ اس کے لئے انہیں کئی ناجائز جتن ہی کیوں نہ کرنے پڑیں' کرپشن میٹھے زہر کی طرح ان کی رگوں میں سرایت کر چکی ہے۔ وہ حرام کھاتے وقت یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ کے حبیب ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا وہ گوشت جو لقمہ حرام سے بنا ہو جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکے گا'' پولیس کا تو یہ حال ہے کہ کچھ عرصہ قبل وفاقی وزیر داخلہ معین الدین حیدر نے ایوان صنعت و تجارت کے نمائندہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے پولیس کے بارے میں خود بہت بڑا انکشاف کیا۔ انہوں نے کہا ہمارے پولیس افسر بے لگام ہو چکے ہیں۔ سندھ کے حوالے سے انہوں نے بتایا کہ وہاں کانسٹیبل کی اسامی پر بھرتی کے لئے رشوت کی شرح ۳۰ ہزار روپے ہے جبکہ اے ایس آئی اور ڈی ایس پی کا ریٹ دو سے تین لاکھ روپے ہے۔ جس ملک کے وزیر داخلہ کے علم میں ہونے کے باوجود کرپشن کا ازالہ نہ کیا جا سکے۔ اس کا مطلب ہیکہ وہاں حکمرانوں کی

Marfat.com

بڑھکیں صرف بہروں کے آگے بینڈ بجانے والی بات ہے۔

دیکھا جائے تو ہمارے دفتروں کا نظام فائل ورک کی وجہ سے ابھی تک فرسودہ ہے۔کمپیوٹر کے جدید ترین دور میں بھی الماریاں سرکاری فائلوں سے بھری ہوتی ہیں اور ان فائلوں پر کام کرنے والے قاصدوں سے لے کر کلرکوں اور افسروں تک اچھی خاصی تعداد موجود ہوتی ہے لیکن وہ سارا دن دفتروں میں بیٹھ کر گپیں ہانکتے رہتے ہیں اور سائل بے چارے کو اپنی فائل کو نیچے سے اوپر کی سطح پر پہنچانے کیلئے الگ سے تگ و دو کرنی پڑتی ہے اور جس فائل کو نمٹانا ہوتا ہے اس کے لئے بھی یہ افسر بھاری بھرکم رشوت وصول کرتے ہیں اور حصول رشوت کے لئے بیوروکریسی نے ایسے ایسے گر اپنا رکھے ہیں کہ وہ سن کر انسان کا دماغ چکرانے لگتا ہے کہ کیا یہ لوگ سارا دن دفتروں میں بیٹھ کر سادہ لوح لوگوں کو پھنسانے کے طریقے سوچتے رہتے ہیں؟ سابقہ نواز حکومت کے دور میں ایک شخص سٹیل مل میں ملازمت کے لئے مختلف افسروں کو رشوت دیتا رہا یہاں تک کہ اس کی فائل سٹیل مل کے چیئرمین عثمان فاروقی تک جا پہنچی ۔ عثمان فاروقی نے اس فائل پر لکھ دیا ''Not approved'' جب وہ شخص عثمان فاروقی کے پاس گیا تو منتیں سماجتیں کرنے لگا کہ میں بڑے لمبے ''پراسس'' سے گزر کر یہاں تک پہنچا ہوں لہٰذا ازراہ کرم فائل منظور کریں عثمان فاروقی نے اس شخص سے پچاس لاکھ روپے رشوت مانگی پہلے تو اس شخص نے لیت و لعل سے کام لیا۔لیکن جب یہ دیکھا کہ ''بریف کیس'' لئے بغیر یہ بلا تو نہیں ٹلے گی تو اس نے کہا کہ روپے تو میں کل لے آؤں گا لیکن آپ نے فائل پر ''Not approved'' لکھ دیا ہے۔ فاروقی نے کہا کہ تم رقم کا بندوبست کرو ''ریمارکس'' کو درست کرنا میری سردردی ہے دوسرے دن وہ شخص رقم لے کر جب عثمان فاروقی کے دفتر پہنچا تو عثمان فاروقی نے رقم گننے کے بعد فائل نکالی اور اس پر ''Not'' کے ساتھ ''E'' کا اضافہ کر کے اسے ''Note

approved'' بنادیا اس طرح شکوک وشبہات کا سانپ بھی ماردیا اور دولت کی لاٹھی بھی بچالی۔

ہماری بیوروکریسی دراصل ملکی خزانے پر بوجھ ہے افسر سرکاری گاڑیوں پر اپنے بچوں کو سکول و کالج لے کر جاتے ہیں بلکہ ان کی بیگمات انہی سرکاری گاڑیوں پر ''Shopping'' کرتیں ہیں اور ''Picnic'' مناتیں ہیں جبکہ ان افسران کی اپنی کارکردگی کا حال یہ ہے کہ اکتوبر ۱۹۹۹ء سے لے کر اب تک صرف پارلیمنٹ ہاؤس میں کام کرنے والے پندرہ سوافراد جن میں افسران اور باقی عملہ بھی شامل ہے جن پر پچھلے آٹھ ماہ میں پانچ کروڑ روپے خرچ ہو چکے ہیں جن میں سے پچاس لاکھ روپے ماہانہ تنخواہوں کی مد میں جاتے ہیں۔ جبکہ بجلی، گیس، ٹیلی فون اور گاڑیوں کے اخراجات اس کے علاوہ ہیں اور وہ افسران اور عملہ کے افراد بالکل نکمے اور نکھٹو سارا دن خوش گپیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ ان سے پوچھا جائے کہ پچھلے آٹھ ماہ میں انہوں نے کون سا کارنامہ سرانجام دیا ہے تو ان کا جواب یہ ہے کہ ''کام ہوگا تب ہی ہم کریں گے نا'' یعنی دوسرے الفاظ میں ''نہ نو من تیل ہو نہ رادھا ناچے گی''

پاکستان میں نظام کی اصلاح کے لئے افسر شاہی کی تربیت و اصلاح انتہائی ضروری ہے۔ مہذب ممالک میں بیوروکریسی کو عوام کا خادم سمجھا جاتا ہے جبکہ ہماری بے مہار بیوروکریسی عوام سے زیادہ شاہوں کی وفادار رہی ہے میں پورے شرح صدر کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ اگر اس ملک کی افسر شاہی جو کہ ''سیکنڈ لائن'' حکومتی مشینری ہے باکردار، ذمہ دار، اہل اور سنجیدگی کا مظاہرہ کرنیوالی ہو تو فرنٹ لائن قیادت (وزیراعظم اور اس کی کابینہ) کے کسی وجہ سے بدلنے سے نظام پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ میرے نزدیک بیوروکریسی کی اصلاح کے لئے درج ذیل اقدامات انتہائی ناگزیر ہیں۔

Marfat.com

اولاً سفارش اور اقربا پروری کا خاتمہ کر کے میرٹ کو سلیکشن کے لئے بنیاد بنایا جائے۔

ثانیاً۔کسی افسر یا بیورو کریٹ کا کسی سیاسی جماعت سے تعلق و رابطہ نہ ہو اس طرح بیوروکریسی کسی طمع یا دباؤ کے بغیر خوش اسلوبی کے ساتھ اپنا فریضہ سرانجام دے سکے گی۔

ثالثاً۔سرکاری گاڑیاں اور دیگر دفتری سہولیات صرف سرکاری ملازمین اور افسران کو صرف Pick and Drop کے لئے ہی دی جائیں نہ کہ ان کی ساری فیملی کے گھریلو استعمال کے لئے بھی۔

رابعاً۔تمام سول اور فوجی آفیسرز کی تربیت کے لئے سہ ماہی ''ریفریشر کورسز'' کا انعقاد کیا جائے جن میں اسکالرز کے لیکچرز کے ذریعے ان کی فکر اسلام اور نظریہ پاکستان سے وابستگی کو یقینی بنایا جائے۔

خامساً۔فوج میں کوئی حجاج بن یوسف تلاش کر کے اسے بگڑی، تگڑی اور اپنے فرائض سے غافل بیوروکریسی کی اصلاح کے لئے فوراً مقرر کیا جائے۔

Marfat.com

''المناک سیاسی حادثے''

ان کے طیارے کی تباہی نے ایک اور سیاسی حادثے کی بنیاد رکھی یعنی ہمیں ''سیاسی ورثہ'' میں نوجوان خوبصورت جوڑا ملا نواز شریف نے جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء کی کوکھ سے جنم لیا جبکہ بے نظیر اپنے والد کی لاش پر ماتم کرتی ہوئی میدان سیاست میں ابھری اور دیکھتے دیکھتے دونوں دو دو مرتبہ ایک دوسرے کے خلاف سیاسی رسہ کشی کے نتیجے میں اقتدار کے چرنوں کی زینت بنے اور عوام کی جہالت سے خوب فائدہ اٹھایا۔ قومی سیاست کا المیہ یہ ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے بدترین سیاسی دشمن ہونے کے باوجود آج ذاتی مفادات کے لئے ایک ہی پیالے میں پانی پینے کو تیار ہیں۔

Marfat.com

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا قیام ایک نظریہ پر مبنی ہے اس کے قیام کے فوراً بعد تمام عالم اسلام کی نظریں اس خطہ ارضی پر جم گئیں کہ ایشیا کی یہ ریاست اسلام کا عظیم قلعہ ثابت ہوگی اور یہیں سے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا خواب شرمندہ تعبیر ہوگا۔

ناتواں وکمزور اعصاب لیکن بلند عزم و ہمت کی مالک قیادت نے وطن عزیز میں مساوات محمدی ﷺ پر معاشرہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن وہ مخلص قیادت جلد ہی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئی اور اس نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں پشاور ایئر پورٹ پر صحافیوں کے ایک سوال کے جواب میں کہا میں مجبور ہوں کہ میری جیب میں کھوٹے سکے ہیں'' قیادت کے وصال کے بعد یہ کھوٹے سکے جاگیرداروں' سرمایہ داروں' جرنیلوں اور امپورٹڈ دانشوروں کی شکل میں نمودار ہوتے رہے' ہر مداری نئے روپ میں آیا اور عوام کو طلسماتی کرتب دکھا کر ان کی سادہ لوحی سے خوب فائدہ اٹھایا کیونکہ پاکستانی عوام ہنوز جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں کھا رہی ہے' جس قوم کے ذہنوں پر ناخواندگی کی گہری تہیں جم چکی ہوں بھلا وہاں شعور کے سوتے کہاں پھوٹ سکتے ہیں؟ عوام کی اپنے حقوق سے عدم واقفیت کا یہ عالم ہے کہ یہ نعرے لگا کر تالیاں بجا بجا کر اور ووٹ دے دے کر سیاسی بازی گروں کو ایوان اقتدار تک بھی پہنچاتی رہی اور پھر حقوق نہ ملنے پر حکمرانوں کو گالیاں دینے پر اتر آئی لیکن یہی بازی گر پُرفریب نعرے اور منشور لے کر دوبارہ عوام کی دہلیز پر پہنچتے رہے۔ بقول شاعر

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

ہمارے سیاستدانوں نے عوام سے دھوکہ دہی کے علاوہ معمار وطن کی روح کو بھی

Marfat.com

راحت کی بجائے اذیت پہنچائی ہے۔اس طرح نصف سے زائد صدی میں ہم نہ تو جمہوریت کے پودے کی آبیاری کر سکے ہیں اور نہ ہی مارشل لاء ہمیں قومی امراض سے نجات دلا سکا ہے اور جو قومی رہنما حادثاتی طور پر ہمارا مقدر بنے ہیں ان کے فکر وعمل کے تضاد نے وطن عزیز کے رخ زیبا پر منافقت کے اتنے پردے رکھے ہیں کہ اس کا اصلی چہرہ مسخ ہو گیا اب بیرونی دنیا میں ہمیں کوئی ناکام ریاست (Failed state) تو کوئی مبہم ریاست (Confused state) جیسا ٹائٹل دے رہا ہے۔

سب سے بڑا سیاسی حادثہ یہ ہوا کہ تمام سیاستدانوں اور جرنیلوں نے اسلام کو اپنے سیاسی مقاصد کیلئے بطور آلہ کار استعمال کیا مثلاً بھٹو نے یہ نعرہ تو لگایا کہ اسلام ہمارا دین ہے۔لیکن اپنا نظریاتی رہنما میکیاولی'' کو بنائے رکھا اور فکری و سیاسی غذا اس کی کتاب ''The Prince'' سے حاصل کی اسی طرح انہی نے اسلامی سوشلزم کا نعرہ بھی لگایا لیکن اس کے افکار سے مارکسزم کی چھاپ نہ اتر سکی اور قوم دیکھتی رہی کہ اسلام کے نظام معیشت میں کس طرح مارکسی نظام معیشت کے پیوند لگائے جا رہے ہیں پھر وہ وقت بھی آیا کہ وہ رہنما اپنے روٹی، کپڑا اور مکان کے نعرے کے ساتھ ہی تختہ دار پر لٹک گیا اس کے بعد جو جنرل آیا اس نے گیارہ سال اسلام کے نام پر اقتدار کے خوب مزے لوٹے اور اسلام کو اپنے اقتدار کی بیساکھیوں کے لئے استعمال کیا اگرچہ جنرل ضیاء الحق نے جزوی سطح پر بعض اسلامی اصطلاحات ضرور متعارف کروائیں لیکن تمام تر اختیارات کے باوجود حیات اجتماعی میں اسلام کے بطور نظام نفاذ کے حوالے سے وہ مصلحت کا شکار رہے۔ان کے طیارے کی تباہی نے ایک اور سیاسی حادثے کی بنیاد رکھی یعنی ہمیں ''سیاسی ورثہ'' میں نوجوان خوبصورت جوڑا ملا نواز شریف نے جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء کی کوکھ سے جنم لیا جبکہ بے نظیر اپنے والد کی لاش پر ماتم کرتی ہوئی میدان سیاست میں ابھری اور دیکھتے دیکھتے دونوں

Marfat.com

دو دو مرتبہ ایک دوسرے کے خلاف سیاسی رسہ کشی کے نتیجے میں اقتدار کے چرنوں کی زینت بنے اور عوام کی جہالت سے خوب فائدہ اٹھایا۔ قومی سیاست کا المیہ یہ ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے بدترین سیاسی دشمن ہونے کے باوجود آج ذاتی مفادات کے لئے ایک ہی پیالے میں پانی پینے کو تیار ہیں۔ گویا ہمارے ہاں ذاتی و قومی مفادات باہم متصادم رہے ہیں یہاں جو صدر پاکستان ہوتا ہے اپنے دور صدارت میں تو وہ عوام کی فلاح کے منصوبے نہیں بناتا اور نہ ہی اسے قوم کے بچوں کی تعلیمی ابتری کا خوف دامن گیر ہوتا ہے بلکہ شکوہ کرتا ہے کہ ''دور صدارت میں اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے'' اور جب کرسی صدارت چھن جاتی ہے تو وہ عوام کو ایسے خواب دکھانا شروع کر دیتا ہے گویا وہ ان کی تقدیر بدلنے کے لئے آسمان سے تارے توڑ کر لانے کو تیار ہے' اسی طرح اچھا کھلاڑی یہ سمجھتا ہے کہ مجھے اچھا وزیر اعظم بھی ہونا چاہیے' ہماری قومی و سیاسی تاریخ ایسے جگر پاش حادثوں سے بھری پڑی ہے اور یہ امر واقعہ ہے کہ جھاڑو دینے والے صرف سڑکیں صاف کرتے ہیں لیکن سیاستدانوں اور حکمرانوں نے ترپن سال میں پورا ملک صاف کر دیا ہے مگر فرق یہ رہا کہ جاروب کش سڑکوں سے گند اٹھا کر اسے غلاظت کے ڈھیروں پر پھینکتے رہے اہل اقتدار اور بیورو کریٹس ملک سے دولت اور صلاحیتوں کو سمیٹ کر اپنے صحن میں پھینکتے رہے۔

جمہوری دور میں سیاستدان جرنیلوں کو کوستے ہیں کہ وہ ملک کھا گئے ہیں اور ملک کی تباہی کا ملبہ فوجی حکومتوں پر ڈالتے ہیں اور فوجی دور حکومت میں جرنیل اور کور کمانڈر اہل سیاست پر برستے ہیں اور ساری کرپشن کا ذمہ دار ان جمہوری حکمرانوں کو ٹھہراتے ہیں۔ پچھلے ترپن سالوں سے ہمارے ہاں یہی ''سٹیج ڈرامہ'' جاری ہے اور نہ جانے کب تک ہم ملک کی اس ''ایلیٹ کلاس'' کے گھناؤنے کھیل کا شکار رہیں گے۔

میں کہتا کہ اگر موجودہ فوجی حکومت نے نظام پاکستان کی نوک پلک نہ سنواری

Marfat.com

اختیارات کی نچلی سطح پر منتقلی کا موثر انتظام نہ کیا' بے لاگ لیکن کھرے احتساب کو عملی جامہ نہ پہنایا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ امیر و غریب کے لئے ایک جیسا معیار تعلیم اور مساوی ذریعہ معاش کا بندوبست نہ کیا تو پھر اے اہل وطن! گواہ رہنا مزید ایک صدی تک اس ملک میں ایک کے بعد دوسرا کرپٹ سیاستدان' ایک کے بعد دوسرا امپورٹڈ وزیر اعظم اور ایک کے بعد دوسرا فوجی جرنیل آتا رہے گا۔

Marfat.com

مسلم لیگ کی باکردار نائب قیادت

جس شخصیت کا میں ذکر کر رہا ہوں کہ انہوں نے بارہ اکتوبر سے لے کر آج تک مسلم لیگ سے اپنی جماعتی وابستگی میں فرق نہیں آنے دیا ممکن ہے کہ کوئی شخص ان کے بارے میں بریف کیس پالیٹیکس کے حوالے سے سوءظن کا شکار ہو لیکن ان کا ماضی و حال گواہ ہے کہ ان کا دامن چشمے کے پانی کی طرح اجلا اور شفاف ہے انہوں نے حال ہی میں امریکہ سے لیکر فرانس اور ناروے تک اپنی دورے کے دوران مسلم لیگ کی عروق مردہ میں حیات نو دوڑادی ہے اور مسلم لیگ کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں پر چھائی ہوئی شکوک وشبہات کی گرد صاف کی ہے یہ اس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جن کے بارے میں حلفاً کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے شریف خاندان سے انتہائی قربت کے باوجود ان سے کبھی ایک پائی بھی وصول نہیں کی ہے بلکہ ہمیشہ اہل اقتدار کے سامنے غیرت فقر کا مظاہرہ کیا ہے۔

Marfat.com

شیکسپیئر نے بڑی خوبصورت بات کہی تھی کہ "قوموں اور افراد کی زندگی میں ایک لہر آتی ہے اگر وہ اس پر سوار ہو جائیں تو کامیابی ان کا مقدر بن جاتی ہے وگرنہ دائمی رسوائی ان کا نصیبہ ٹھہرتی ہے" بارہ اکتوبر 1999ء کا دن مسلم لیگ کے لئے ایک ایسی ہی سیاسی لہر کا پیغام لیکر آیا تھا وہ وقت مسلم لیگیوں کی بیداری کا تھا لیکن بدقسمتی سے وہ فوجی بوٹوں سے مرعوب ہو کر کونوں کھدروں میں چھپنے لگے' اخبارات کی شہ سرخیاں کئی دنوں تک ان ناموں کو ترستی رہیں پہلے جو نام صفحہ اول کی زینت بنتے تھے۔ یعنی جب انقلاب کے دھارے کا رخ بدلنے کا وقت تھا تو یہ لمبی تان کر سو گئے۔

ان گھمبیر حالات میں ایک شخصیت ایسی تھی جو قومی اخبارات میں بیانات اور مختلف رسائل و جرائد میں انٹرویوز کے ذریعے لوگوں کو باور کروا رہی تھی کہ اے اہل وطن ہماری زمین بے آئین ہو چکی ہے۔ جمہوریت پر شب خون مار کر اسے دیس نکالا دے دیا گیا ہے۔ عوام کے منتخب وزیراعظم کو محبوس کر دیا گیا ہے۔ ان دنوں میری ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے عرض کی حضرت اس وقت بڑے بڑے لیگیوں نے کانوں میں روئی دے رکھی ہے' اور زبانوں کو قفل لگا رکھے ہیں آپ توپ کے سامنے بیٹھ کر توپچی کو نشانہ کیوں بنا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا' جس تحریک کے ساتھ انسان اچھے وقت میں وابستہ رہے مردانگی کا تقاضہ یہ ہے کہ مشکل وقت میں بھی اس کا ساتھ نہ چھوڑے۔ لیکن ادھر حال یہ تھا کہ جب آسمان سیاست کی فضا سازگار ہوئی' فوجی سربراہ نے سیاستدانوں کو تنقید اور پریس کو نکتہ چینی کی اجازت دی تو معطل قومی صوبائی اسمبلیوں کے لیگی اراکین نے ایسے بیانات داغنے شروع کر دیئے کہ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ فوجی حکومت کے خلاف نہیں بلکہ سقوط ڈھاکہ کا باعث بننے والے غداروں کے خلاف مورچہ زن ہیں۔ ان میں سے کچھ سابق لیگی وزراء

Marfat.com

اور ایم این ایز کی توپوں کے رخ تو براہ راست میاں نواز شریف کی طرف ہو گئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نواز شریف قیادت کا اہل نہیں تھا تو جب اس کی وزارت عظمیٰ کا آفتاب پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا تھا اس وقت اعجاز الحق، عابدہ حسین اور چوہدری شجاعت کی غیرت زنگ آلود کیوں ہو گئی تھی؟ اس وقت اس مفاداتی ٹولے کو سیاہ بھی سفید نظر آتا تھا اور آج جب ان کی قیادت پس دیوار زنداں ہے تو انہیں ''لیڈر شپ'' کی آنکھ کا تنکا بھی شہتیر نظر آتا ہے۔

جس شخصیت کا میں ذکر کر رہا ہوں کہ انہوں نے بارہ اکتوبر سے لے کر آج تک مسلم لیگ سے اپنی جماعتی وابستگی میں فرق نہیں آنے دیا ممکن ہے کہ کوئی شخص ان کے بارے میں بریف کیس پالیٹیکس کے حوالے سے سوءظن کا شکار ہو لیکن ان کا ماضی وحال گواہ ہے کہ ان کا دامن چشمے کے پانی کی طرح اجلا اور شفاف ہے انہوں نے حال ہی میں امریکہ سے لیکر فرانس اور ناروے تک اپنی دورے کے دوران مسلم لیگ کی عروق مردہ میں حیات نو دوڑادی ہے اور مسلم لیگ کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں پر چھائی ہوئی شکوک و شبہات کی گرد صاف کی ہے یہ اس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جن کے بارے میں حلفاً کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے شریف خاندان سے انتہائی قربت کے باوجود ان سے کبھی ایک پائی بھی وصول نہیں کی ہے بلکہ ہمیشہ اہل اقتدار کے سامنے غیرت فقر کا مظاہرہ کیا ہے یہ مسلم لیگ مشائخ ونگ پاکستان کے صدر اور مسلم لیگ کی مرکزی مجلس، عاملہ کے رکن پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب ہیں یہ اس عظیم مرد خدا آگاہ کے لخت جگر ہیں جن سے ملاقات کے لئے ایک مرتبہ سابق وزیراعظم میاں نواز شریف بھیرہ شریف آئے تو بھری محفل میں دوران تقریر کہنے لگے ''میں نے تنہائی میں پیر صاحب سے عرض کی ہے کہ میں سرکاری خزانے سے نہیں بلکہ اپنی اتفاق فونڈری سے آپ کے دینی جامعہ کے لئے کچھ رقم دینا چاہتا

Marfat.com

ہوں لیکن پیر صاحب نہیں مانے۔ اب میں سب کے سامنے گزارش کرتا ہوں کچھ نذرانہ قبول فرمالیا جائے'' یہ سن کر پیر محمد کرم شاہ الازہری اپنی سیٹ سے اٹھ کر فرمانے لگے۔ میاں صاحب آپ کا کام لوگوں کو غربت کی تنگیوں سے نکال کر خوشحال کرنا ہے انہیں پکی سڑکیں اور معیاری سکول فراہم کرنا ہے آپ وہ کام کریں میرا دینی ادارہ میرا رب چلا رہا ہے'' راقم الحروف عینی شاہد ہے کہ وقت کے حکمران کی نظریں جھک گئی تھیں اور اسے پتہ چل گیا کہ اہل دل کی بزم ابھی ابو ذر غفاریؓ کے وارثین اور صاحب استغناء لوگوں سے خالی نہیں ہوئی۔ ان کے صاحبزادے پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب نے بھی روایتی کی بجائے نظریاتی سیاست کی ہے۔ بھلا اہل فقر کا سیاست کی فسوں کاریوں سے کیا کام۔ لیکن وہ فرماتے ہیں جب میں چٹائی پر بیٹھ کر دیکھتا کہ اہل سیاست سامراجی خدا بن کر غریب مزارعوں کا استحصال کرتے ہیں تو میرا خون کھول اٹھتا ہے چنانچہ میں نے افلاس کی چکی میں پستے ہوئے غریبان چمن کو خونخوار استحصالی ہاتھوں سے بچانے کے لئے سیاست کے خارزار میدان میں مجبوراً آبلہ پائی کی ہے تاکہ اہل علاقہ کے دامن کو حقیقی خوشیوں سے معمور کیا جا سکے۔ پیر صاحب نے بارہ اکتوبر کے بعد بیرون ملک کے علاوہ اندرون ملک بھی مسلم لیگ کی مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں لیگیوں کے کمزور پہلوؤں پر کھل کر تنقید کی ہے یہ اہل سیاست کی محفل میں اہل دین کا بھی دفاع کرتے رہے ہیں چند دن قبل جناب احسن اقبال کی زیر صدارت اجلاس میں جب آپ مسلم لیگ کے ونگز کے صدور کو اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کی تجویز دے رہے تھے تو یوتھ ونگ کے صدر نے اٹھ کر کہا'' پیر صاحب آپ مسلم لیگ کو چھوڑیں آپ یہ بتائیں کہ آپ کے علامہ طاہر القادری اور قاضی حسین احمد اس وقت مسلم لیگ کے خلاف کیا کر رہے ہیں۔'' پیر صاحب فرمانے لگے'' میں اس اجلاس میں اہل مذہب کی پگڑیاں اچھالنے اور انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے نہیں آیا میرا سوال تو یہ ہے کہ

Marfat.com

جن لوگوں میں آپ نے وزارتیں بانٹی ہیں اور جو نواز شریف کے وزارت عظمیٰ کے دور میں کشکول گدائی پکڑے اس کا طواف کرتے رہے ہیں وہ آج اپنی قیادت کے خلاف زہر افشانی کیوں کر رہے ہیں؟

مسلم لیگ اس وقت جس داخلی کشمکش اور خارجی سیاسی چپقلش کا شکار ہے میرے نزدیک اسے ایسی باکردار سیاسی قیادت کی ضرورت ہے جو منتشر لیگیوں کو ایک پلیٹ فارم پر یکجا کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں اپنی پارٹی سے گہری وابستگی پر آمادہ بھی کر سکے۔ اس وقت اس مقصد کے لئے جن لیگیوں کے نام پیش ہو رہے ہیں ان کی تو اولادیں بھی شاید ان کے ساتھ نہ ہوں لیکن میں جس شخصیت کو تجویز کر رہا ہوں ان کے پاس ایک سنجیدہ علمی و سیاسی ٹیم ہے ان کے پاس ایک مضبوط مرکز ہونے کے علاوہ اندرون ملک و بیرون ملک ہزاروں تلامذہ اور لاکھوں مریدین کی شکل میں سربکف ورکرز ہیں اگر مسلم لیگ کی مرکزی مجلس عاملہ نے مسلم لیگ کے موجودہ مشائخ ونگ کے صدر پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب کو آنے والے بارہ اکتوبر تک مسلم لیگ کی نائب مرکزی قیادت کا فریضہ سونپ دیا تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے 2001ء مسلم لیگ کے سیاسی احیاء اور فکری نشاۃ ثانیہ کا سال ہوگا بصورت دیگر تو قیادت کی رہائی تک مسلم لیگ کے تانگے میں نصر اللہ کے یکے سے بھی کم سواریاں رہ جائیں گی کیونکہ آنے والے بارہ اکتوبر تک مسلم لیگ کے کئی ''سیاسی طیور'' نئے جماعتی آشیانوں میں زمزمہ سرائی کا منصوبہ بنا چکے ہیں۔

Marfat.com

بلدیاتی انتخابات کی اندرون خانہ کہانی، حقائق کی زبانی

کیونکہ دیسی اور ولایتی قیادتوں نے ہمیں پہلے ہی کافی چرکے لگائے ہیں اور قومی سیاست کا وجود ان چرکوں سے چھلنی چھلنی ہو چکا ہے یہاں آمریتوں کی کوکھ سے جمہوریتیں جنم لیتی رہی ہیں اور نام نہاد جمہوریتیں بدنما آمریتوں کو اپنے عمل سے دعوت اقتدار دیتی رہی ہیں بونے سیاستدان اقتدار کی زینت بنتے رہے ہیں لیکن اب اندازہ ہے کہ اگر حکومت نے مخلصانہ طریقے سے انتقال اقتدار کا عمل جاری رکھا تو کہا جا سکتا ہے اکیسویں صدی کا پاکستان خوشحال اور پائیدار ہوگا۔

Marfat.com

فوجی حکومت نے نچلی سطح تک اختیارات کے" Devolution of
Power to low level." کا منصوبہ بلدیاتی انتخابات کے انعقاد سے شروع کردیا ہے جس کا پہلا تجربہ لاڑکانہ سرگودھا اور ڈیرہ غازی خان ڈویژن میں ہونے والے انتخابات کی شکل میں قوم کے سامنے ہے ضلعی حکومتوں کے قیام کا مطالبہ بعض سیاستدان ایک عرصہ سے کرتے رہے ہیں میں خود فیڈریشن کا حامی ہونے کے باوجود ضلعی حکومتوں کے قیام کا داعی اور موید رہا ہوں کیونکہ اس طرح عوام کے مسائل آسان اور بہتر انداز میں حل ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں موجودہ بلدیاتی انتخابات اگرچہ غیر جماعتی ہیں لیکن ان سے پارٹیوں کی چھاپ نہیں اتر سکی کیونکہ سیاسی جماعتوں نے ہی اپنے اپنے گروپ تشکیل دے کر اپنے حامی امیدواروں کو سیاسی اکھاڑے میں اتارا ہے بلکہ سیاسی قیادتیں اپنے زیادہ سے زیادہ امیدواروں کی کامیابی کیلئے کیے گئے ووٹوں کی دوڑ میں بعض غیر متعلقہ کونسلرز اور ناظمین کو بھی جماعتی رنگ دے رہی ہے تاہم باقی لیڈروں کی نسبت عوامی تحریک کے چیئرمین علامہ طاہر القادری کے دعویٰ میں کافی وزن معلوم ہوتا ہے جو انہوں نے ایک پریس کانفرنس میں یہ کہہ کر کیا کہ تمام جماعتیں جتنے کامیاب امیدواروں کا اعلان کر رہی ہیں یا ان کی فہرستیں اخبارات کو جاری کر رہی ہیں اگر وہ قومی شناختی کارڈ سمیت اتنے ہی کامیاب امیدواروں کو پریس کلب میں لے آئیں تو میں انہیں دس لاکھ روپے کا انعام دوں گا اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو انہیں دس لاکھ روپے پریس کلب کو دینے ہوں گے۔قادری صاحب کا مزید کہنا ہے کہ عوامی تحریک نے سرگودھا اور ڈیرہ غازی خان ڈویژن میں سیاست کے بڑے بڑے بھگوانوں کے بت الٹ دیئے ہیں جبکہ لغاری

Marfat.com

صاحب اپنی جگہ خوش گمانی کا اظہار کر رہے ہیں کہ ''بلدیاتی انتخابات میں ملت پارٹی بڑی سیاسی قوت بن کر ابھری ہے'' حالانکہ تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ ڈیرہ غازی خان ڈویژن کے سوا پنجاب میں ملت پارٹی کا ووٹ تو در کنار اسے جاننے والے بہت کم لوگ ہیں۔ رہی تحریک انصاف تو اس کے اکا دکا امیدواوں کے سوا اکثریت انتخابی میدان میں دونوں شانے چت ہوگئی ہے۔ کیونکہ تحریک انصاف ''سٹریٹ پاور'' سے محروم ہے ادھر جماعت اسلامی کے انتخابی نتائج بھی ماضی کی نسبت ماٹھے رہے ہیں۔

اس وقت تمام سیاسی جماعتوں کی سرگرمیاں ''ڈرائینگ رومز اور میٹنگ ہالز میں جاری ہیں لیکن عوامی تحریک بیانگ دہل انتخابی معرکے میں اتری ہوئی ہے بلدیاتی انتخابات کے دوسرے مرحلے کا آغاز حکومتی شیڈول کے مطابق اکیس (21) مارچ کو ہوگا پروفیسر علامہ طاہر القادری صاحب نے عوامی رابطہ مہم کا آغاز بھی کر دیا ہے۔ جس میں انہوں نے سب سے پہلے ضلع گجرات کا انتخاب کیا ہے کیونکہ ان کے بقول گجرات فتح ہوگیا تو سارا ملک سرنڈر کر جائے گا قادری صاحب نے گجرات میں ایک دن میں اٹھارہ مقامات پر استقبالی جلسے جلوسوں سے خطابات کئے انہوں نے لالہ موسیٰ میں بہت بڑے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''میں نے بیرون ملک پاکستانیوں کو ازراہ مذاق کہا ہے کہ اگر ضلع گجرات میں بلدیاتی انتخابات میں ایک سیٹ بھی کسی اور جماعت نے حاصل کی تو میں سارے گجراتیوں کو یورپ سے باہر نکال دوں گا''۔

اندرون خانہ کہانی یہ ہے کہ اصولی طور پر جلسے جلوسوں پر پابندی ہونے کے باوجود عوامی تحریک کا بھرپور انتخابی مہم چلانا اور پنجاب پولیس کا نہ صرف باقاعدہ سیکیورٹی فراہم کرنا بلکہ ساری مہم میں ساتھ رہنا اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ حکومت نواز شریف اور بے نظیر کے سیاسی قتل کے بعد اب تیسری سیاسی قوت کو آگے لانا چاہتی ہے اگر

Marfat.com

امر واقعہ ایسا ہی ہے۔ تو یہ خوش آئند بات ہے کیونکہ نواز شریف اور بے نظیر دونوں دو دو مرتبہ آزمائے جا چکے ہیں۔ اور آزمائے ہوئے کو آزمانا بے وقوفی ہوتا ہے حدیث پاک ہے کہ ''مومن ایک بل سے بار بار نہیں ڈسا جا سکتا'' لیکن ہم ہیں کہ دو بار ڈسے جانے کے باوجود پھر بی بی اور بابو کے گن گا رہے ہیں بلکہ ہماری محترمہ تو تیسری بار ہمیں ڈسنے کیلئے پر تول رہی ہیں لیکن پاکستانی عوام اب مزید تجربوں کی متحمل نہیں ہو سکتی لہٰذا اگر حکومت تیسری سیاسی قیادت کو آگے لانا چاہتی ہے تو یہ عوام کی خیر خواہی ہو گی کیونکہ یہ قیادت صاحب علم ہونے کے ساتھ ساتھ باکردار بھی ہے۔ اس کا دامن کرپشن کے چھینٹوں سے پاک ہے۔ کیونکہ دیسی اور ولایتی قیادتوں نے ہمیں پہلے ہی کافی چرکے لگائے ہیں اور قومی سیاست کا وجود ان چرکوں سے چھلنی چھلنی ہو چکا ہے۔ یہاں آمریتوں کی کوکھ سے جمہوریتیں جنم لیتی رہی ہیں اور نام نہاد جمہوریتیں بدنما آمریتوں کو اپنے عمل سے دعوت اقتدار دیتی رہیں ہیں۔ بونے سیاستدان اقتدار کی زینت بنتے رہے ہیں لیکن اب اندازہ ہے کہ اگر حکومت نے مخلصانہ طریقے سے انتقال اقتدار کا عمل جاری رکھا تو کہا جا سکتا ہے اکیسویں صدی کا پاکستان خوشحال اور پائیدار ہو گا۔

دوسری طرف اہم اندرونی خبر یہ ہے کہ حکومت خود اپنے حمایتی امیدواروں کو بلدیاتی انتخابات میں کامیاب کروا رہی ہے خبر ہے کہ اسلام آباد کی ایک اہم شخصیت نے چاروں صوبوں سے اہم لوگوں کو بلوا کر بریفنگ دی ہے کہ بلدیاتی انتخابات میں جنرل پرویز مشرف کے حامی امیدواروں کو کامیاب کیا جائے اور جنرل پرویز مشرف حمایت تحریک بھی روز بروز پھیل رہی ہے سیاسی مبصرین کا کہنا ہے کہ موجودہ حکومت اختیارات کی حد تک مرکزیت اور مقامی حکومت کے قیام کے حوالے سے علاقائی سطح پر رابطے کیلئے ایک نیا ڈھانچہ بنا رہی ہے اس طرح مقامی سطح پر منتخب ہونیوالے لوگوں کی اکثریت نئے

Marfat.com

نظام سے ثمرات حاصل کرنے کیلئے فوجی حکومت کی حمایتی بن جائے گی اور فوجی حکومت کو لاکھوں افراد پر مشتمل ایک نئی ٹیم مل جائے گی جو منتخب ہوگی اور لوگوں کے ساتھ اس کا رابطہ بھی ہوگا اگر ان منتخب افراد کو اختیارات بھی مل گئے تو مقامی حکومت کے یہی انتخابات ماضی کے بلدیاتی انتخابات کی طرح سیاسی جماعتوں کو کمزور کر دیں گے کیونکہ سیاسی جماعتیں مقامی سطح پر اپنے کارکنوں سے محروم ہو جائیں گی اس طرح نئی مقامی قیادت سیاسی جماعتوں کیلئے چیلنج ثابت ہوگی کیونکہ ماضی میں ایسا تجربہ ہو چکا ہے یعنی 1979ء اور 1983ء کے بلدیاتی انتخابات میں کامیاب ہونے والے بہت سے لوگ جنرل ضیاء الحق کی حکومت کے مخالف تھے لیکن آہستہ آہستہ اپنی مجبوریوں اور مفادات کے تحفظ کی خاطر وہ امیدوار جنرل ضیاء الحق اور مسلم لیگ کے حمایتی بن گئے۔ پھر جنرل ضیاء الحق نے انہیں جنرل ایوب کی طرح اپنی سیاسی اٹھان کیلئے استعمال کیا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ مسلم لیگ کی تنظیم کی بنیاد ہی بلدیاتی انتخابات اور ان سے منتخب ہونے والے کونسلرز تھے۔

اگر جنرل پرویز مشرف حمایتی گروپ بھی اسی طرح کامیابی حاصل کرتا ہے یا منتخب نمائندوں کو اختیارات منتقل نہیں کئے جاتے تو پھر قوی خدشہ ہے کہ حقیقی جمہوریت اور عوامی قیادت کیلئے پاکستانی قوم کو مزید کئی سال انتظار کرنا پڑے گا لیکن میرے نزدیک وطن عزیز کے حق میں بہتر یہ ہوگا کہ حکومت اپنے وعدہ کے مطابق اختیارات کی نچلی سطح پر منتقلی بھی کر دے اور سیاسی جماعتوں کیلئے اقتدار کے دروازے بھی بند نہ کرے تاکہ عوام اپنے نئے مسیحا کا روپ دیکھ لیں شاید طویل موسم خزاں چھٹ جائے اور عوام کو باد فصل بہاری کا کوئی جھونکا نصیب ہو جائے۔

Marfat.com

غریب قوم کا امیرانہ جشن

یہ دیکھیں جس ملک میں شرح خواندگی 26 فیصد ہو، جو معاشی حوالے سے سر سے پاؤں تک قرضوں میں ڈوبا ہوا ہو، جس کی زمین بے آئین ہو چکی ہو، جس کی قومی اسمبلی 9 مرتبہ بچوں کے کھلونوں کی طرح ٹوٹ چکی ہو، جس کو اسلامی ترقیاتی بنک یہ کہہ کر قرضہ دینے سے انکار کر دے کہ اب تمہارے پاس گروی رکھنے کے لئے کوئی قومی اثاثہ نہیں ہے جس کی معیشت کو ورلڈ بنک کا گورنر پانی کے جوہڑ سے تشبیہ دے چکا ہو، جس کے ایٹمی پروگرام پر پابندی کے لئے امریکہ و مغرب متحد ہو چکے ہوں، جس کے قومی رہنماؤں کا انگ انگ کرپشن کی دلدل میں پھنس چکا ہو بھلا اس ملک کے باشندوں کو اس قدر شاہانا طرز سے جشن آزادی منانے کو کیسے جی چاہتا ہے؟

Marfat.com

ہر سال جوں جوں چودہ اگست قریب آتا جاتا ہے پاکستان کے بام ودر خوش رنگ جھنڈیوں بینروں اور لائٹوں سے چمک اٹھتے ہوتے ہیں' پورا پاکستان روشنیوں میں نہایا ہوا لگتا ہے' مایوسیوں کے سیاہ بادل چھٹنے لگتے ہیں اور پاکستان کے آنگن میں خوشیوں کے سویرے طلوع ہونے لگتے ہیں۔ جشن آزادی منانا زندہ قوموں کا حق ہوتا ہے۔ لیکن اس حق کی ادائیگی کا بھی ایک معیار ہے مثلاً چین ہم سے دو سال بعد آزاد ہوا تو اسے ٹھاٹھ باٹھ سے جشن آزادی منانے کا حق اس لئے بھی ہے کہ اس نے ہر شعبہ حیات میں گرانقدر ترقی کر کے اقوام عالم میں ایک منفرد مقام حاصل کیا ہے لیکن ہم نے گزشتہ ترپن سالوں میں کون سا اہم کارنامہ سرانجام دیا ہے جس کی بنا پر ہم جشن آزادی اس قدر دھوم دھام سے مناتے ہیں کہ اس پر ذاتی اور قومی دولت بے دریغ لٹاتے ہیں۔ جلسے ہوتے جلوس نکلتے ہیں 'دھواں دھار تقریریں ہوتی ہیں لیکن ان کا نتیجہ (Output) ترقی کی بجائے نجانے تنزلی کیوں نکلتا ہے؟

گزشتہ سال بھی چودہ اگست کی رات کو یہاں اسلام آباد کی سڑکوں پر بعض منچلوں اور منچلیوں نے وہ اودھم مچائے رکھا کہ ان کے قہقہوں' سیٹیوں' بے ہنگم ڈانس' فحش موسیقی اور بے ربط ہا ہو کی آوازوں نے فضا کو مترنم بنا رکھا تھا اس جشن کے سماں کو دیکھ کر مجھے ایسے لگا کہ ہم ایک ایسے ملک میں بستے ہیں جہاں کوئی شخص بھی دکھی نہیں ہے ریاستی ادارے مضبوط ہیں معیشت کی مضبوطی کا یہ عالم ہے کہ کوئی زکوٰۃ لینے والا ہی نہیں ملتا جمہوریت اپنی اصل پٹری پر رواں دواں ہے شرح خواندگی سو فیصد تک پہنچی ہوئی ہے مذہبی گلستانوں میں امن و آشتی کی بہار آئی ہوئی ہے بندہ مزدور کے تلخ اوقات فرحت و انبساط کی

Marfat.com

گھڑیوں میں بدل چکے ہیں کاش ایسا ہی ہوتا لیکن نکلئے اس خیالی جنت سے یہاں حال یہ تھا۔

غیرت نام ہے جس کا گئی تیمور کے گھر سے

ہر سال کی طرح اب بھی اسی جوش وخروش سے تیاریاں جاری ہیں۔آزادی کے جشن کی پروقار اور بامقصد تقریبات منعقد کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن جو کلچر ہمارے ہاں پنپ رہا ہے اسے روکنے کی اشد ضرورت ہے۔

قہقہے لگانے والے بھول جاتے ہیں کہ سپنے ٹوٹ کر بکھر بھی جایا کرتے ہیں اور اتنا مہنگا جشن منانے والوں کو خبر ہونی چاہیے کہ اس ملک کے چالیس فیصد افراد خط افلاس سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں باقی ساٹھ فیصد میں سے دو فیصد ''برگر فیملیز'' کو چھوڑ کر باقی اکثر ایسے خاندان ہیں جن کے جھونپڑوں میں غربت عریاں محو رقص ہے۔ریاستی اداروں کے عدم استحکام کا یہ عالم ہے کہ ملک کے تمام بڑے مالیاتی ادارے غیر ملکی قرضوں کے عوض گروی پڑے ہوئے ہیں بلکہ سٹیٹ بنک کے موجودہ گورنر ڈاکٹر عشرت کے بقول تو ہماری معیشت مائیکرو اور میکرو دونوں قسم کے محاذوں پر بدترین بحران سے دوچار ہے ملک پر غیر ملکی قرضوں کی مجموعی مالیت بڑھ کر 39 ارب ڈالر ہوگئی ہے جس پر 8.5 فیصد سالانہ شرح کی اوسط سے سود بھی ادا کرنا ہے تجارت میں خسارے کی مالیت تین ارب ڈالر تک پہنچ چکی ہے جبکہ برآمدات کی سالانہ مالیت 8 ارب اور درآمدات کی مالیت گیارہ ارب پر رک گئی ہے۔

جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے تو میں ذاتی طور پر بیشمار ایسے دیہاتی خاندانوں کو جانتا ہوں جن کے چاند جیسے بچے وسائل نہ ہونے کی وجہ سے سارا دن سکول جانے کی بجائے گلیوں میں گولیاں کھیل کر گزار دیتے ہیں۔ان کے جسموں پر لٹکتے چیتھڑے ان کی مفلوک الحالی کی چغلی کھا رہے ہوتے ہیں۔ان کے پاس بستہ ہو تو وردی سے محروم ہوتے ہیں۔اگر

Marfat.com

وردی مل جائے تو سکولوں کی بھاری بھرکم فیسیں پتھر کی دیوار کی طرح ان کے اور سکول کے دروازوں کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہیں میں نے ان کے ہاتھوں میں قسمت کی لکیریں دیکھنے کی کوشش کی تو افلاس کی تنگنائیوں نے وہ لکیریں بھی سکیڑ دی تھیں۔ میں اٹھ کھڑا ہوا کہ جس ملک میں ایک طرف "بیکن ہاؤس" اور دوسری طرف "کھڈا ہاؤس" جیسے تعلیمی ادارے ہوں وہاں سے "ٹیلنٹڈ رلیڈر شپ" نہیں ابھر سکتی۔ جشن آزادی ضرور منائیں لیکن یہ دیکھیں جس ملک میں شرح خواندگی 26 فیصد ہو، جو معاشی حوالے سے سر سے پاؤں تک قرضوں میں ڈوبا ہوا ہو، جس کی زمین بے آئین ہو چکی ہو، جس کی قومی اسمبلی 9 مرتبہ بچوں کے کھلونوں کی طرح ٹوٹ چکی ہو، جس کو اسلامی ترقیاتی بنک یہ کہہ کر قرضہ دینے سے انکار کر دے کہ اب تمہارے پاس گروی رکھنے کے لئے کوئی قومی اثاثہ نہیں ہے جس کی معیشت کو ورلڈ بنک کا گورنر پانی کے جوہڑ سے تشبیہ دے چکا ہو، جس کے ایٹمی پروگرام پر پابندی کے لئے امریکہ و مغرب متحد ہو چکے ہوں، جس کے قومی رہنماؤں کا انگ انگ کرپشن کی دلدل میں پھنس چکا ہو بھلا اس ملک کے باشندوں کو اس قدر شاہانہ طرز سے جشن آزادی منانے کو کیسے جی چاہتا ہے؟

سچی بات ہے کہ میں قوم کے بچوں اور بچیوں سے خوشیاں نہیں چھیننا چاہتا اور نہ ہی انہیں مایوسی کے غاروں میں دھکیلنا چاہتا ہوں بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ انہیں آگاہ کر دیا جائے کہ ایک تو ادھاری اور مصنوعی خوشیاں بسا اوقات ماضی کے سکون کو بھی غارت کر دیتی ہیں اور دوسرا یہ کہ چودہ اگست ناچنے کودنے اور رقص و سرور کی محفلیں برپا کرنے نہیں بلکہ تجدید عہد کا دن ہے اکیسویں صدی ہمارے دروازوں پر کھڑی دستک دے رہی ہے کہ تمہیں اقوام عالم میں برتر مقام حاصل کرنے کے لئے نئے عزم، ولولے اور جوش سے تعمیر وطن کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانا اور عظیم تر پاکستان کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنا ہوگا ورنہ

Marfat.com

بعض سابقہ قومی رہنماؤں نے اس ملک کو جس شکست و ریخت سے دو چار کیا ہے اسے دیکھ کر تو قائد اور اقبال کی روحیں اپنے اپنے مزاروں میں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں۔

کیا اس لئے تقدیر نے چنوائے تھے تنکے
بن جائے نشیمن تو کوئی آگ لگا دے

Marfat.com

چمن بچاؤ، غم آشیاں کا وقت نہیں

لیکن یہاں تو حال یہ ہے کہ کشکول توڑنے والے کاسہ گدائی پکڑے در در کی خیرات مانگنے کو تیار ہیں ادھر ہمارے وزراء قوم کے خون سے اپنے محلات کو روغن مہیا کرتے ہیں۔ یقین جانیے پاکستان بھوکا' ننگا ملک نہیں ہے اس کی مٹی سونا اگلتی ہے اس کے جنگلات میں دنیا کی قیمتی لکڑی پائی جاتی ہے زمین کی تہیں تیل اور گیس کے خزانوں سے بھری پڑی ہیں پاکستان میں مجموعی طور پر کسی چیز کی اگر کمی ہے تو وہ صرف اخلاص کی کمی ہے۔

Marfat.com

وطن عزیز پاکستان اس وقت جس اضطرابی صورت حال سے دوچار ہے وہ کسی بھی باشعور پاکستانی شہری سے مخفی نہیں، حکمرانوں کی نااہلی اتفاق و اتحاد کا فقدان، قومی یکجہتی کی تباہی، جان و مال کا عدم تحفظ اور قتل و غارتگری جیسے خونچکاں مناظر کسی بڑی تباہی کی طرف لے کر جا رہے ہیں۔ حکمرانوں کو اسلام اور پاکستان سے زیادہ اپنے اقتدار کا تحفظ عزیز ہے انہیں نفاذ شریعت سے بڑھ کر اپنی انا اور ساکھ پیاری ہے ملکی سرحدوں پر نئی صورت حال خطرے کا آلارم بجا رہی ہے۔ معاشی حوالے سے ہم پٹ کر رہ گئے ہیں۔ آئی۔ ایم۔ ایف اور ورلڈ بنک جیسے سامراجی خداؤں نے ہمیں قرضوں کی دلدل میں اتنا پھنسا دیا ہے کہ اقوام عالم ہمارا تماشا دیکھ رہی ہیں اگر ہم اپنے وجود کی بقا کیلئے دفاع کی بات کرتے ہیں۔ تو عالمی سود خور ہمیں ڈراتے دھمکاتے ہیں کہ خبردار اگر شور کیا تو تمہاری امداد اور قرضے روک دیئے جائیں گے اس طرح ہم نسل در نسل سود کے بوجھ تلے دبتے جا رہے ہیں کاش ان حالات مین کوئی غیرت مند حکمران ہوتا جو قوم کو پیٹ پر پتھر باندھنے کی ترغیب دلانے کیساتھ ساتھ خود بھی ایثار کشی کا مظاہرہ کرتا۔ لیکن یہاں تو حال یہ ہے کہ کشکول توڑنے والے کاسئہ گدائی پکڑے در در کی خیرات مانگنے کو تیار ہیں ادھر ہمارے وزراء قوم کے خون سے اپنے محلات کو روغن مہیا کرتے ہیں۔ یقین جانیے پاکستان بھوکا ننگا ملک نہیں ہے اس کی مٹی سونا اگلتی ہے اس کے جنگلات میں دنیا کی قیمتی لکڑی پائی جاتی ہے زمین کی تہیں تیل اور گیس کے خزانوں سے بھری پڑی ہیں پاکستان میں مجموعی طور پر کسی چیز کی اگر کمی ہے تو وہ صرف اخلاص کی کمی ہے۔

چلئے حکمرانوں کو چھوڑو وہ تو اقتدار کے نشے میں مست ہیں یہ کون لوگ ہیں جو اپنے حقوق کیلئے قلم چھوڑ ہڑتالیں کر رہے ہیں افسر شاہی اپنے مطالبات منظور کروانے کے

Marfat.com

لئے چور دروازے تلاش کر رہے ہے فوجی ریٹائرڈ بھی اپنی پنشن کے حصول کا واویلا مچا رہے ہیں ادھر سیاستدانوں کو دیکھو تو اپوزیشن کی تانگہ جماعتیں بھی احتجاجی سیاست کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں۔ ہمارے علماء کو دیکھو تو وہ بیچارے مسلکی مسائل کے پیچ وتاب میں الجھے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں کون ہے جو پاکستان کے حقوق کی جنگ لڑ رہا ہے یقیناً وطن عزیز کا خزاں رسیدہ چمن اس مالی کی تلاش میں ہے جو ذاتی مفادات پر لات مار کر اپنے خون جگر سے شجر پاکستان کی آبیاری کرنے والا ہو۔

پاکستان میں انقلاب کی دعویدار دو بڑی سیاسی مذہبی جماعتیں بھی سیاسی کھاڑے میں اتر کر ایسے ایسے کرتب دکھا رہی ہیں کہ انقلاب کی منزل کوسوں دور بھاگتی جا رہی ہے یہ جتنے لاکھوں کروڑوں روپے احتجاجی ریلیوں' مارچوں اور جلسے جلوسوں پر خرچ کر رہے ہیں اگر اخلاص ہو تو ان سے پاکستان کا آدھا قرضہ اتارا جا سکتا ہے۔ کیا کہیں اور کس سے کہیں کون سنتا ہے کون سمجھتا ہے۔

داستاں درد کی ہم کس کو سنائیں آخر
جس کو دیکھو وہی دیوار نظر آتا ہے

ان حالات میں ضرورت ہے کہ قومی راہنما سر جوڑ کر بیٹھیں اور سوچیں کہ کس طرح ملک کو قرضوں کی لعنت سے نجات دلائی جا سکتی ہے۔ وطن کے دفاع کو کیسے مضبوط اور ناقابل تسخیر بنایا جا سکتا ہے۔ یہ وقت نعرہ بازی کا نہیں' حکمت عملی کی ضرورت ہے تخریبی سیاست چھوڑیئے تعمیر وطن کیجئے موجودہ وقت میں وہی قوم کا مسیحا ہوگا جو قوم کو گمراہی' علاقائی اور جماعتی تعصبات کی آگ سے نکال کر امن' اتحاد اور یگانگت کی راہ دکھائے گا اکیسویں صدی خوشحال پاکستان کی منتظر ہے اٹھئے اب کام کا وقت ہے۔ سنبھلنے کا وقت ہے۔

چمن بچاؤ غم آشیاں کا وقت نہیں

Marfat.com

''ڈنگ ٹپاؤ'' پالیسی یا مستقل اصلاحی ایجنڈا

مجھے ماضی کی تلخ یادوں کو دہرانے کی ضرورت نہیں لیکن دیکھنا یہ ہے۔ کہ وہی وزیراعظم سیکرٹریٹ اب چیف ایگزیکٹوسیکرٹریٹ میں بدل چکا ہے۔ لیکن ان تعیّشات والی چیزوں میں سے کتنی چیزوں کو نیلام کر کے ان کی قیمت خزانے میں جمع کی گئی ہے یا غریبوں میں تقسیم کی گئی ہے؟ بلکہ اب بھی لاہور میں پنجاب کا گورنر ہاؤس 168 ایکٹر رقبے پر مشتمل ہے اگر اس گورنر ہاؤس کو ہی فروخت کر دیا جائے اور قیمت غرباء میں تقسیم کی جائے تو کتنے بے گھر لوگوں کو رات گذارنے کیلئے چھت نصیب ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

دو براعظموں پر پھیلی اسلامی ریاست کے سربراہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مدینہ کی ایک سڑک پر جا رہے ہیں دور پیچھے سے ایک آواز آئی "عمر" ٹھہریئے مجھے آپ سے ایک کام ہے امیر المومنین کے اٹھے ہوئے قدم رک جاتے ہیں پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک شخص دوڑتا ہوا آ رہا ہے جب آپ کے قریب پہنچا تو اس کی سانس پھولی ہوئی تھیں مگر اس نے انتہائی خود اعتمادی سے پوچھا امیر المومنین ذرا فرمایئے کہ آپ نے اپنے گورنرز اور افسران بالا کی تقرری کیلئے کون سی شرائط رکھی ہوئی ہیں امیر المومنین انگلیوں پر گن کر فرمانے لگے۔ جب میں کسی کو گورنر یا افسر مقرر کرتا ہوں تو انصار اور دوسرے لوگوں پر مشتمل ایک جماعت کو گواہ بنا کر اس شخص سے چار شرائط کی پابندی کا حلف لیتا ہوں کہ

(1) وہ عمدہ خچر پر سوار نہیں ہوگا (اس شرط کا اطلاق اگر دور حاضر پر کریں تو مراد یہ ہے کہ کوئی حکومتی کارندہ مرسڈیز، پجاروز اور لگژری گاڑیوں پر سفر نہیں کرے گا)

(2) وہ باریک کپڑے نہیں پہنے گا۔

(3) وہ چھنا ہوا آٹا نہیں کھائے گا۔

(4) اپنے دروازے پر دربان نہیں رکھے گا (یعنی کوئی حکومتی اہلکار سکیورٹی گارڈ رکھنے کا روادار نہیں ہوگا۔ اس وقت خلیفہ خود بھی باڈی گارڈ نہیں رکھتا تھا کیونکہ وہ عادل ہوتا تھا اور عادل بجز خدا کے کسی سے نہیں ڈرا کرتا)

جب امیر المومنین یہ شرائط گن چکے تو وہ شخص بڑے بیباکانہ انداز میں کہنے لگا امیر المومنین کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے گورنرز اور افسران ان شرائط پر عمل کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میری معلومات کی حد تک تو ایسا ہی ہے وہ کہنے لگا تو پھر آپ کی مقررہ کردہ یہ شرائط آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی سے نہیں بچا سکیں گی امیر المومنین بے ساختہ بولے کیا

Marfat.com

ہوا ہے؟ وہ شخص کہنے لگا کہ آپ کا مصر کا گورنر عیاض بن غنم باریک کپڑے پہنتا ہے اور اس نے اپنے گھر کے دروازے پر دربان بھی رکھا ہوا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً واپس آ کر اپنے سیکرٹری محمد بن مسلمہ کو جو افسران تک آپ کے پیغامات پہنچایا کرتا تھا فرمایا انتظامیہ کے کچھ افراد ساتھ لےلو اور مصر کے گورنر عیاض بن غنم کو جس حال میں پاؤ گرفتار کر کے میرے پاس لے آؤ جب محمد بن مسلمہ اپنی ٹیم کیساتھ مصر پہنچا تو واقعی عیاض کے دروازے پر دربان بھی تھا اور جب وہ باہر نکلے تو باریک قمیض پہنے ہوئے تھے محمد بن مسلمہ نے امیر المومنین کا حکم سناتے ہوئے ساتھ چلنے کو کہا تو وہ اصرار کرنے لگے کہ مجھے قبا پہن لینے دی جائے۔ انہوں نے کہا نہیں امیر المومنین کا حکم ہے کہ انہیں جس حال میں پاؤ گرفتار کر کے میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ وہ اسی حالت میں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو امیر المومنین نے موٹے اون کا ایک کرتہ منگوایا اور ساتھ ایک لاٹھی اور بکریوں کا ریوڑ بھی منگوایا پھر عیاض بن غنم سے فرمانے لگے تم گورنری کے لائق نہیں ہو یہ کرتہ پہنو یہ لاٹھی پکڑو اور بکریاں چرایا کرو اور شام کو ان کا دودھ خود بھی پیو اور راہ گیروں کو بھی پلایا کرو عیاض بن غنم لرز اٹھے اور کہنے لگے کاش اس وقت سے پہلے مجھے موت نے آلیا ہوتا۔

پوری دنیا میں ریاست مدینہ کے بعد اسلام کے نام پر بننے والی ریاست پاکستان میں پہلے نمبر پر تو وزیر اعظم سے لیکر کلرک تک تقرری کیلئے علم، تقویٰ، دیانت اور حب الوطنی کے نام کا کوئی معیار ہی نہیں اور اگر چند ٹوٹی پھوٹی شرائط ہیں بھی تو نہ صرف یہ کہ ان کی پرواہ نہیں کی جاتی بلکہ ان کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں کیونکہ اگر ایسی شرائط ہوتیں تو آج پاکستان کی ایک منتخب وزیر اعظم اشتہاری ہونے کی بنا پر سمندر پار دیار غیر میں جبکہ دوسرا بھاری مینڈیٹ کا حامل وزیر اعظم جیل کی سلاخوں کے پیچھے زندگی نہ گزار رہا ہوتا۔ حکمرانوں اور بیوروکریسی

Marfat.com

کے وی' آئی' پی کلچر نے اس ملک سے امن' خوشحالی اور دولت کی مساویانہ تقسیم کو اس طرح ختم کر دیا ہے کہ اب وطن عزیز کی 56 فیصد آبادی پینے کے پانی سے محروم جبکہ 7 فیصد آبادی تعلیم سے محروم اور 60 فیصد آبادی صحت کی بنیادی سہولتوں سے محروم ہے۔ روٹی کپڑا' چادر اور چار دیواری کا مسئلہ الگ ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ذرائع آمدن منجمد ہو گئے ہیں' یا وسائل نہیں ہیں؟ سب کچھ ہے صرف وجہ یہ ہے کہ چند استحصالی اور خونخوار ہاتھوں نے پورے ملک کی دولت کو اپنے ہاں سمیٹ رکھا ہے اس ملک میں بیوروکریسی کی عیاشیاں تو ایک طرف رہیں خود وزیراعظم ہاؤس کا روزانہ کا خرچ 70 لاکھ روپے رہا ہے جبکہ صدر محترم پر ہر روز 30 لاکھ خرچ ہوتے رہے وزیراعظم کے آفس میز کی قیمت 275484 روپے جبکہ چائے کی میز کی مالیت 209900 روپے تھی۔ کھانے کے کمرے کا فرنیچر ایک کروڑ روپے کا تھا جبکہ وزیراعظم کے دفتر کو آراستہ کرنے پر دس کروڑ روپے خرچ کیئے گئے اور تین جہاز وزیراعظم کے زیر استعمال رہے اور ساتھ یہ اعلان بھی کیا جاتا رہا کہ ہم عنقریب اس ملک میں اسلامی شریعت نافذ کر دیں گے۔ مجھے ماضی کی تلخ یادوں کو دہرانے کی ضرورت نہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہی وزیراعظم سیکرٹریٹ اب چیف ایگزیکٹو سیکرٹریٹ میں بدل چکا ہے لیکن ان تعیشات والی چیزوں میں سے کتنی چیزوں کو نیلام کر کے ان کی قیمت خزانے میں جمع کی گئی ہے یا غریبوں میں تقسیم کی گئی ہے؟ بلکہ اب بھی لاہور میں پنجاب کا گورنر ہاؤس 168 ایکٹر رقبے پر مشتمل ہے اگر اس گورنر ہاؤس کو ہی فروخت کر دیا جائے اور قیمت غرباء میں تقسیم کی جائے تو کتنے بے گھر لوگوں کو رات گذارنے کیلئے چھت نصیب ہو سکتی ہے۔ وزراء اور افسران بالا کے گل شرے اس کے علاوہ ہیں یہ اس ملک کے وی آئی' پی لوگوں کا کلچر ہے جہاں 37 فیصد لوگ غربت کی لیکر سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں اور جہاں باصلاحیت نوجوان ہاتھوں میں ماسٹرز کی ڈگریاں تھامے دربدر کی ٹھوکریں کھا

Marfat.com

رہے ہیں اور شہری آئے روز تنگدستی' بے روزگاری اور غربت کی وجہ سے خودسوزیاں اور خود کشیاں کرر ہے ہیں۔

جنرل پرویز مشرف بارہا مرتبہ کہہ چکے ہیں کہ جن حالات میں میں نے عنان حکومت سنبھالی ہے ان میں کسی کمزور دل شخص کا پہلا ردعمل یا تو یہ ہوسکتا تھا کہ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جائے یا پھر ''ڈنگ ٹپاؤ'' پالیسی پر عمل پیرا ہو کر مسائل و معاملات کو جوں کا توں رہنے دے لیکن میں اور میری ٹیم نے مسائل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں مستقل اور دیرپا بنیادوں پر حل کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے جنرل پرویز مشرف کی یہ باتیں کتنی ہی سچی کیوں نہ ہوں اور ان کا ایجنڈا کتنا ہی اصلاحی کیوں نہ ہو لیکن بہر حال انہیں اور ان کی ٹیم کو اپنے ذاتی معاملات میں سادگی اختیار کرنی چاہیے سیکرٹریوں اور ملازمین کی فوج ظفر موج ختم کیئے بغیر قیمتی گاڑیوں اور محلات نما رہائش گاہوں سے نجات حاصل کیئے بغیر اصلاح احوال کا کوئی بھی ایجنڈا پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکے گا۔ کیونکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ ''الناس علیٰ دین ملوکھم ''یعنی لوگ اپنے بادشاہوں کے دین (طریقہ) پر ہوتے ہیں اگر بادشاہ کرپٹ ہوگا تو اس کے پیروکاروں کے پیٹ بھی کرپشن سے پھولے ہوئے ہونگے لیکن اگر بادشاہ عادل' سادہ طرز زندگی اختیار کرنے والا اور اپنی رعایا سے محبت کرنے والا ہوگا تو پھر عوام میں بھی علم' مساوات اور خوشحالی کا دور دورہ ہوگا یہ صرف نظری مقولا ہی نہیں ہے بلکہ مصدقہ تاریخی حقیقت ہے کہ جب دو براعظموں کا مالک حکمران چودہ چودہ پیوند لگے کپڑے پہنتا تھا تو رعایا کا بھی یہ حال تھا کہ سونے سے لدی ہوئی عورت رات کی تاریکی میں سفر کرتی لیکن اسے کسی راہزن کا خوف دامن گیر ہوتا اور نہ کسی اوباش اچکے کا بلکہ وہ اپنائیت کے ماحول میں سفر کرتی اپنی منزل تک پہنچ جایا کرتی تھی۔ لیکن جہاں دولت صرف چندلوگوں کی ''پاکٹ منی'' بن چکی ہو تو اس ملک میں خوشی محمد بروہی

Marfat.com

جیسے لوگ اپنے خاندان کے بیس افراد کی زندگی بچانے کیلئے اپنی ہی لختِ جگر ''زہرہ'' کو بیچنے کیلئے بازار آ جایا کرتے ہیں قبل اس کے کہ غربت و افلاس اور معاشی بدحالی کے ستائے ہوئے باقی خوشی محمد بروہی بھی اپنی پیاری پیاری بیٹیوں کی بولی لگانے کیلئے بازاروں میں آ جائیں جنرل پرویز مشرف ان کی نیشنل سیکورٹی کونسل کے ممبران اور گورنرز سمیت قومی و صوبائی وزراء کو خود بھی سادہ طرزِ زندگی اختیار کرنے کیساتھ ساتھ ضرورت سے زائد دولت اور مکانات امیروں سے چھین کر غریبوں میں تقسیم کر دینے چاہئیں۔ تاکہ وہ جنرل امجد کی نیب کے سامنے سرخرو ہونے کیساتھ ساتھ قیامت کے دن رب کریم کی عدالت کے کٹہرے میں پیشی کے وقت بھی جوابدہ ہو سکیں۔

Marfat.com

ترپن سالوں میں اقتدار کی میوزیکل چیئر پر چہروں کی تبدیلی کی سنسنی خیز کہانی

عظیم تر پاکستان اک ادھورا خواب

سیاست کی دیوی پر چند بازی گر سیاستدان ہی فریفتہ رہے اور اقتدار کی میوزیکل چیئر پر بھی گنے چنے گماشتے چہرے بدل بدل کر نغمہ سرا رہے۔ انہوں نے عوام کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور عوام کی آنکھوں میں مٹی جھونک کر کبھی جمہوریت تو کبھی آمریت کے روپ میں اقتدار کے مزے لوٹے اس ملک میں خاندان بدلے 'انداز و اطوار حکومت بدلے' چہرے بدلے' بلکہ جنس بھی بدلی لیکن نظام نہ بدلنا تھا نہ بدل سکا کراچی سے خیبر تک عوام کا اس بات پر اجماع رہا کہ فرنگی نظام بدلو لیکن حکمرانوں کا اس کے خلاف اجماع رہا کہ باقی سب کچھ بدلیں گے یعنی استحصال کے انداز بدلیں گے' انداز اقتدار بدلیں گے غریبوں کی رگوں میں دوڑنے والے خون کو چوسنے کیلئے معاشی خوشحالی کے نام پر نئے نئے پیکجز بدلیں گے اور رشوت کے اطوار بدلیں گے لیکن نظام نہیں بدلیں گے اور اگر نظام نہ بدلا جائے تو صرف نام بدلنے سے کیا ہوتا ہے۔ کیونکہ

بدلنا ہے تو مئے بدلو' نظام میکشی بدلو
وگرنہ ساغر و مینا کے بدل جانے سے کیا ہوگا

Marfat.com

قیام پاکستان کو نصف صدی سے زیادہ عرصہ بیت چکا ہے اس کے قیام کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ایک آزاد اسلامی ریاست کے نظام سیاست' معیشت' اور معاشرت میں اسلام کے عطا کردہ راہنما اصولوں کی بنیاد رکھ کر اسے ریاست مدینہ کا کامل متبع بنایا جائے گا یہی ہندوستان کی تقسیم کے جواز کی دلیل تھی۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ نے 13 مارچ 1948ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں خطاب کرتے ہوئے یہی بات کہی تھی کہ ''ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کیلئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو اپنا سکیں'' ایک اور مقام پر 1948ء کو قائداعظم نے اپنے ایک بیان میں فرمایا'' ہر وہ چیز جو مفاد اسلامی کے خلاف ہو روئے زمین کی کوئی طاقت مجھے اس کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتی میں کوئی ایسی تجویز قبول نہیں کروں گا۔ جو مقصد پاکستان کیلئے ضرر رساں ہوگی''۔

یہی وجہ تھی کہ مخلص قیادت کے یقین محکم کی بناء پر اور مجاہد صفت ساتھیوں کی شبانہ روز کاوشوں کے نتیجے میں نقشہ اقوام عالم پر ایک آزاد اسلامی ریاست جلوہ گر ہو گی لیکن تقدیر کے فیصلوں سے مجال فرار ممکن نہیں قائداعظم کے وصال کے بعد چند مخصوص افراد کو چھوڑ کر باقی فرنٹ لائن لیڈر شپ کے لوگ تنکا تنکا جمع کر کے بنائے جانے والے چمن کو اجاڑنے کے درپے ہو گئے بھلا اگر مکین ہی راہزن سے ملا ہوا ہو تو مکان کی حفاظت کون کرے گا۔ ایک طرف فیوڈلسٹس طبقہ نے پاکستان کو ذاتی جاگیر سمجھ کر لوٹا تو دوسری طرف کیپٹلسٹس (سرمایہ دار) نے اس ملک کو اپنا کارخانہ بنائے رکھا اس پر مستزاد یہ کہ جب بھی جمہوریت کا پودا اپنی کونپلیں نکالنے لگا تو مارشل لاء کے منحوس سائے نے پھر اسے مرجھا دیا اس طرح اداروں کی تباہی کا عمل ابتداء ہی سے شروع ہو گیا تھا معیشت کبھی نہ سدھر سکی اور ملکی خزانہ چند

Marfat.com

ہاتھوں میں گردش کرتا رہا۔ سیاست کی دیوی پر چند بازی گر سیاستدان ہی فریفتہ رہے اور اقتدار کی میوزیکل چیئر پر بھی گنے چنے گماشتے چہرے بدل بدل کر نغمہ سرا رہے انہوں نے عوام کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور عوام کی آنکھوں میں مٹی جھونک کر کبھی جمہوریت تو کبھی آمریت کے روپ میں اقتدار کے مزے لوٹے اس ملک میں خاندان بدلے' انداز و اطوار حکومت بدلے' چہرے بدلے' بلکہ جنس بھی بدلی لیکن نظام نہ بدلنا تھا نہ بدل سکا کراچی سے خیبر تک عوام کا اس بات پر اجماع رہا کہ فرنگی نظام بدلو لیکن حکمرانوں کا اس کے خلاف اجماع رہا کہ باقی سب کچھ بدلیں گے یعنی استحصال کے انداز بدلیں گے' انداز اقتدار بدلیں گے غریبوں کی رگوں میں دوڑنے والے خون کو چوسنے کیلئے معاشی خوشحالی کے نام پر نئے پیکج بدلیں گے اور رشوت کے اطوار بدلیں گے لیکن نظام نہیں بدلیں گے اور اگر نظام نہ بدلا جائے تو صرف نام بدلنے سے کیا ہوتا ہے۔ کیونکہ

بدلنا ہے تو مئے بدلو' نظام میکشی بدلو
وگرنہ ساغر و مینا کے بدل جانے سے کیا ہوگا

اس ملک میں لیلائے اقتدار کے پرستاروں کی کمی نہیں رہی کچھ لوگ اقتدار کی روایتی رسہ کشی کے ذریعے بڑے جتن کر کے اقتدار کی ''ہیر'' سے بغلگیر ہوئے تو کچھ لوگ حادثاتی طور پر بھی اقتدار کے چرنوں کی زینت بنے اور کچھ نے راتوں کے اندھیروں میں کرسی اقتدار پر شبخون مار کر زمام حکومت سنبھالی لیکن آیئے ان چہروں کو پہنچانیں جو پاکستانی عوام کی تقدیر سے کھیلتے رہے جنہوں نے نوجوان نسل کی صلاحیتوں کا خون کیا۔ جو گھر کے بھیدی بن کر اس میں نقب زنی کرتے رہے جنہوں نے امیدوں کی لہلہاتی فصل کو اجاڑا' جو آرزوؤں اور جذبات کے چمن کو لوٹتے رہے' جنہوں نے قائد کی روح کو تڑپایا اور اقبال کے خوابوں کے جزیرے کو آگ لگادی ان میں کچھ لوگ امپورٹڈ کچھ باوردی' کچھ سول کپڑوں

Marfat.com

میں تو کچھ میک اپ کے روپ میں نسوانی لباس میں تھے لیکن کام تقریباً سب کا ملتا جلتا تھا۔

پارلیمانی نظام حکومت کی ایک سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں ایک صنم اکبر جس کو وزیر اعظم کہتے ہیں اس کے نا اہل ہو جانے یا کرپٹ ہو جانے کی وجہ سے اقتدار سے علیحدگی کی صورت میں اس کی پوری کابینہ کو اقتدار سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں کچھ ایسا ہی کھیل پاکستان میں کھیلا گیا۔

قیام پاکستان کے چھ سال بعد مارچ 1953ء میں گورنر جنرل غلام محمد نے مسلم لیگ پر کاری ضرب لگاتے ہوئے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین کو برطرف کے ملک میں پہلا مارشل لاء نافذ کیا اور بعد میں محمد علی بوگرہ کو باہر سے بلا کر وزیر اعظم بنا دیا 1954ء میں دستور کی تدوین اپنے آخری مراحل میں تھی کہ 24 اکتوبر 1954ء کو گورنر جنرل غلام محمد نے قومی اسمبلی توڑنے کی ابتداء کر دی انہوں نے الزام لگایا کہ اسمبلی اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہی تھی۔ اس لئے اسے برطرف کر دیا گیا گورنر جنرل کو بری فوج کے سربراہ جنرل ایوب کی مکمل حمائیت حاصل تھی۔

قومی اسمبلی کے سپیکر مولوی تمیز الدین کو ان کی سرکاری رہائش گاہ سے بے دخل کر کے ان کا سامان سڑک پر پھینک دیا گیا لیکن بعد میں فروری 1955ء میں سندھ ہائیکورٹ کے فل بنچ نے متفقہ طور پر اسمبلی توڑنے کے حکم کو کالعدم قرار دیکر اسمبلی بحال کر دی۔ لیکن 21 مارچ 1955ء کو چیف جسٹس منیر کی سربراہی میں سپریم کورٹ نے دوبارہ گورنر جنرل غلام محمد کے اسمبلی توڑنے کے اقدام کو درست قرار دیکر دوبارہ اسمبلی معطل کر دی۔

مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے 28 فروری 1956ء کو نئی اسمبلی نے ملک کا دستور منظور کر لیا لیکن اب کے نفاذ میں تاخیر سے کام لیا جاتا رہا۔ بعد ازاں حکومت نے مارچ 1959ء میں الیکشن کرانے کا اعلان کر دیا لیکن 17 اکتوبر 1958ء کو الیکشن کے نفاذ

Marfat.com

سے قبل ہی اسکندر مرزا نے پھر اسمبلی توڑ دی اس طرح 1956ء کا دستور جو نو سال کی جدو جہد کے بعد بن سکا تھا اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ سیاسی جماعتوں پر پابندی عائد کر دی گئی۔ اخبارات پر سنسر عائد کر دیا گیا بنیادی حقوق معطل کر دیئے گئے اور بری فوج کے سربراہ جنرل ایوب نے اسکندر مرزا کو برطرف کر کے ملک پر دوسری مرتبہ مارشل لاء نافذ کر دیا بعد میں 1962ء میں جنرل ایوب نے اپنا من مانا دستور مسلط کر دیا جسے کسی منتخب اسمبلی نے نہیں بلکہ نامعلوم افراد نے تیار کیا تھا یہ صدارتی طرز کا دستور تھا کل اختیارات صدر کے ہاتھوں میں مرتکز تھے اور جمہوریت کو دیس نکالا دینے کیلئے بنیادی جمہوریت کا نظام رائج کیا گیا۔

1964ء میں بنیادی جمہوریت کے تحت الیکشن ہوا جس میں جنرل ایوب کے مقابلے میں محترمہ فاطمہ جناح کھڑی ہوئیں لیکن جنرل ایوب نے دھاندلی اور پروپیگنڈہ کے ذریعے فاطمہ جناح کے مقابلے میں کامیابی حاصل کر لی اس طرح 150 ارکان پر مشتمل تیسری قومی اسمبلی وجود میں آئی جسے 80 ہزار بی ڈی ممبروں نے منتخب کیا تھا ان انتخاب میں بڑے پیمانے پر خرید و فروخت ہوئی اور ہارس ٹریڈنگ کی بنیاد رکھی گئی جنرل ایوب کا دور مجموعی طور پر مایوسیوں کا دور تھا اسی دور میں فوج کو مکمل سیاست میں ملوث کر دیا گیا یہ وہی حالات تھے جن میں مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمان نے مسلم لیگ چھوڑ کر اپنی الگ جماعت عوامی لیگ بنالی تھی اور چھ نکات پر مشتمل مطالبات سامنے آئے بنیادی طور پر یہ علیحدگی کی تحریک تھی لیکن مشرقی پاکستان میں احساس محرومی کی بنیاد پر اسے بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔

حالات کا رخ دیکھ کر ذوالفقار علی بھٹو نے صدر ایوب سے علیحدگی اختیار کر کے اکتوبر 1967ء میں اپنی الگ جماعت پاکستان پیپلز پارٹی بنالی اور روٹی کپڑا اور مکان کا

Marfat.com

پرکشش نعرہ لگاکر غریب عوام کو اپنے فریب سحر میں گرفتار کرلیا۔

اس دوران سیاسی جماعتوں نے بحالی جمہوریت کی تحریک چلائی جس سے جنرل ایوب کا تخت اقتدار متزلزل ہو گیا فروری 1969ء میں جنرل ایوب کی بلائی گئی گول میز کانفرنس ناکام ہوگئی اس طرح گیارہ سال اقتدار میں رہنے کے بعد جنرل ایوب نے اقتدار کی مالا جنرل یحییٰ کے گلے میں ڈال دی۔ جنرل یحییٰ نے مارچ 1969ء میں تیسری مرتبہ قومی اسمبلی توڑ کر ملک پر پھر مارشل لاء مسلط کر دیا اور پھر وہی ٹوپی ڈرامہ شروع ہو گیا ملک بننے کے 23 سال بعد پہلی مرتبہ مارشل لاء حکومت کے تحت 1970ء میں انتخابات ہوئے جن میں مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ اور مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی کامیاب ہوئی بعد ازاں جنرل یحییٰ نے اسمبلی کا اجلاس بلانے میں تاخیر کی پھر ڈھاکہ میں جب اجلاس طلب کیا تو مسٹر بھٹو نے برملا کہا کہ جو اجلاس میں شرکت کرے گا میں اس کی ٹانگیں توڑ دوں گا“ اس دوران وہاں فسادات پھوٹ پڑے اور 1971ء میں فوجی ایکشن شروع ہوا عوامی لیگ غیر قانونی قرار دے دی گئی بھارتی فوج کو مداخلت کا موقع مل گیا پاکستانی فوج کو پسپائی ہوئی دسمبر 1971ء میں حکمرانوں کی نااہلیوں کی بنا پر ملک دو ٹکڑے ہو گیا۔

جنرل یحییٰ نے مغربی پاکستان میں 20 دسمبر 1971ء کو اقتدار مسٹر بھٹو کے حوالے کر دیا بھٹو نے چوتھی مرتبہ ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا اور خود سویلین مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر بن گیا۔ مسٹر بھٹو نے تمام ابتدائی اصطلاحات مارشل لاء کے تحت کیں اور اکثریت کے باوجود اسمبلی کا اجلاس نہیں بلایا اپریل 1972ء میں اپنا نیا دستور یہ کہہ کر اسمبلی سے منظور کرالیا گیا کہ اگر اس کو منظور نہ کیا گیا تو مارشل لاء نافذ رہے گا۔ اس دستور میں بھی کلی اختیارات بھٹو کے ہاتھوں میں تھے جس نے دستور منظور ہونے کے بعد صدر کا عہدہ سنبھال لیا ملک کے سامنے اہم ترین مسئلہ پھر دستور کی تدوین کا تھا اپوزیشن کی دینی و سیاسی جماعتوں

Marfat.com

نے مل کر تحریک چلائی اور ایسی دستور بندی کی جو سب کے لئے قابل قبول ہو چنانچہ 1973ء کو ملک کا نیا دستور منظور کر لیا گیا لیکن دستور پر عمل کرنے کی بجائے اگلے ہی دن ملک میں ایمرجنسی نافذ کر کے دستور اور بنیادی حقوق معطل کر دیئے گئے سندھ میں لسانی فسادات شروع ہو گئے اس طرح مسٹر بھٹو کا دور اس کے وعدوں کے برعکس بدترین ظالمانہ بحرانوں کا دور تھا۔

جنوری 1977ء میں مسٹر بھٹو نے قبل از وقت الیکشن کرانے کا اعلان کر دیا پی پی پی کے مقابلے میں قومی اتحاد وجود میں آیا پورے ملک میں اس اتحاد کو بے پناہ پذیرائی ملی لیکن دھاندلی کے ذریعے وزیر اعظم بھٹو اور چاروں صوبوں کے وزراء اعلیٰ کو بلا مقابلہ منتخب کروالیا گیا اس کے خلاف پورے ملک میں تحریک چلی جس کو دبانے کیلئے لاہور اور کئی بڑے شہروں میں ایمرجنسی نافذ کر دی گئی نتیجہ حکومت پی این اے کے درمیان مذاکرات شروع ہوئے جو نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکے اور اس طرح 5 جولائی 1977ء کو جنرل ضیاء الحق نے چوتھی بار اسمبلی توڑ کر پھر مارشل لاء نافذ کر دیا انہوں نے وعدہ کیا کہ نوے دن میں الیکشن کروا کر اقتدار ملک کے منتخب نمائندوں کے حوالے کر دیا جائے گا لیکن الیکشن کا اعلان کر کے اسے ملتوی کیا جاتا رہا اس دوران ایم' کیو' ایم جئے سندھ الذوالفقار جیسی تنظیمیں وجود میں آئیں۔ نوے دن میں الیکشن کروانے والے جنرل ضیاء الحق نے 1985ء میں غیر جماعتی انتخابات کروائے اسمبلی وجود میں آ گئی۔ محمد خان جونیجو وزیر اعظم بن گئے جنرل ضیاء الحق نے اسمبلی سے ایسی دستوری ترامیم منظور کروالیں جن سے اسمبلی توڑنے اور وفاقی حکومت برطرف کرنے کا اختیار بھی صدر کو مل گیا اس دوران سندھ میں بدامنی کا لاوا پھٹ پڑا چنانچہ ایم' کیو ایم کے قائد الطاف حسین نے حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے زبردست تحریک چلائی کہ مہاجروں کو آئینی تحفظ دیا جائے اور انہیں پانچویں قومیت تسلیم کیا جائے اس تحریک

Marfat.com

کے نتیجے میں نومبر 1987ء میں اسے بلدیاتی انتخابات سے بڑی کامیابی حاصل ہوئی اس دوران ملک میں حالات مزید بگڑ گئے جنرل ضیاء الحق اور وزیر اعظم محمد خان جونیجو کے درمیان اختلافات کی خلیج وسیع ہو گئی حتی کہ صدر نے پانچویں مرتبہ 30 مئی 1988ء کو پھر قومی اسمبلی توڑ دی لیکن پھر خود ضیاء الحق 17 اگست 1988ء کو ہوائی جہاز کے ایک حادثے میں اچانک جاں بحق ہو گئے تو اس طرح کل 18 سال بعد نومبر 1988ء میں جماعتی بنیادوں پر الیکشن ہوئے الیکشن سے قبل اکتوبر 1988ء کو آٹھ جماعتوں پر مشتمل اسلامی جمہوری اتحاد وجود میں آیا انتخابات کے نتیجے میں مرکز میں پی پی پی کو سب سے زیادہ نشستیں ملیں اس طرح دسمبر 1988ء میں بے نظیر بھٹو ملک کی پہلی خاتون وزیر اعظم بن گئی بے نظیر کے اقدامات بھی غیر جمہوری تھے جن کی وجہ سے کچھ عرصہ بعد صدر اسحٰق اور بے نظیر کے درمیان اختلافات بڑھنے لگے جن کے نتیجے میں صدر اسحٰق نے چھٹی بار چھ اگست 1990ء کو پھر قومی اسمبلی توڑ دی اکتوبر 1990ء میں الیکشن ہوئے اس بار نواز شریف ملک کے وزیر اعظم بن گئے قومی اسمبلی میں انہیں 78 فی صد نشستیں ملیں صوبہ پنجاب میں 240 میں سے صرف دس نشستیں اپوزیشن کے پاس تھیں نواز شریف نے سندھ میں ایم کیو ایم کو حکومت میں شامل کر لیا اور مرکز میں اپنی اکثریت پر بھروسہ کرتے ہوئے آئی جے آئی (اسلامی جمہوری اتحاد) کو توڑ دیا شدید بدامنی اور افراتفری کی وجہ سے سندھ کے علاقوں میں جون 1992ء میں فوجی ایکشن شروع کیا گیا۔

نواز شریف اور صدر اسحٰق کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے چنانچہ صدر غلام اسحٰق خان نے 19 اپریل 1993ء کو اپنے دور صدارت میں دوسری مرتبہ اور مجموعی طور پر ساتویں مرتبہ پھر قومی اسمبلی توڑ دی۔ سپریم کورٹ نے مئی 1993ء میں نواز حکومت اور اسمبلی کو بحال کر دیا لیکن عملاً نواز شریف کی حکومت اسلام آباد تک محدود رہی ادھر پاکستان

Marfat.com

پیپلز پارٹی نے کہا کہ ہمارے کارکن لانگ مارچ کر کے اسلام آباد کا گھراؤ کریں گے۔ چنانچہ آرمی چیف نے 18 جولائی 1993ء کو صدر کو ایڈوائز دی کہ اسمبلی توڑ دیں اس طرح پھر اسمبلی توڑ دی گئی پھر اکتوبر 1993ء میں دوبارہ انتخابات ہوئے اور بے نظیر دوسری مرتبہ وزیراعظم بن گئی نومبر 1993ء کو بے نظیر نے وسیم سجاد کو ہٹا کر اپنی پارٹی سے فاروق لغاری کو ملک کا صدر بنا دیا اس دفعہ پی پی کو ایوان میں دس گیارہ ووٹوں کی اکثریت حاصل تھی حکومت کی ہمہ جہت عدم کارکردگی دیکھ کر دینی و سیاسی جماعتوں نے حکومت کے خلاف زبردست تحریک چلائی جس کے نتیجے میں جماعت اسلامی کے کچھ کارکن مارے گئے ادھر صدر لغاری بھی حکومت کی بکار کردگی سے نالاں تھے چنانچہ پیپلز پارٹی کے منتخب کردہ صدر نے 5 نومبر 1996ء کو بے نظیر حکومت برطرف کر کے آٹھویں مرتبہ پھر قومی اسمبلی توڑ دی اس کے بعد فروری 1997ء کو نئے انتخابات کرائے گئے جن کے نتیجے میں 3 فروری 1997ء کو نواز شریف کو انتخابات میں بھاری مینڈیٹ حاصل ہوا مرکز میں نواز شریف وزیراعظم بنے جبکہ سب سے بڑے صوبے پنجاب میں ان کے چھوٹے بھائی شہباز شریف وزیراعلیٰ بنے سندھ میں ابتداء میں نو ماہ تک ایم کیو ایم مسلم لیگ کے ساتھ اقتدار میں شریک رہی لیکن حکیم محمد سعید کی شہادت کے بعد صوبائی اسمبلی اور کابینہ کو معطل کر دیا گیا اور ایم کیو ایم کے خلاف دوبارہ فوجی ایکشن شروع ہوا۔

ادھر نواز شریف نے سترھویں ترمیم ختم کر کے صدر کے اسمبلی توڑنے کے اختیار کو اپنے پاس رکھ لیا نواز شریف کا دوسرا دور حکومت کامیابیوں اور ناکامیوں کا ایک عجیب امتزاج تھا۔ ادھر ملک میں مجموعی معاشی بدحالی' اداروں کے عدم استحکام اور اپوزیشن جماعتوں کے آئے روز حکومت کے خلاف احتجاجوں' مارچوں' اور ریلیوں کے نتیجے میں اسلام آباد میں تبدیلی کی صدائیں سنائی دینے لگیں اس سلسلہ میں سب سے بڑی آواز

Marfat.com

واشنگٹن سے ابھری امریکہ نے کہا!

We will not accept ultra Constitutional change in Pakistan کہ ہم پاکستان میں ماورائے آئین تبدیلی قبول نہیں کریں گے لیکن پھر 12 اکتوبر 1999ء کو آرمی چیف جنرل پرویز مشرف کو معطل کرنے کے نتیجے میں وہی ہوا جو ماضی میں ہوتا رہا نویں مرتبہ قومی اسمبلی اور نواز حکومت برطرف کردی گئی۔ 1973ء کا آئین ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا گیا۔ جنرل پرویز مشرف نے عنان حکومت سنبھال لی اور اب سات ماہ کے بعد سپریم کورٹ نے اس حکومت کو بدقسمتی سے تین سال کا آئینی جواز بھی فراہم کردیا ہے۔

جنرل پرویز مشرف نے اپنی نیشنل سیکورٹی کونسل میں ایک لحاظ سے قابل اور ٹیکنو کریٹس لوگ شامل کیے ہیں لیکن ان میں سے اکثریت این جی اوز کے تربیت یافتہ ہیں یہ لوگ اپنے شعبوں میں تو ماہر ہوں گے لیکن بہر حال حکومت چلانے میں یہ غیر موثر ثابت ہوئے ہیں۔ انہوں نے عوام کو صرف مایوسیوں کے تحفے دیئے ہیں۔ اب پاکستان کے حالات کسی انقلاب کے خواہاں ہیں۔ تو یہ تھے تاریخ کے اوراق سے ٹپکتے وہ خونی آنسو جنہوں نے ہماری قوم کو اس نہج پر پہنچا دیا کہ آج دنیا کی باقی اقوام میں سے کوئی ہمیں To End the State تو کوئی Failed State کے نام سے پکار رہا ہے کسی نے پاکستان کو Confused State کا ٹائیٹل دیا ہے تو کوئی اس ملک کو Non Serious State کہہ رہا ہے۔

Marfat.com

پاکستان غیرتمند قیادت کا منتظر

جنرل پرویز مشرف کو ان سیاستدانوں سے پوچھنا چاہیے کہ وہ کونسی حسن کی ''دیوی'' تھی جس پر یہ ملکی دولت نچھاور کرتے رہے یا وہ کون سی ''رقاصہ'' تھی جس کی پائلوں کی جھنکار نے ان کے ہاتھوں سے غریبوں کے خون پسینے سے اکٹھی کی ہوئی دولت چھین لی۔ اگر جواب اثبات میں مل جائے تو پھر اس ''ساحرہ'' کا پتہ چلایا جائے جو ان نااہل سیاستدانوں کے شبستانوں کی زینت بن کر انہیں لوٹتی رہی اور پھر اس ''ساحرہ'' (چاہے وہ جاگیرداری کی شکل میں ہو یا بینک بیلنس کی شکل میں ہو' محلات اور بلڈنگوں کی تعمیر کی شکل میں ہو یا بیوروکریسی کی شکل میں ہو) کا پیٹ چاک کر کے اس سے ملکی دولت اگلوائی جائے اور اگر جواب نفی میں ہو تو پھر ان کی گردنیں اڑا دی جائیں۔

Marfat.com

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے سیاستدانوں سے ملاقات کا سلسلہ شروع کر کے ایک اچھے عمل کی طرف پیش رفت کی ہے لیکن یہ ملاقات صرف مشاورت کی حد تک رہنی چاہیے۔ نہ کہ جوڑ توڑ کر کے بعض پرانے چہروں کو نئے سیٹ اپ میں شامل کیا جائے کیونکہ بے شمار اقتدار کے بھوکے سیاستدان ہوٹر والی گاڑیوں میں بیٹھنے کیلئے منتیں مان چکے ہیں کیونکہ اس ملک میں لیلائے اقتدار کے پرستاروں کی کمی نہیں رہی ماضی میں بھی یہ لوگ سیاست کی روایتی رسہ کشی کے ذریعے بڑے جتن کر کے اقتدار کی ''ہیر'' سے بغلگیر ہوئے کچھ لوگ حادثاتی طور پر اقتدار کے چرنوں کی زینت بنے اور کچھ نے راتوں کے اندھیروں میں کرسی اقتدار پر شبخون مار کر زمام حکومت سنبھالی لیکن یہ سب پاکستانی عوام کی تقدیر سے کھیلتے رہے انہوں نے نوجوان نسل کی صلاحیتوں کا خون کیا گھر کے بھیدی بن کر اس میں نقب زنی کرتے رہے یہ وہی سیاستدان ہیں جنہوں نے امیدوں کی لہلہاتی فصل کو اجاڑا یہ آرزوؤں اور جذبات کے چمن کو لوٹتے رہے انہوں نے قائد کی روح کو تڑپایا اور اقبال کے خوابوں کے جزیرے کو آگ لگا دی یہ الگ بات ہے کہ ان میں کچھ لوگ امپورٹڈ' کچھ باوردی' کچھ سول کپڑوں میں تو کچھ میک اپ کے روپ میں نسوانی لباس میں تھے لیکن کام تقریباً سب کا ملتا جلتا تھا۔ موجودہ فوجی حکومت نے بڑی چھان بین کے بعد کہا ہے کہ نادہندگان کے ذمے ایک سو ارب روپے ہیں جبکہ جو قرض ہمارے ذمے ہے اس کی رقم تو اڑتیس ارب روپے یعنی بیس کھرب بنتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بیرونی قرضے تو تھے ہی مگر اندرون ملک بھی اندھا دھند قرضے لئے گئے یہ ساری رقوم کہاں خرچ ہوئیں؟ ان رقوم سے ملک کے کون سے ترقیاتی منصوبے پایہ تکمیل تک پہنچائے گئے؟ اگر سو ارب والوں کی فائلیں کھلتی ہیں تو ہزار ارب والوں کی فائلیں بند کیوں پڑی ہیں؟ جنرل پرویز مشرف کو ان

Marfat.com

سیاستدانوں سے پوچھنا چاہیے کہ وہ کونسی حسن کی ''دیوی'' تھی جس پر یہ ملکی دولت نچھاور کرتے رہے یا وہ کون سی ''رقاصہ'' تھی جس کی پائلوں کی جھنکار نے ان کے ہاتھوں سے غریبوں کے خون پسینے سے اکٹھی کی ہوئی دولت چھین لی۔ اگر جواب اثبات میں مل جائے تو پھر اس ''ساحرہ'' کا پتہ چلایا جائے جو ان نااہل سیاستدانوں کے شبستانوں کی زینت بن کر انہیں لوٹتی رہی اور پھر اس ''ساحرہ'' (چاہے وہ جاگیرداری کی شکل میں ہو یا بینک بیلنس کی شکل میں ہو' محلات اور بلڈنگوں کی تعمیر کی شکل میں ہو یا بیورکریسی کی شکل میں ہو) کا پیٹ چاک کر کے اس سے ملکی دولت اگلوائی جائے اور اگر جواب نفی میں ہو تو پھر ان کی گردنیں اڑا دی جائیں۔

یہ انہیں سابقہ حکمرانوں' وزراء' بیوروکریٹس اور سیاستدانوں کی کارستانیوں کا نتیجہ ہے کہ ہمارے بڑے بڑے ادارے غیر ملکی قرض خواہوں کے پاس گروی پڑے ہوئے ہیں ریلوے' واپڈا' ٹیلی کمیونی کیشن کارپوریشن' تیل اور گیس کی ترقیاتی کارپوریشن' پی آئی اے تو یہ حال ہے کہ اس کی ٹکٹوں سے حاصل ہونے والی آمدنی براہ راست غیر ملکی بنکوں میں چلی جاتی ہے پی آئی اے کو صرف خط ملتا ہے کہ کہ قرض کی مد میں اتنی رقم آ گئی ہے تعجب اس بات پر ہے کہ مزید گروی رکھنے کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔ پچھلے دنوں پاکستان نے اسلامی ترقیاتی بنک سے قرض کی درخواست کی تو مطالبہ کیا گیا کہ ضمانت کے طور پر کوئی قومی اثاثہ رہن رکھنے کیلئے پیش کرو لیکن افسوس کہ دنیا کی ساتویں ایٹمی طاقت کے پاس رہن رکھنے کیلئے کوئی اثاثہ نہیں تھا چنانچہ بنک نے قرض دینے سے انکار کر دیا۔ چیف ایگزیکٹو اور ان کی کابینہ کو کھوج لگانا چاہیے۔ کہ ہمیں اس حد تک کنگال کرنے والے کون ہیں؟ کیا ان کا احتساب ہو چکا ہے۔ اور آئندہ ان کے بے رحم ہاتھوں کو کرپشن کے ذریعے ملکی خزانوں کو بے دردی سے لوٹنے سے روکنے کا انتظام کیا گیا ہے؟ حد یہ ہے کہ انہوں نے بیرونی اداروں کو ماہرانہ

Marfat.com

مشاورت کے عوض جو فیسیں دیں وہ رقم ہی اکٹھی کرنے سے سوا ارب سے زائد بن جاتی ہے اور جن رپورٹوں کے عوض یہ فیسیں دی گئیں وہ الماریوں میں بند پڑی ہیں۔

لہٰذا ہماری اس قومی کسمپرسی اور معاشی پسماندگی پر دنیا کی اقوام ہم پر پھبتیاں کس رہی ہیں آج کوئی پاکستان کو To End the State تو کوئی Failed State کے نام سے پکار رہا ہے کسی نے اس ملک کو Confused State کا ٹائٹل دیا ہے تو کوئی وطن عزیز کو Non Serious State کہہ رہا ہے اور یہ امر واقعہ ہے کہ پاکستان اس وقت تاریخ کے اس نازک ترین دوراہے پر کھڑا ہے جہاں ایک راستہ اس گہری کھائی کی طرف جاتا ہے جہاں تباہی کے سوا کچھ نہیں جس کو Dead end کہتے ہیں جبکہ دوسرا راستہ استحکام، خوشحالی اور روشن مستقبل کا راستہ ہے۔ اب یہ جنرل پرویز مشرف اور ان کی کابینہ پر منحصر ہے کہ وہ پاکستانی قوم کو ماضی کے جبری المناک دور اور حال کے حساس قومی مسائل سے نکال کر تابناک اور نور افشاں مستقبل کی طرف لاتے ہیں یا اسے مشکلات کے بھنور اور حادثات کے گرداب میں مزید پھنساتے چلے جاتے ہیں اگر موجودہ فوجی حکومت نے قومی مشکلات و مسائل کے ''ڈیڈ لاک'' کو نہ توڑا تو سابقہ حکمرانوں کی ناکامیوں کا ملبہ بھی اسی پر گرے گا اور پاکستان کا جو حشر ہوگا سو ہوگا مگر تاریخ ان حکمرانوں کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔ لہٰذا موجودہ حکومت کو ملک کو درپیش ''چیلنجز'' کا مقابلہ کرنے کیلئے مردانگی کا مظاہرہ کرنا چاہیے کیونکہ ہر زوال کو کمال ضرور نصیب ہوتا ہے اور پھر بحران تو افراد اور قوموں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیتے ہیں انیسویں صدی کے مشہور انگریز مصنف سموئل بٹلر (Samuel Butler) کا ایک قول ہے کہ ''زندگی اس فن کا نام ہے کہ ناکافی مقدمات سے کافی نتائج اخذ کیے جائیں'' اور ہم تو اس پیکر عزم واستقامت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہیں جن کے متعلق ایک متشرق مسٹر کیلٹ (E.Ekellet) نے لکھا ہے

Marfat.com

کہ اس نبی ﷺ نے ''ڈس ایڈوانٹج کو ایڈوانٹج'' میں تبدیل کر دیا مسٹر کیلٹ نے لکھا ''He faced adversity with the determination to wring success out of failure'' یعنی انہوں (نبی کریم ﷺ) نے مشکلات کا سامنا اس عزم کیساتھ کیا کہ ناکامی سے کامیابی کو نچوڑا۔

لہٰذا ہے کوئی بلند ہمت قائد' سیاستدان' لیڈر یا حکمران جو اپنے نبی ﷺ کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے پاکستان کو تاریخ کے نازک ترین دورا ہے اور حالات کے بدترین تھپیڑوں سے نکال کر دنیا کی صف اول کی اقوام کا قائد بنا دے۔

Marfat.com

"UNIQUE SYSTEM OF THE GOVT."

اسلام نے سیاسی نظام کی باگ کسی لغاری' مزاری' زرداری 'ٹوانے' کھٹانے' کھوسے اور چھٹے کے ہاتھ میں نہیں دی بلکہ سیاسی راہنما طلحہ وزبیر جیسے درویشوں اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جیسے فقر کے پیشواؤں کو چنا' جن کی نظروں میں سونے اور چاندی کے ڈھیر اور سنگریزے برابر تھے۔ وہ کسی ادارے کے نادہندہ نہیں تھے بلکہ ان کی سیرت شبنم کی طرح پاکیزہ اور پھولوں کی طرح مہکی ہوئی تھی۔ اسلام کے قانون میں مجرم دندناتے نہیں پھرتے اور نہ اسلامی قانون امیروں کی دولت کے ہاتھوں مات کھاتا ہے بلکہ اسلام میں قانون عدل فاتح قرار پاتا ہے اور مجرم دہلیز انصاف پر ناک رگڑ رہا ہوتا ہے۔ اسلام کے نظام حکومت میں حکمران ملکی خزانے لوٹتے ہیں نہ عوام کا خون نچوڑ کر سرے محل یا رائے ونڈ محل بناتے ہیں بلکہ دو براعظموں کا سربراہ حکومت ہونے کے باوجود درختوں کے پتوں اور کھجور کے تنوں سے تیار کردہ کٹیا کو اپنا مسکن بناتے ہیں۔

Marfat.com

ہم نے اس ملک میں گزشتہ 53 سالوں میں ہر قسم کے نظاموں کے تجربے کیئے ہیں۔ کبھی صدارتی نظام کی بیساکھیاں استعمال کی ہیں تو کبھی پارلیمانی نظام کو شجر سایہ دار سمجھا ہے، کبھی جماعتی تو کبھی غیر جماعتی نظام کا چسکا چکھا ہے۔ کبھی جمہوری نظام کو اپنے قومی دکھوں کا مداوہ سمجھتے رہے تو کبھی مارشل لاء کے نظام کی ستمگری سہی ہے اس طرح کبھی سوشلسٹ معیشت کی چکی میں پستے رہے تو کبھی جاگیردارانہ معیشت کی ہولناکیوں سے پالا پڑا اور نصف صدی میں ہم قدم قدم پر "RULES OF GOVERMENT" بدلتے رہے۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ یہ نظام ہائے حکومت ہمارے زخموں پر نمک پاشیاں ہی کرتے رہے ہیں اور ہم نے من حیث القوم بدقسمتی سے گزشتہ 53 سالوں میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا تجربہ نہیں کیا۔

آیئے اب وقت آ گیا ہے کہ دنیا کے ہر نظام کی ناکامی کے بعد جمود زدہ معیشت میں حرکی روح دوڑانے کیلئے سیاست کو عبادت کا ذریعہ بنانے کیلئے علم کو عرفان الٰہی کا سبب بنانے کیلئے اور زندگی کے ہر شعبے میں انقلابی تبدیلیوں کیلئے نظام مصطفیٰ ﷺ کا تجربہ کریں۔ کیونکہ اسلام کا نظام حکومت فلاحی ریاست (WELFERE STATE) کا صرف تصور نہیں دیتا ہے بلکہ ہر نظام حکومت میں اگر کچھ انفرادی خوبیاں ہیں تو ساتھ اتنی خرابیاں اور قباحتیں ہیں کہ ان کی عفونتوں سے انسان کا دماغ چکرانے لگتا ہے۔ مثلاً مغربی جمہوریت میں کسی حد تک آزادی ہے تو بہت حد تک عدم مساوات ہے۔ اس طرح اشتراکیت نے ایک ہاتھ سے معاشی مساوات دی تو دوسرا ہاتھ سے حریت فکر چھین لی۔ بعض نظاموں نے سیاسی گتھیاں سلجھائیں مگر اخلاقیات کا جنازہ نکال دیا' کچھ نظاموں نے معاشروں کو اقتصادی استحکام ضرور بخشا مگر معاشرتی قدروں کا گلہ گھونٹ دیا۔ بعض مذاہب نے سیاسی رواداری کو فروغ دیا تو روحانیت کے چراغ بجھا دیئے۔ مگر اسلام نے انسان کو

Marfat.com

بیک وقت، حریت فکر، معاشی مساوات، سیاسی شعور، معاشرتی اخلاق، تہذیبی شناخت، قانونی نظام اور تمدنی انقلاب سے نوازا اور صرف نظری اعتبار سے ہی نہیں بلکہ عملی طور پر بھی انسان کو خاک نشینی سے اٹھایا اور اسے انسانیت کی معراج سے ہمکنار کر دیا اور اسلام کے نظام حکومت نے ایک ایسا معاشرہ جنم دیا۔ جس میں معیشت اتنی مضبوط تھی کہ عامل گلیوں میں صدا لگاتا لیکن کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا اور روحانیت اتنی مستحکم تھی کہ دارالخلافہ سے سینکڑوں میل دور اسلامی لشکر دشمن کے ساتھ برسرپیکار ہے اور دشمن بڑی عیاری سے عقب سے حملہ کرنا چاہتا ہے مگر حملے سے تھوڑی دیر قبل ان صحراؤں کوہساروں میں مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں خطبہ جمعہ دینے والے امیر المومنین کی آواز گونجتی ہے۔ ''یا ساریۃ الجبل'' اے ساریہ (جو اسلامی لشکر کے سپہ سالار تھے) ہوش کرو تمہارے پیچھے سے دشمن آ رہا ہے۔ اسی طرح سیاسی فراست کے حامل خلیفہ کے انتباہ سے مسلمانوں کا لشکر بہت بڑے افرادی نقصان سے بچ جاتا ہے۔

اسلام کے نظام حکومت نے ایسے افراد تیار کیے۔ جنہوں نے کسریٰ ایران کی شہنشائیت کا تخت بھی الٹ دیا اور قیصر روم کے استبداد کی بزم بھی پلٹ دی اور ان کے مقابلے میں فقر محمدی ﷺ پر مبنی ایسا الہامی نظام عطا کیا جس میں بادشاہت کا جبر تھا نہ شہنشائیت کی تپش تھی بلکہ مساوات مصطفوی کی مہک تھی۔ اس الہامی نظام نے انسان کو بھیڑ بکریوں یا ان سے بھی ادنی مخلوق نہیں سمجھا بلکہ اسے فرشتوں سے بھی اعلیٰ اخلاق عطا فرمایا اس طرح اسلام نے ''نظام قیصری'' کی طرح اہل اقتدار یا صاحب ثروت طبقات کو دیوتا نہیں گردانا بلکہ اسے ''سید القوم خادمھم'' کا ٹائٹل عطا فرمایا۔ اسلامی جمہوریت اور مغرب کی آمریت میں یہی بنیادی فرق ہے کہ شہنشائیت یا آمریت میں حکمران لوگوں کے بنیادی حقوق پامال کرتا ہے اور ان کے وسائل کا استحصال کرتا ہے۔ لیکن اسلام کی جمہوریت میں

Marfat.com

مسلمان حکمران رات گئے بھی بیت المال سے آٹے کی بوریاں اٹھا کر غریبوں کے جھونپڑوں تک پہنچا رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح یورپ کی جمہوریت اور اسلام کی خلافت میں بھی فرق ہے کہ مغربی جمہوریت میں حکمران سوتے ہیں اور عوام اپنے جان و مال کی حفاظت کیلئے جاگتی ہے لیکن اسلامی خلافت میں مجال ہے کہ خلیفہ رات کو بھی سوئے بلکہ دن کو امور مملکت سرانجام دیتا ہے اور رات کی تاریکی میں اپنی رعایا کی نگہداشت کرتا ہے اگر کوئی پوچھتا ہے کہ امیر المومنین ذرا رات کو آرام بھی کر لیا کرو تو اسے تاریخی جواب ملتا ہے ''اگر فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مر گیا تو عمر رضی اللہ عنہ کل خدا کی عدالت کے کٹہرے میں کیا جواب دے گا''۔

اسلام نے سیاسی نظام کی باگ کسی لغاری' مزاری' زرداری' ٹوانے' کھٹانے' کھوسے اور چھٹے کے ہاتھ میں نہیں دی بلکہ سیاسی راہنما طلحہ وزبیر جیسے درویشوں اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جیسے فقر کے پیشواؤں کو چنا' جن کی نظروں میں سونے اور چاندی کے ڈھیر اور سنگریزے برابر تھے۔ وہ کسی ادارے کے نادہندہ نہیں تھے بلکہ ان کی سیرت شبنم کی طرح پاکیزہ اور پھولوں کی طرح مہکی ہوئی تھی۔ اسلام کے قانون میں مجرم دندناتے نہیں پھرتے اور نہ اسلامی قانون امیروں کی دولت کے ہاتھوں مات کھاتا ہے بلکہ اسلام میں قانون عدل فاتح قرار پاتا ہے اور مجرم دہلیز انصاف پر ناک رگڑ رہا ہوتا ہے۔ اسلام کے نظام حکومت میں حکمران ملکی خزانے لوٹتے ہیں نہ عوام کا خون نچوڑ کر سرے محل یا رائے ونڈ محل بناتے ہیں بلکہ دو براعظموں کا سربراہ حکومت ہونے کے باوجود درختوں کے پتوں اور کھجور کے تنوں سے تیار کردہ کٹیا کو اپنا مسکن بناتے ہیں۔ اسلام میں شان وشوکت کا معیار دولت' حسب' نسب یا جاگیرداری نہیں ٹھہرتی بلکہ جو جتنا بڑا متقی ہوا اسے اتنا بڑا بارعب اور عظیم انسان سمجھا جاتا ہے۔ اسلام کے نظام میں رشتہ داروں کی کرپشن پر پردہ نہیں ڈالا جاتا

Marfat.com

اور نہ ہی دوستی ورشتہ داری کی بنیاد پر کسی کو سزا سے مستثنیٰ کیا جاتا ہے بلکہ اس نظام کے بانی اور شارع اسلام فرماتے ہیں" لوگو! تم فاطمہ بنت اسد کی سزا کی معافی کی سفارش لے کر آئے ہو' بخدا اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹنے کا اعلان فرما دیتا' قیام پاکستان کا بنیادی مقصد ہی یہ تھا کہ ایک آزاد اسلامی ریاست کے نظام سیاست معیشت اور معاشرت میں اسلام کے عطا کردہ راہنما اصولوں کی بنیاد رکھ کر اسے ریاست مدینہ کا کامل تتبع بنایا جائے گا۔ یہی ہندوستان کی تقسیم کے جواز کی دلیل تھی۔ آج پاکستان کو" سیکولر سٹیٹ" کہنے والے نجانے اللے تللے میں باتیں کیوں کرتے ہیں۔ حالانکہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے تیرہ مارچ 1948ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ" ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کیلئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو اپنا سکیں" ایک اور مقام پر 29 جون 1948ء کو قائداعظم نے اپنے ایک بیان میں فرمایا۔" ہر وہ چیز جو مفاد اسلامی کے خلاف ہو۔ روئے زمین کی کوئی طاقت مجھے اس کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتی میں ایسی کوئی تجویز قبول نہیں کروں گا۔ جو مقصد پاکستان کیلئے مضرت رساں ہوگی"۔

ہم نے پاکستان کی 53 سالہ تاریخ میں صرف چہرے بدلتے دیکھے اور ہر چہرہ پہلے کی نسبت زیادہ بھیانک اور مکروہ تھا یہ موجودہ بوسیدہ نظام کی ستم ظریفی رہی ہے کہ اس کی آغوش میں میدان سیاست کے ایسے ناسور پلتے رہے ہیں جنہوں نے ذاتی مفادات کی خاطر نہ صرف نظریہ پاکستان کی دھجیاں اڑائی ہیں بلکہ اسلامی فکر کے شفاف دامن کو بھی داغدار کیا ہے۔ کیا اس دفعہ چہروں کی تبدیلی کی مشق چھوڑ کر نظام کو نہ بدلہ جائے؟ اگر ہمارے کسی حکمران نے موجودہ فرنگی نظام کو جڑ سے اکھیڑ کر اس کی جگہ نظریاتی منشور پر مبنی

Marfat.com

الہامی محمدی ﷺ نظام نافذ کر دیا تو دور حاضر کے حالات کے تناظر میں وہ اپنے وقت کا عمر بن عبدالعزیز ہوگا۔ بصورت دیگر اگر ہمارے حکمران دنیا کے خود ساختہ مادی نظاموں میں ہی عافیت کی راہیں تلاش کرتے رہے تو پھر آنے والی نسلیں ان پر تبرے بھیجا کریں گی اس لئے۔

بدلنا ہے تو مئے بدلو' نظام میکشی بدلو
وگرنہ ساغر و مینا کے بدل جانے سے کیا ہوگا

Marfat.com

انقلابیات

- ☆ خونی انقلاب کی آہٹ
- ☆ انقلاب کون لائے گا؟
- ☆ نظام کی تبدیلی وقت کی پکار
- ☆ استحصال نہیں بلکہ بےلاگ احتساب ورنہ......انقلاب

Marfat.com

خونی انقلاب کی آہٹ

ہمارے ہاں بھی اگر فوجی حکمرانوں نے عوام کے معاشی زخموں کی مرہم پٹی نہ کی تو پھر میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب پاکستان میں ایسا انقلاب آئے گا کہ غریب امیروں کے گریبان نوچ رہے ہوں گے' پسے ہوئے افراد کے ہاتھ اہل اقتدار کے چہروں سے منافقت کے نقاب اچک رہے ہوں گے' فٹ پاتھوں پر راتیں بسر کرنے والے ستم رسیدہ عالیشان مکانات اور کوٹھیوں کی اینٹ سے اینٹ بجا رہے ہوں گے' دفتروں کے دھکے کھانے والے غریب افراد افسر شاہی کی بڑھی ہوئی توندیں کاٹ رہے ہوں گے ظالم مظلوم کی دہلیز پر ناک رگڑ رہا ہوگا' وطن عزیز کو لوٹنے والے بد قماش لٹیروں کی لاشیں چوراہوں پر لٹکی ہوئی ہوں گی' غریبوں کے جھونپڑوں کو آگ لگانے والوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں زنجیریں چھن چھن کر رہی ہوں گی اور معصوم لاشوں پر سیاست کرنے والے تختہ دار پر جھولتے نظر آئیں گے۔

Marfat.com

موجودحکومت اپنی پہلی سالگرہ منا چکی ہے۔سیانے کہتے ہیں کہ دیگ کا ذائقہ چکھنے کے لئے چاول کا ایک دانہ ہی کافی ہوتا ہے حکومت نے اگرچہ بعض جزوی کامیابیاں حاصل کرنے کا دعویٰ کر رکھا ہے مگر اصل کام تو عوام کو ریلیف دینے کا ہے کیونکہ عوام کو اس سے کیا غرض ہے کہ اقتدار پر بیٹھنے والی شخصیت نے میک اپ کیا ہوا ہے' اس نے شیروانی پہن رکھی ہے یا کوئی وردی میں ملبوس ہے عوام کو اپنے مسائل کا حل چاہیے بالفاظ دیگر عوام کے لئے تو وہی مسیحا ہے جو ان کی دال روٹی کا مسئلہ حل کرے۔

موجودحکومت نے ایک سال مکمل کرنے کے باوجود ہوشربا مہنگائی کے جن کو بوتل میں بند نہیں کیا' کمرتوڑ مہنگائی نے لوگوں کی زندگی کو اجیرن بنا دیا ہے۔گرانی بے روزگاری اور ضرورت عامہ کے نرخوں میں اضافہ ایک مسلسل صورت اختیار کر چکا ہے اب حکومت نے بجٹ اور تجارت کے خسارے سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ٹیکسوں اور نرخوں کی شرح اتنی بڑھادی ہے کہ لوگوں کے لئے بلوں کی ادائیگی کرنا مشکل ہو چکا ہے۔آلو چینی اور پیاز کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں' بجلی' سوئی گیس' پانی' پٹرول اور ٹیلی فون کے علاوہ دیگر چارجز میں اضافہ رکنے کا نام نہیں لے رہا صرف پٹرول کی قیمت میں چار مرتبہ اضافہ کیا گیا۔جب معاشی حالات اس طرح کروٹیں بدلنا شروع کر دیں تو پھر لوگوں کے منہ سے روٹی کا لقمہ بھی چھن جاتا ہے اور جب وہ غربت کے طوفان سے اپنی زندگی کا چراغ بجھتا ہوا دیکھتے ہیں تو اپنے گردے بیچنے شروع کر دیتے ہیں تاکہ کچھ دن مزید اس دنیا میں سانس لے سکیں۔ایک طرف اقتصادی مشکلات کے پہاڑ نظر آ رہے ہیں۔دوسری طرف ہمارے وزیر خزانہ نے معاہدے کے مطابق سٹیٹ بنک کی حیثیت کا تعین کر دیا ہے۔اب پاکستان کو اپنے زرمبادلہ اور تجارتی لین دین کے ساتھ ڈالر کی قیمت

Marfat.com

قبول کرنا ہوگی جو ہر دن ''کھمب'' کی طرح بڑھ رہا ہے اور روپیہ موسم خزاں کے پتوں کی طرح گر رہا ہے۔ اس کھال ادھیڑ دینے والی مہنگائی کے نتیجے میں خودکشیوں کا سلسلہ بھی مزید تیز تر ہو رہا ہے اور جن لوگوں کے پاس ''چار آنے'' ہیں وہ یہ ملک ہی چھوڑ کر جا رہے ہیں امریکی سفارت خانے کو روزانہ اٹھارہ سو درخواستیں موصول ہو رہی ہیں جن میں سے پندرہ پاکستانیوں کو ہر روز انٹرویوں کے لئے بلایا جا رہا ہے اسی طرح برطانوی ہائی کمیشن کو روزانہ چھ سو درخواستیں بھیجی جا رہی ہیں۔ اس طرح مجموعی طور پر ماہانہ صرف امریکہ اور برطانیہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کی تعداد بہتر ہزار کے لگ بھگ ہے ایک انجانے خوف کے تحت لوگ ملک سے ہجرت کر رہے ہیں۔

حکمران چیختے ہیں کہ ہم مجبور ہیں حالات اس قدر بگڑ کر بے قابو ہو چکے ہیں کہ ان کی جلد اصلاح ممکن نہیں ہے۔ تاریخ ایسی منطق کو رد کرتی ہے اسلامی تاریخ پڑھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ بنو امیہ نے اسلامی معاشرے کی اصل شکل ہی مسخ کر رکھی تھی' ناحق جائیدادیں ضبط کرنا اور لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا ان کا معمول بن چکا تھا ان نازک حالات میں عمر بن عبد العزیز جیسا شخص عنان حکومت سنبھالتا ہے اس کی ریاست کا رقبہ پاکستان کی طرح سات لاکھ چھیانوے ہزار چھیانوے نہیں تھا۔ بلکہ وہ ریاست خراسان سے لے کر فرانس کے ساحلوں تک تین براعظموں پر پھیلی ہوئی تھی آپ نے اپنے دور خلافت کے اڑھائی سالوں میں اسلامی ریاست سے کرپشن' لاقانونیت' معاشرتی بددیانتی اور معاشی استحصال کا اس طرح خاتمہ کیا کہ صرف اڑھائی سال میں وہ ریاست دنیا میں ڈسپلن اور اعلیٰ میرٹ کا نمونہ پیش کر رہی تھی۔ خود ایشیا کی تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان حکمران شیر شاہ سوری نے پانچ سال کے عرصہ حکومت میں معاشرے کا نقشہ بدل ڈالا اور عوام کو ایسا ریلیف دیا کہ تاریخ آج تک یاد کرتی ہے بلکہ تاریخ کے سینے میں ایسے بے شمار واقعات دفن

Marfat.com

ہیں کہ بعض حکمرانوں نے مہینوں میں افلاس کی چکی میں پسے ہوئے اور اجاڑ بیابان معاشروں کوترقی کی معراج سے ہمکنار کردیا۔

ادھر ہماری فوجی حکومت ہے کہ ایک سال میں یہ فیصلہ نہیں کر پائی کہ اصلاح کا عمل کہاں سے شروع کیا جائے۔ یہ اصول فطرت ہے کہ جتنا سخت عمل ہوتا ہے اتنا ہی شدید ردعمل ہوتا ہے۔ جس معاشرے میں حکمران مسائل کے حل میں بے بس ہو جائیں اور روزمرہ استعمال کی اشیاء کی قیمتوں کوکنٹرول نہ کرسکیں' آٹے اور گندم کی قیمت میں استحکام نہ پیدا ہو سکے' چینی کی خرید عوام کی بساط سے باہر ہونے لگے' ادویات کی خریداری غریب مریضوں کے لئے ممکن نہ رہے اور وہ سرکاری ہسپتالوں میں داخلہ حاصل کرنے کی بجائے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے لگیں' بموں کے دھماکوں نے وطن میں شب برات مسلسل برپا کر رکھی ہو' شاہراہوں پر لوٹ مار' دن دیہاڑے قتل اغواء' گینگ ریپ اور دوسرے جرائم نے معاشرے میں تہلکہ خیزی مچا رکھی ہوتو پھر دنیا کی کوئی قوت ایسے معاشرے کوخونی انقلاب سے نہیں روک سکتی۔ یوگوسلاویہ کی تازہ ترین مثال ہمارے سامنے ہے کہ جب عوام اٹھ کھڑے ہوئے تو انہوں نے بپھرے ہوئے شیر کی طرح چھتیس گھنٹے کے اندر اندر حکمرانوں کا تختہ الٹ کراپنی مرضی کی حکومت قائم کر لی ہے۔

ہمارے ہاں بھی اگر فوجی حکمرانوں نے عوام کے معاشی زخموں کی مرہم پٹی نہ کی تو پھر میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب پاکستان میں ایسا انقلاب آئے گا کہ غریب امیروں کے گریبان نوچ رہے ہوں گے' پسے ہوئے افراد کے ہاتھ اہل اقتدار کے چہروں سے منافقت کے نقاب اچک رہے ہوں گے' فٹ پاتھوں پر راتیں بسر کرنے والے ستم رسیدہ عالیشان مکانات اور کوٹھیوں کی اینٹ سے اینٹ بجا رہے ہوں گے' دفتروں کے دھکے کھانے والے غریب افراد افسر شاہی کی بڑھی ہوئی توندیں کاٹ رہے ہوں گے ظالم مظلوم

Marfat.com

کی دہلیز پر ناک رگڑ رہا ہوگا' وطن عزیز کو لوٹنے والے بدقماش لٹیروں کی لاشیں چوراہوں پر لٹکی ہوئی ہوں گی' غریبوں کے جھونپڑوں کو آگ لگانے والوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں زنجیریں چھن چھن کر رہی ہوں گی اور معصوم لاشوں پر سیاست کرنے والے تختہ دار پر جھولتے نظر آئیں گے۔ پھر خون کا وہ سیلاب آئے گا جس کی تیز و تند اور بے رحم موجیں حکمرانوں کے تخت کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائیں گی۔ اس طرح ظلم کی سیاہ رات چھٹنے کے بعد عدل کی نوخیز صبح اپنی دلاویز کرنیں بکھیر رہی ہو گی کیونکہ قانون قدرت یہ ہے کہ

بشر بے چین ہو تو انقلاب آیا ہی کرتا ہے
گلوں کے داغ دھونے کو سحاب آیا ہی کرتا ہے
جب پرانے ساغروں میں کھنک باقی نہیں رہتی
تو گردش میں نیا جام شراب آیا ہی کرتا ہے

Marfat.com

انقلاب کون لائے گا؟

ہر مداری نئے روپ میں آیا اور اس نے عوام کو اپنے طلسماتی کرتب دکھا کر ان کی سادہ لوحی سے خوب فائدہ اٹھایا ہے کیونکہ پاکستانی عوام تاہنوز جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں کھا رہی ہے جن ذہنوں پر ناخواندگی کی گرد کی تہیں جم چکی ہوں بھلا وہاں شعور کے سوتے کہاں پھوٹ سکتے ہیں ہماری عوام اپنے حقوق سے اتنی نابلد رہی کہ یہ نعرے لگا کر اور ووٹ دیکر ان سیاسی بازی گروں کو ایوان اقتدار تک بھی پہنچاتی رہی اور پھر اپنے حقوق نہ ملنے پر انہیں گالیاں بھی دیتی رہی ہے اگلے انتخابات کے موقع پر یہ سیاسی پنڈت پھر پر فریب نعرے لیکر عوام کے پاس آتے رہے غربت کے پسے ہوئے لوگ پھر انہیں ہی مسیحا سمجھ کر ان کے گرویدہ ہوتے رہے اور ان کی الیکشن مہم چلانے میں مصروف ہو گئے۔

Marfat.com

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا قیام ایک نظریہ (Idiology) پر مبنی ہے اس کے قیام کے فوراً بعد تمام راہنمایان اسلام کی نظریں اس خطہ ارض پر جم گئیں کہ ایشیا کی یہ ریاست اسلام کا عظیم قلعہ ثابت ہوگی اور یہاں سے بآسانی مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے گا۔

ناتواں و کمزور لیکن بلند عزم و ہمت کی مالک قیادت نے واقعی وطن عزیز کو مساوات محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مبنی معاشرہ بنانے کی کوشش کی۔ لیکن شاید قدرت کو منظور ہی ایسا تھا کہ وہ مخلص قیادت جلد ہی داعی اجل کو لبیک کہہ گئی بانی پاکستان کے وصال کے بعد بدقسمتی سے کوئی مخلص راہنما میسر نہ آسکا ملک کی لگام کاران لوگوں کے ہاتھوں میں رہی جنہوں نے لگام سے لگام نہیں زنجیر کا کام لیا۔ جس کے نتیجے میں پاکستان دو سابقوں سے محروم ہونا شروع ہوگیا یعنی یہ حقیقی معنوں میں اسلامی رہا نہ جمہوری' اخلاقی و دینی قدریں پامال ہونے لگیں۔ وحدت فکر کا شیرازہ بکھرنے لگا وطن عزیز میں سیاسی' نسلی' علاقائی اور مسلکی افتراقات کی آگ امن کی چادر کو تار تار کرنے لگی۔

پاکستان کی تقدیر کو بدلنے کیلئے کئی نعرے تراشے گئے۔ کئی سیاسی فلسفے وجود میں آئے مذہبی جماعتوں نے نفاذ اسلام' نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' نفاذ شریعت اور اسلامی انقلاب کے نام پر عدل وانصاف پر مبنی معاشرہ قائم کرنے کیلئے بھرپور تحریکوں کا آغاز کیا۔ لیکن یہاں بدقسمتی یہ رہی ہے کہ زمام اقتدار آغاز ہی سے جاگیردار' سرمایہ دار اور فوجی ڈکٹیٹروں کے ہاتھوں میں رہی ہے۔ یہی لوگ محمدی ﷺ انقلاب کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ رہے ہیں انہوں نے گلشن پاکستان کو جی بھر کر لوٹا ہے ہر مداری نئے روپ میں آیا اور اس نے عوام کو اپنے طلسماتی کرتب دکھا کر ان کی سادہ لوحی سے خوب فائدہ اٹھایا ہے کیونکہ

Marfat.com

پاکستانی عوام تاہنوز جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں کھا رہی ہے جن ذہنوں پر ناخواندگی کی گرد کی تہیں جم چکی ہوں بھلا وہاں شعور کے سوتے کہاں پھوٹ سکتے ہیں ہماری عوام اپنے حقوق سے اتنی نابلد رہی کہ یہ نعرے لگا کر اور ووٹ دیکر ان سیاسی بازی گروں کو ایوان اقتدار تک بھی پہنچاتی رہی اور پھر اپنے حقوق نہ ملنے پر انہیں گالیاں بھی دیتی رہی ہے اگلے انتخابات کے موقع پر یہ سیاسی پنڈت پھر پر فریب نعرے لیکر عوام کے پاس آتے رہے غربت کے پسے ہوئے لوگ پھر انہیں ہی مسیحا سمجھ کر ان کے گرویدہ ہوتے رہے اور ان کی الیکشن مہم چلانے میں مصروف ہو گئے۔ بقول میر

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

اس وقت حالت یہ ہے کہ پاکستان نے اپنی آدھی عمر فوجی آمروں کے مارشل لاؤں میں گذاری ہے۔ لیکن اس کا مقدر نہیں سنور سکا۔ ملک کی خالق جماعت مسلم لیگ اپنے نظریات سے ہٹ چکی ہے اس نے معمار وطن کی روح کو راحت پہنچانے کی بجائے اذیت پہنچائی ہے بھٹو کا اسلامی سوشلزم کا نعرہ بری طرح ناکام ہو چکا ہے۔ مولانا مودودی کی اسلامی انقلاب کی صدا اور نعرہ سیاست کی بے رحم آندھیوں کی نذر ہو چکا ہے ادھر مولانا مفتی محمود کے صاحبزادے مولانا فضل الرحمٰن انقلاب کا نام لیتے لیتے نسوانی سیاست کی شعبدہ بازیوں میں پھنس گئے جب ادھر سے چھٹکارا ملا تو سارا غصہ کلنٹن پر نکالنے لگے جو اسلامی حوالے سے بالکل مستحسن نہیں ہے۔

ہمارے دینی راہنماؤں کی فکر میں بنیادی سقم یہ رہا ہے کہ انہوں نے اسلام کی آفاقی انقلابی فکر پر مغربی انتخابی سیاست کا ناکام تجربہ کیا ہے جب تک یہ شخصیات دعوت کا کام کرتی رہیں ان کا انقلابی پیغام کو بہ کو اور سو بہ سو پھیلتا رہا لیکن جب انہوں نے اسلامی

Marfat.com

تحریکوں پر انتخابی سیاست کا رنگ چڑھایا تو ان کی شخصیات اور افکار کا آئینہ گندلا ہونے لگا۔ میرا غیر جانبدارانہ تجزیہ یہ ہے کہ مذہبی جماعتیں مزید ایک صدی تک بھی انتخابات کے ذریعے اسلامی انقلاب نہیں لاسکتیں۔ادھر سیاسی میدان میں سردار فاروق لغاری ہیں وہ جب تک صاحب اختیار تھے تو بقول ان کے ان کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے وہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی وطن کیلئے کچھ نہ کر سکے اور اب جب وہ کچھ بھی نہ رہے تو تبدیلی نظام کی باتیں کرنے لگے۔ باقی سیاستدانوں میں نوابزادہ نصر اللہ عمران خان' مولانا اکرم اعوان اور چند دیگر سیاسی راہنما اور مذہبی قائدین فقط اپنی شخصیات کی پہچان اور بقا چاہتے ہیں۔ پاکستان کی اکاون سالہ تاریخ میں دلکش نعروں اور خوبصورت فلسفوں سے اس ملک کی نوک پلک نہ سنواری جاسکی۔ روح قائد اب بھی اپنی مرقد میں بے قرار ہے۔اور پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔

یہ داغ داغ اجالا' یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں

ان حالات میں ہر ذی شعور کے ذہن میں سوال ابھرتا ہے کہ آخر انقلاب کون لائے گا انقلاب سے مراد ''نواز ہٹاؤ'' مجھے بٹھاؤ' جلاؤ' گھیراؤ' اور توڑ پھوڑ نہیں بلکہ انقلاب اور بالخصوص اسلامی اور محمدی انقلاب سے مراد ہر نوع کے ظلم وستم کا خاتمہ وسائل کی عادلانہ تقسیم شعوری وفکری تبدیلی کیساتھ ساتھ طبقاتی بنیادوں پر قائم نظام تعلیم کا خاتمہ' اہلیت و صلاحیت کی بنیاد پر تقرری۔ اقرباء پروری کا خاتمہ' بنیادی حقوق اور شہری آزادیوں کا تحفظ اور محض دنیا پرستی کی بجائے آخرت سنوارنے کا عمومی ماحول پیدا کرنا مراد ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ انقلاب کون لائے گا؟ تو میرے نزدیک پاکستان میں وہ شخصیت انقلاب لائے گی جو متوسط طبقے سے ابھرے گی جس کا ماضی وحال

Marfat.com

کرپشن کی لعنت سے پاک ہوگا جس کے اندر علمیت بھی ہوگی اور اعلیٰ درجے کی فراست و بصیرت بھی۔ وہ قیادت پاکستان میں سیاسی بکھیڑوں میں الجھے بغیر خاموشی سے پچیس سال تک فکری، شعوری اور تعلیمی انقلاب کیلئے کام کرے گی نصاب تعلیم بھی لارڈ میکالے والا نہیں ہوگا بلکہ اسلامی اصولوں پر مبنی ''محمدی ﷺ نصاب تعلیم'' ہوگا پچیس سال ایک نسل کی تیاری کیلئے کافی ہوتے ہیں جب یہ فصل پک کر تیار ہو جائے گی تو وہ قیادت ان میں سے چھانٹی کر کے ایک لاکھ تربیت یافتہ افراد کی اپنے ہاتھ پر بیعت انقلاب لے پھر یہ لوگ موجودہ ظالمانہ استحصالی نظام سے ٹکرا جائیں مقصد صرف مروجہ نظام سے بغاوت کرنا ہی نہ ہو بلکہ اس ٹیم کے پاس ایک نظام فرعونی کے متبادل مساوات محمدی ﷺ پر مبنی صاف وشفاف نظام بھی ہو۔ جس کو نافذ کرنے کے بعد اس کو چلانے اور اس سے مستفیض ہونے کی ان کے اندر صلاحیت بھی ہو۔ کاش کوئی مصلح راہنما یا انقلابی لیڈر ایسا کر ڈالے تو پھر دیکھنا ربع صدی بعد پاکستان میں عدل وقسط پر مبنی محمدی ﷺ انقلاب کا جھنڈا لہرا رہا ہوگا۔

Marfat.com

نظام کی تبدیلی، وقت کی پکار

پاکستان میں فوجی اقتدار آ جانے کے باوجود کچھ جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے کتے بھی رات کو گوشت کھاتے اور دودھ پیتے ہیں یہاں صرف ایک زرداری کے گھوڑے سیب کے مربے نہیں کھاتے تھے بلکہ اب بھی ایک مکمل ''زرداری مافیا'' ہے جو انسانوں سے زیادہ گھوڑوں اور کتوں سے پیار کرتے ہیں اس اسلامی جمہوریہ میں آج بھی غریبوں کے جھونپڑوں میں غربت عریاں محو رقص ہے وہ خود کھانے کے لقمے کو ترس رہے ہیں تو ان کے بچے دودھ کے گھونٹ کے لئے بلک رہے ہیں۔ ان مفلسوں و کنگالوں کے زخموں کی سرتاج عزیز نے مرہم پٹی کی اور نہ ہی شوکت عزیز ان کے لئے مسیحا ثابت ہوئے اس ملک کے کتنے ہی مفلوک الحال لوگ ہیں جو راتوں کو نیم سرد کمروں کی بجائے فٹ پاتھوں پر پڑے رہتے ہیں۔

Marfat.com

فوجی حکومت نے اپنی طبعی عمر کے چھ ماہ مکمل کر لئے ہیں۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو مطلع وطن پر نئی صورت حال کے نمودار ہونے کے بعد ملک کے بعض سنجیدہ فکر حلقوں کی طرف سے فوجی قیادت کے اقدام کو سراہا گیا۔ اس کے پس پردہ حسن ظن یہ تھا کہ وطن عزیز کی بگڑتی ہوئی صورت حال کے تناظر میں فوجی حکومت کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے گی اور ملکی تاریخ ایک نئی مثبت سمت سے آشنا ہو گی لیکن اب فوجی حکومت سے بندھی ہوئی توقعات کی روشنی مدھم پڑتی جا رہی ہے۔ نصف سال گزر جانے کے باوجود مایوسی کے منڈلاتے ہوئے بادلوں کو دیکھ کر ہم جنرل پرویز مشرف کی ٹیم سے یہ سوال پوچھنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔

یہ داغ داغ اجالا، یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں

حکومت کی ہمہ جہت عدم کارکردگی کا بنیادی سبب یہ ہے کہ حکومتی ارکان کی اکثریت تجربے سے عاری اور طرز حکومت کے ضروری عناصر سے نابلد ہے کیونکہ حکومت بند کمروں میں چند فیصلے کرنے کا نام نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک سیاسی عمل ہے جس میں مستقل رد عمل اور ہر لحظہ بدلتی ہوئی ترجیحات کا ادراک ضروری ہوتا ہے۔

جنرل پرویز مشرف کی ٹیم کے اس استدلال میں کوئی وزن نہیں ہے کہ گند بہت زیادہ ہے جس کے صاف کرنے میں کافی عرصہ درکار ہے نیز نظام میں پیچیدگیاں بہت زیادہ ہیں جو آسانی سے دور نہیں ہوں گی اگر ہم اسلامی تاریخ کا بنظر عمیق مطالعہ کریں تو یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ بنو امیہ کے دور حکومت میں جب خلافت بادشاہت میں بدل چکی تھی، بنیادی جمہوری روایات کی جگہ آمرانہ سوچ نے لے لی تھی، بنو امیہ کے حکمران

Marfat.com

جاگیردارانہ ذہنیت کے عادی ہو چکے تھے' دور حاضر کے حکمرانوں کی طرح اقربا پروری ان کا وطیرہ بن چکا تھا۔ ان دلخراش حالات میں حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسا انصاف پسند' خدا خوف اور مخلص خلیفہ عنان حکومت سنبھالتا ہے۔ اقتدار کے دوسرے دن آپ نے پہلا کام یہ کیا کہ وزیروں' مشیروں' افسروں اور دیگر حکومتی کارندوں کو ایوان خلافت میں ایک دعوت پر مدعو کیا شاہی خزانے پر پلنے والے لوگ خلیفہ کا دعوتی پیغام سن کر دوڑ پڑے۔ کھانے کے مقررہ وقت سے آٹھ دس گھنٹے لیٹ جب ''ڈائننگ ہال'' کا دروازہ کھولا گیا تو بھوک کے ستائے ہوئے لوگ کھانے پر ٹوٹ پڑے لیکن اس دفعہ ان کے مزاج کے علی الرغم کھانے میں روسٹ مرغ اور مختلف النوع مشروبات اور شراب و کباب کی بجائے گرم پانی اور ستو تھے لیکن بامر مجبوری جب وہ ستو اور گرم پانی سے اپنا پیٹ بھر چکے تو حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ان سے خطاب فرمایا ''آج سے میں شاہی وظیفے بند کرنے' بیت المال کو عوام کی امانت بنانے' غیر ضروری ٹیکس معاف کرنے اور ہر قسم کی مالی بددیانتی اور چور بازاری کے خاتمے کا اعلان کرتا ہوں (اس دور میں عوام پر ٹیکس اتنے لگائے جاتے تھے کہ آپ فرمانے لگے۔ اللہ پاک نے نبی کریم ﷺ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا تھا۔ لگان وصول کرنے والا نہیں) بعد ازاں آپ نے لوگوں کے سامنے اپنی اہلیہ کے زیور رکھ کر فرمایا'' اے بنو امیہ لوگوں کے مال واپس کر دو ورنہ میں تمہیں ذلیل و رسوا کر دوں گا''۔

یہ صرف خطاب' وعظ یا پیکج ہی نہیں تھا بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ آپ نے اپنے دور خلافت کے اڑھائی سال میں کرپشن' لاقانونیت' معاشرتی بددیانتی' معاشی استحصال اور افراتفری کا اس طرح خاتمہ کیا کہ صرف اڑھائی سالوں میں اسلامی ریاست دنیا میں ڈسپلن اور اعلیٰ میرٹ کا نمونہ پیش کر رہی تھی اور خلافت راشدہ کے سنہری دور کی یاد تازہ ہو گئی۔ واضح رہے کہ اس اسلامی ریاست کا رقبہ پاکستان کی طرح سات لاکھ چھیانوے ہزار

Marfat.com

چھیانوے (۹۶۰۹۶ ء) نہیں تھا بلکہ اس کا رقبہ خراسان سے لے کے فرانس کے ساحلوں تک تین براعظموں پر پھیلا ہوا تھا چنانچہ جب ۷۱۹ء میں بنوامیہ کے بعض دنیا پرست لوگوں نے آپ کو کھانے میں زہر ملا کر شہید کر دیا تو اسلامی ریاست میں معاشرتی اعتدال اور معاشی استحکام کا یہ عالم تھا کہ عامل گلیوں میں صدا لگاتا لیکن اس سے کوئی زکوٰۃ وصول کرنے والا نہیں ملتا تھا۔

لیکن پاکستان میں فوجی اقتدار آ جانے کے باوجود کچھ جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے کتے بھی رات کو گوشت کھاتے اور دودھ پیتے ہیں یہاں صرف ایک زرداری کے گھوڑے سیب کے مربے نہیں کھاتے تھے بلکہ اب بھی ایک مکمل ''زرداری مافیا'' ہے جو انسانوں سے زیادہ گھوڑوں اور کتوں سے پیار کرتے ہیں اس اسلامی جمہوریہ میں آج بھی غریبوں کے جھونپڑوں میں غربت عریاں محو رقص ہے وہ خود کھانے کے لقمے کو ترس رہے ہیں تو ان کے بچے دودھ کے گھونٹ کے لئے بلک رہے ہیں۔ ان مفلسوں و کنگالوں کے زخموں کی سرتاج عزیز نے مرہم پٹی کی اور نہ ہی شوکت عزیز ان کے لئے مسیحا ثابت ہوئے اس ملک کے کتنے ہی مفلوک الحال لوگ ہیں جو راتوں کو نیم سرد کمروں کی بجائے فٹ پاتھوں پر پڑے رہتے ہیں یہ تو وہ لوگ ہیں جو غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن پاکستان کی وہ ''مڈل کلاس'' جو دال روٹی پر گزارہ کرتی ہے ان لوگوں کا موقف یہ ہے کہ حکومت نے ''معاشی پیکج'' کے ذریعے ایک سو روپے کا ریلیف دے کر ان کی غربت کا مذاق بھی اڑایا ہے اور ان کے زخموں پر نمک پاشی بھی کی ہے۔

اہل اقتدار کو یہ بات کھلے دل سے قبول کر لینی چاہیے کہ اقتدار سدا کسی کے پاس نہیں رہتا بلکہ یہ تو ڈھلتی چھاؤں کی طرح ہے لہٰذا یہی موقع ہے کہ اپنی اور قوم کی اصلاح کر لیں پرانے سیاسی ٹوٹکے چلانے کی بجائے اب مثالی نظام حکومت قائم ہونا چاہیے نظام کی

Marfat.com

اصلاح کے لئے سب سے اہم تجویز یہ ہے کہ اب پاکستان کے نظام سیاست سے ''بریف کیس پالیٹکس'' اور ''لفافہ جرنلزم'' کا خاتمہ ہونا چاہیے یہ بات واضح رہے کہ اگر اب بھی حالات نہ سدھرے' غریبوں کو ان کے حقوق نہ ملے' مظلوموں کو انصاف نہ ملا' معاشی تفاوت ختم نہ ہوا، اور اقتدار پر روایتی سیاسی بازی گروں کی اجارہ داری ختم نہ ہوئی تو پھر میں دیکھ رہا ہوں ظلم کے ستائے ہوئے لوگوں کے ہاتھ مالداروں کے گریبانوں کو نوچ رہے ہوں گے خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرنے والے ستم رسیدہ اہل اقتدار کے عالی شان مکانات کی اینٹ سے اینٹ بجا رہے ہوں گے اور پھر خون کا وہ سیلاب آئے گا جس کی تند و تیز اور بے رحم موجیں اہل ثروت کے محلات کو بہا کر لے جائیں گی نیز افراتفری اور انارکی کا وہ ماحول ہو گا جس کے تصور سے ہی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ محسن انسانیت آقا علیہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا ''مظلوم کی بددعا سے بچو اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ مظلوم کی بددعا عرش الٰہی کے کنگروں کو ہلا کر رکھ دیتی ہے'' میں بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہوں کہ وہ ذات پاکستان کو ہمیشہ مذکورہ انجام سے محفوظ رکھے اور اس ملک کی ہر قیادت کو وہ اعلیٰ بصیرت عطا فرمائے جس کے ذریعے وہ اس کرپٹ نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور ایسا آئیڈیل نظام حکومت وضع کرے جو ریاست مدینہ کا کامل متبع ہو اور پھر یہ ریاست نہ صرف ایشیائی بلکہ عالمی سطح پر اقوام عالم کی پیشوائی کا فریضہ سرانجام دے۔

Marfat.com

استحصال نہیں بلکہ بے لاگ احتساب ورنہ...... انقلاب

آج کون ہے جو ارباب اقتدار کی گاڑی روک کر پوچھ سکے۔ جناب آپ کس احتساب کی بات کرتے ہیں؟ کابینہ کے افراد تو ''منرل واٹر'' پیتے ہیں۔ لیکن بلوچستان کربلا کا منظر پیش کر رہا ہے اور اس کے صحراؤں میں رہنے والے بلوچوں کے لبوں کی سکڑی پانی کے گھونٹ کو ترس رہی ہے کوئی یہ سوال کر سکے کہ آپ کے تو کتے بھی گوشت کھاتے ہیں لیکن سندھ کے بعض علاقوں میں لوگوں کو کھانے کیلئے روٹی کا لقمہ میسر نہیں اعلیٰ طبقے کی بیگمات تو ''ایئر کنڈیشنر'' کمروں میں آرام کرتی اور ''لگژری'' گاڑیوں میں سفر کرتی ہیں لیکن پنجاب کی ۷۰ فیصد غریب دیہاتی عورتیں کڑاکے کی دھوپ اور سخت گرم لو میں گندم کاٹ رہی ہیں ان کے بچے تو برگر اور پیزا سے دل بہلاتے ہیں لیکن سرحد کے مزدور کے گھر روٹی کھانے کے لئے اچار بھی نہیں ہے۔ بلکہ وہ کسی سے لسی مانگ کر اپنے لقمے کو تر کر کے حلق سے نیچے اتار رہا ہے۔ جو شخص ان حکمرانوں، وڈیروں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں سے مذکورہ سوال پوچھنے میں کامیاب ہو گیا وہی اپنے وقت کا سلیمان فارسی ہو گا۔

Marfat.com

چشم فلک آج تک وہ منظر نہیں بھولی کہ مدینہ طیبہ کی کچی مسجد نبوی ﷺ امیر المومنین کا خطبہ جمعۃ المبارک کے سننے کے لئے نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ خطبہ جمعہ ریاستی پالیسیوں کے اعلان کا ذریعہ بھی تھا اور ساتھ پارلیمنٹ کا کام بھی دیتا تھا' چوبیس لاکھ مربع میل اسلامی ریاست کے سربراہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خطبہ جمعہ دینے کے لئے تشریف لاتے ہیں ابھی خطبہ شروع ہی فرمایا تھا کہ مسجد کے ایک کونے سے ایک بوڑھے کی آواز آئی ''لانسمع و لا نطیع ''یعنی ہم نہ خطبہ سنیں گے اور نہ اطاعت کریں گے۔ یہ آواز بلند کرنے والے صحابی کوئی زیادہ مالدار نہیں بلکہ متوسط طبقہ سے تعلق رکھنے والے حضرت سلیمان فارسی ہیں۔ یہ آواز گویا بھری پارلیمنٹ میں ''پوائنٹ آف آرڈر'' تھا۔ جزیرہ عرب سمیت ایران' شام' مصر لیبیا اور مراکش کے ساحلوں تک دو براعظموں پر پھیلی ہوئی اسلامی ریاست کے خلیفہ کانپ اٹھتے ہیں کہ نجانے مجھ سے کون سا گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ لیکن کمال وسعت سے اس بوڑھے کے سوال کو سنا اور انتہائی سنجیدگی سے فرمانے لگے بابا جی فرمائیے کیا بات ہے؟ بوڑھا جرأت کے ساتھ کھڑا ہوا اور ایسا سوال کر ڈالا۔ جس نے مجمع پر سکتہ طاری کر دیا۔ یہ کوئی فقہی یا علمی سوال نہیں تھا بلکہ اس کا تعلق براہ راست خلیفہ کی ذات سے تھا۔ اس بزرگ نے انتہائی پر اعتمادی سے پوچھا۔ امیر المومنین یہ کرتہ جو آپ نے پہنا ہوا ہے یہ کہاں سے آیا ہے؟ حالانکہ مال غنیمت کی جو چادریں یمن سے آئی تھیں' وہ سب کو ایک ایک ملی ہے اور ایک چادر سے کرتہ تو نہیں بن سکتا انہوں نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اگرچہ بیت المال آپ کے ماتحت ہے (دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ بزرگ نے کہا اگرچہ سٹیٹ بنک آپ کے ماتحت ہے اور صاف ظاہر ہے کہ سٹیٹ بنک جس کے ماتحت ہوگا سارے کمرشل بنک بھی اسی کے ماتحت

Marfat.com

ہوں گے) لیکن ہم نے آپ کو بیت المال کا امین بنایا ہے۔ عوام کی اجازت کے بغیر آپ کو اس میں تصرف کا حق کس نے دیا ہے؟

دور حاضر کے تیئس ممالک پر پھیلی ہوئی اسلامی ریاست کے با اختیار منتظم اعلیٰ اور امیر المومنین نے خندہ پیشانی سے سوال سنا اور ماتھے پر کوئی شکن ڈالے بغیر فرمانے لگے۔ عبداللہ کہاں ہے؟ مسجد کے دوسرے کونے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اٹھے۔ عرض کی، ابا جان حاضر ہوں۔ امیر المومنین فرمانے لگے بیٹا امت کے اس بوڑھے کے سوال کا جواب دو۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے لوگو دراصل یمن سے جو چادریں آئی تھیں ان میں سے باقی لوگوں کی طرح ایک مجھے اور ایک ابا جان کو ملی میرے والد گرامی اس چادر سے قمیص بنانا چاہتے تھے۔ لیکن کپڑا تھوڑا تھا تو میں نے اپنی چادر بھی ان کی نذر کرتے ہوئے تقاضا کیا کہ آپ ان دونوں چادروں کو ملا کر قمیص بنالیں اس طرح یہ کرتہ ان دونوں چادروں سے بنا ہے یہ تسلی بخش جواب بن کر لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ رقص کرنے لگی اور حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے" الان نسمع و نطیع "اب ہم خطبہ جمعتہ المبارک سنیں گے بھی اور اطاعت بھی کریں گے۔

پاکستان میں بھی احتساب کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کئی ادارے بنائے گے جن میں وفاقی محتسب کا ادارہ، وزیر اعظم کا معائنہ کمیشن فیڈرل انٹی کرپشن کمیٹی، سپریم جوڈیشنل کونسل، آڈیٹر جنرل، انسداد رشوت ستانی قواعد، سول سرونٹس ایکٹ اور وزیر اعلیٰ کا معائنہ کمیشن کے علاوہ کئی چھوٹے بڑے ادارے قائم کیے گئے لیکن بد قسمتی سے ان اداروں کی زمام کار ان لوگوں کے ہاتھوں میں رہی جن کی انگلیاں خود کرپشن کے خون سے آلودہ تھیں چنانچہ ہمیشہ احتساب کے نام پر غریبوں کا استحصال ہوتا رہا اور کوئی بڑا مگر مچھ احتساب کے شکنجے میں نہ پھنس سکا۔ بقول قتیل

Marfat.com

؎ چوروں کا احتساب نہ ہوا اب تک قتیل
جو ہاتھ بے قصور تھا وہ ہاتھ کٹ گیا

ابتداء میں حکومتی اہلکاروں کے بیانات پڑھ کر ایسے محسوس ہونے لگا تھا کہ جس انقلاب کی توقع پچھلی نصف صدی سے کی جارہی تھی وہ چند دنوں کے بعد حقیقی معنوں میں سرزمین پاکستان پر متشکل ہو جائے گا اور ملک کی سادہ لوح عوام خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی کہ اب غریبوں کی جاگیریں ہتھیانے والے وڈیرے اپنی ہزاروں مربع میل پر پھیلی اراضی سے محروم ہو جائیں گے ظالم مظلوم کی دہلیز پر ناک رگڑ رہا ہو گا وطن عزیز کو لوٹنے والے بدقماش لٹیروں کی لاشیں چوراہوں پر لٹکی ہوں گی دونوں ہاتھوں سے قومی دولت لوٹنے والے سیاسی گماشتے احتساب کے ڈر سے سر چھپاتے پھر رہے ہوں گے۔ لیکن انہیں جائے پناہ نہیں ملے گی ملکی خزانے پر پلنے والے بے لگام بیوروکریسی کی بڑھی ہوئی توندیں کاٹ دی جائیں گی اور غریبوں کے جھونپڑوں کو آگ لگانے والوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں زنجیریں چھن چھن کر رہی ہوں گی نیز معصوم انسانی جانوں کے خون پر سیاست کرنے والے تختہ دار پر جھولتے نظر آئیں گے اور جب یہ ناپاک اور فاسد خون بہہ جائے تو خون تازہ سے جہان نو کی نمود ہو گی اور ظلم کی سیاہ رات چھٹنے کے بعد عدل کی نوخیز صبح اپنی ضیاء بار کرنیں بکھیرے گی۔

لیکن چھ ماہ گزر جانے کے باوجود عوام کی تمنائیں پوری ہونے کی بجائے ان کا خون ہوتا نظر آرہا ہے ظالم مفرور اور مجرم دندناتے پھر رہے ہیں۔ آج کون ہے جو ارباب اقتدار کی گاڑی روک کر پوچھ سکے۔ جناب آپ کس احتساب کی بات کرتے ہیں؟ کابینہ کے افراد تو ''منرل واٹر'' پیتے ہیں لیکن بلوچستان کربلا کا منظر پیش کر رہا ہے اور اس کے صحراؤں میں رہنے والے بلوچوں کے لبوں کی سکڑی پانی کے گھونٹ کو ترس رہی ہے کوئی یہ

Marfat.com

سوال کر سکے کہ آپ کے تو کتے بھی گوشت کھاتے ہیں لیکن سندھ کے بعض علاقوں میں لوگوں کو کھانے کیلئے روٹی کا لقمہ میسر نہیں اعلیٰ طبقے کی بیگمات تو ''ایئر کنڈیشنر'' کمروں میں آرام کرتی اور ''لگژری'' گاڑیوں میں سفر کرتی ہیں لیکن پنجاب کی ۷۰ فیصد غریب دیہاتی عورتیں کڑاکے کی دھوپ اور سخت گرم لو میں گندم کاٹ رہی ہیں ان کے بچے تو برگر اور پیزا سے دل بہلاتے ہیں لیکن سرحد کے مزدور کے گھر روٹی کھانے کے لئے اچار بھی نہیں ہے۔ بلکہ وہ کسی سے لسی مانگ کر اپنے لقمے کو تر کر کے حلق سے نیچے اتار رہا ہے۔ جو شخص ان حکمرانوں، وڈیروں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں سے مذکورہ سوال پوچھنے میں کامیاب ہو گیا وہی اپنے وقت کا سلیمان فارسی ہوگا۔ یاد رکھیے اب اس ملک میں استحصال کی بجائے بے لاگ اور کڑا لیکن کھرا احتساب نہ ہوا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اس انقلاب کا راستہ نہیں روک سکے گی جس کا خونی سیلاب اقتدار کے تخت کو بھی خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائیگا۔

Marfat.com

ثقافت و تعلیم

☆ دور حاضر میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت
☆ ڈیانا کی موت اور فرنگی تہذیب کا جنازہ
☆ اسلام آباد کی خاموشیاں اور لاہور کی ہنگامہ خیزیاں
☆ عوامی تحریک کا کلچرل ونگ اینڈ ثقافتی شو
☆ مسلمان مغرب کا میٹھا زہر کھانے پر مجبور کیوں؟
☆ محکمہ تعلیم کا بے لباس جنسی درندہ
☆ قوموں کی ترقی کا راز

Marfat.com

دورِ حاضر میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت

مگر افسوس ہم نے آزادی کے اکاون سال گذارنے کے باوجود جہاں دیگر شعبہ حیات میں قابل قدر ترقی کر کے اقوام عالم میں برتر و منفرد مقام حاصل کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔ وہاں ہم اعلیٰ صحافتی اور ابلاغی قدروں کو بھی فروغ نہیں دے سکے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ذرائع ابلاغ (اخبارات، رسائل و جرائد اور ناول) پاکستان کی تعمیر میں وہ کردار ادا کرتے کہ یہ ملک باقی اسلامی ممالک کیلئے نمونہ عمل پیش کرتا لیکن یہاں حال یہ ہے کہ اخبارات معیاری بیانات (Criterial Statements) کی بجائے سیاستدانوں کے ''دینگا مشتی'' پر مبنی بھونڈے بیانات چھاپنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اس کے برعکس مغربی اخبارات میں ایسے ''بے تکے'' بیانات نہیں چھپتے۔

Marfat.com

دور حاضر میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا بالخصوص ان حالات میں جبکہ دنیا گلوبل ویلیج ''Globel village'' بن چکی ہے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا نے تسخیر ازھان کی جنگیں جیتنی شروع کر دی ہیں دور حاضر میں جنگیں سرحدی میدانوں میں کم جبکہ فکری ونظریاتی اور ابلاغی وصحافتی میدانوں میں زیادہ لڑی جا رہی ہیں۔ کیونکہ ایک مضبوط اور جاندار صحافت کسی بھی معاشرے کی فکری ونظریاتی سرحدوں کے تعین کیساتھ ساتھ ان کی حفاظت بھی کرتی ہے بلکہ صدی ڈیڑھ سے تو صحافت نے دنیا مین ایسے ایسے نظام متعارف کروائے ہیں جنہوں نے نظام ہائے عالم میں خاص انفرادی مقام حاصل کیا ہے۔

آج صحافت اور ذرائع ابلاغ کا مقصد صرف آگاہ کرنا اور تفریح (Interinment) مہیا کرنا ہی نہیں ہے بلکہ مثبت افکار ونظریات کے تحفظ وفروغ کیساتھ ساتھ زمینی ومعروضی حقائق پیش کر کے اقوام عالم کو ظلم وجبر سے نجات دلا کر امن و آشتی عطا کرنا بھی شامل ہے۔ جن لوگوں نے ذرائع ابلاغ کو قدرت کی امانت سمجھ کر استعمال کیا ہے انہوں نے ظلم کے ایوانوں میں زلزلے برپا کر دیئے ہیں اور ذرائع ابلاغ کے پلیٹ فارم سے انقلاب برپا کر دیئے ہیں کیونکہ اس میں تو دورائے نہیں ہیں کہ قلم جس کی اللہ پاک نے قسم اٹھائی ہے۔ اس نے دل و دماغ پر اپنی رہبری کے ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

مگر افسوس ہم نے آزادی کے اکاون سال گذارنے کے باوجود جہاں دیگر شعبہ حیات میں قابل قدر ترقی کر کے اقوام عالم میں برتر ومنفرد مقام حاصل کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔ وہاں ہم اعلیٰ صحافتی اور ابلاغی قدروں کو بھی فروغ نہیں دے سکے۔ چاہیے تو

Marfat.com

یہ تھا کہ ذرائع ابلاغ (اخبارات، رسائل و جرائد اور ناول) پاکستان کی تعمیر میں وہ کردار ادا کرتے کہ یہ باقی اسلامی ممالک کیلئے نمونہ عمل پیش کرتا لیکن یہاں حال یہ ہے کہ اخبارات معیاری بیانات (Criterial Statements) کی بجائے سیاستدانوں کے "دینگا مشتی" پر مبنی بھونڈے بیانات چھاپنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اس کے برعکس مغربی اخبارات میں ایسے "بے تکے" بیانات نہیں چھپتے۔ یہاں تو حال یہ ہے کہ ایک سیاستدان دوسرے کو گالی مرحمت فرمائے تو وہ دوسرے دن اخبارات کی بڑی سرخی بن کر چھپتی ہے بعض رسائل ایسے ہیں کہ ان کا صرف ٹائیٹل ہی دیکھنے سے حیادار آدمی کی نظریں جھک جاتی ہیں۔ کیا یہ رسائل اور میگزین ایک اسلامی مملکت میں اخلاقی و دینی قدروں کو پامال نہیں کر رہے؟۔

ادھر الیکٹرانک میڈیا میں سے ہمارے ٹی۔ وی نے بھارتی ڈراموں اور گانوں کی نقالی کا ٹھیکہ لے رکھا ہے، ہمارے لئے بھارتی "نژاد" سونیا گاندھی کا یہ بیان بڑا دلخراش ہے جو پچھلے سال پاکستانی اخبارات میں ہی چھپا کہ "ہم نے اپنی ثقافتی یلغار کے نتیجے میں دو قومی نظریہ کو پاش پاش کر دیا ہے اور اب پاکستان کو گرانے مین صرف ایک دھکے کی ضرورت ہے"۔

ہمارے میڈیا کا یہ حال ہے کہ کچھ عرصہ قبل ایس،ٹی،این پر ایک فلم نشر کی گئی جس میں عالم اسلام کے ہیرو سلطان صلاح الدین ایوبی کو ایک فلمی ہیرو کے روپ میں پیش کیا گیا جو ایک عورت کے پیچھے نسوانی عشق میں مارا مارا پھرتا ہے ہمارے ذرائع ابلاغ کا یہ منفی کردار نظریہ اسلام و پاکستان کے ماتھے پر یقیناً ایک بدنما داغ ہے اس داغ کو دھونا ہمارے میڈیا کنٹرولرز اور صحافتی قائدین کی اولین ذمہ داری ہے۔ ہمارے برعکس غیر مسلم میڈیا اسلام کے نظریہ ایمان و جہاد کے خلاف کس قدر زہر افشانی میں مصروف ہے اس کی تصدیق

Marfat.com

عالمی شہرت یافتہ صحافی مارک ٹیلی کے اس لیکچر سے ہوتی ہے جو انہوں نے چند دن قبل لندن میں ''اسلامک فاؤنڈیشن'' میں دیا۔

اس نے کہا کہ اسلام کو تشدد تعصب اور دہشت گردی کا مذہب قرار دینے کی تمام تر ذمہ داری امریکی میڈیا پر عائد ہوتی ہے جس نے اسلام کی غلط تصویر پیش کر کے بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں اسلام کے بارے غلط فہمیاں پیدا کیں ہیں۔ اس نے یہ بات زور دیکر کہی کہ اسلامی میڈیا کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ آگے بڑھے اور اسلام کے خلاف امریکی میڈیا میں پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں (Disinformation) کو دور کرے۔ ان دگرگوں حالات کے باوجود مبارکباد کے مستحق ہیں وہ لکھاری حضرات جنہوں نے ہمیشہ مثبت انداز میں سوچا اور لکھا ہے جن کی نوک قلم نے استحصال نظاموں کے مکروں چہروں سے نقاب الٹ کر جبر و تشدد کی چکی میں پسی ہوئی انسانیت کو امن و آتشی کا راستہ دکھایا ہے۔

Marfat.com

ڈیانا کی موت اور فرنگی تہذیب کا جنازہ

یورپ علامہ کے افکار اور پیشن گوئی سے بے خبر نہیں رہا بلکہ یورپ کے بعض اہل فکر و دانش نے بہت کوشش کی ہے کہ کس طرح مشرق کے ایک پسماندہ علاقے سے اٹھ کر آنے والے لیکن افلاک کی وسعتوں میں پرواز کرنے والے اس طائر مصطفوی کے پر کاٹ دیئے جائیں اور اس کی نگاہوں سے حسن محمدی ﷺ کے جلوے چھین کر جمال افرنگ میں مدہوش کر دیا جائے لیکن علامہ اقبال کو اس حقیقت کا گہرا ادراک تھا کہ اگر میں نے آنکھ کو اٹھا کر بھی حسن فرنگ کی طرح دیکھا تو میرے رتجگوں کے گداز اور نالا ہائے نیم شبی چھین لئے جائیں گے۔

Marfat.com

پچھلے چند ہفتوں سے انسانی خدمت کے حوالے سے مشہور اور زوال پذیر حسن کی ملکہ شہزادی ڈیانا کے قتل کے حوالے سے نجانے کتنے اخبارات اور رسائل میں خبریں چھپیں اور مضامین لکھے گئے ۔ اس طرح مغربی میڈیا اور پریس نے بالخصوص اور مشرقی میڈیا نے بالعموم اس واقعہ کو بہت اچھالا ۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ ڈیانا ایک عورت تھی اور وہ بھی حسن کی جادوگرنی جس نے اپنی دولت اور حسن کی تپش سے کئی لوگوں کے ایمانی جذبے کو پگھلایا۔ اس سلسلہ میں بیان بازی اور کالم بازی بھی ہوئی شاید اس لئے کہ حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے فرمایا تھا۔

ہند کے شاعر و صورت گرو افسانہ نویس

آہ ان بیچاروں کے اعصاب پہ ہے عورت سوار

لیکن افسوس کسی نے بھی حالات واقعات کا سینہ چاک کر کے حقیقت کو بے نقاب کرنے کی کوشش نہیں کی ۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ ڈیانا کی موت حادثاتی واقعہ نہ تھا بلکہ اس کے پس پردہ برطانوی سامراج کی روائتی دشمنی کارفرما تھی ۔ ہمیں ابتداء میں اس بات سے غرض نہیں کہ ڈیانا کا اخلاقی کردار کیسا تھا کیونکہ اخلاقی بے راہروی اور عریانی وفحاشی کا درس تو مغرب میں پیدا ہونے والے ہر بچے اور بچی کو ماں کی گود میں ہی مل جاتا ہے۔

علامہ محمد اقبال جنہیں قدرت نے حالات کے بحر عمیق میں غواصی کر کے مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات کی حقیقت کے چہرے سے نقاب پلٹ کر انہیں بے حجاب کرنے کا ملکہ عطا فرمایا تھا وہ اس صدی کی ابتداء میں یورپ میں قیام پذیر تھے ۔ آپ نے قیام یورپ کے دوران فرنگی مدنیت' طرز معاشرت اور تہذیب وتمدن کا گہرا مطالعہ اور

Marfat.com

مشاہدہ کرنے کے بعد فرمایا تھا کہ "فرنگی تہذیب بڑی تیزی سے تباہی اور زوال کی طرف جارہی ہے" علامہ کا یہ فرمان کسی دیوانے کی بڑ نہیں تھا بلکہ یہ وہ حقیقت تھی جس کی طرف آپ نے یہ کہہ کر اشارہ فرمایا ہے۔

بیکاری و عریانی و مے خواری و افلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کی فتوحات

یورپ علامہ کے افکار اور پیشن گوئی سے بے خبر نہیں رہا بلکہ یورپ کے بعض اہل فکرودانش نے بہت کوشش کی ہے کہ کس طرح مشرق کے ایک پسماندہ علاقے سے اٹھ کر آنے والے لیکن افلاک کی وسعتوں میں پرواز کرنے والے اس طائر مصطفویؐ کے پر کاٹ دیئے جائیں اور اس کی نگاہوں سے حسن محمدی ﷺ کے جلوے چھین کر جمال افرنگ میں مدہوش کر دیا جائے لیکن علامہ اقبال کو اس حقیقت کا گہرا ادراک تھا کہ اگر میں نے آنکھ کو اٹھا کر بھی حسن فرنگ کی طرح دیکھا تو میرے رتجگوں کے گداز اور نالہائے نیم شبی چھین لئے جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے اہل یورپ کی اس سازش کو للکارا اور کہا کہ

وہ آنکھ کہ ہے سرمہ افرنگ سے روشن
پرکار و سخن ساز ہے نمناک نہیں ہے

اور اپنی نوجوان نسل کو ببانگ دہل یہ پیغام سنایا کہ اے شمع محمدی ﷺ کے پروانو! میں نے اس وقت بھی جب یورپ میں عشق عریاں ناچ رہا تھا اپنی آنکھوں میں خاک مدینہ کا کجلا لگائے رکھا اسی وجہ سے۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

چنانچہ میں (راقم الحروف) نے شہزادی ڈیانا کی موت کے متعلق حالات و

Marfat.com

واقعات کا تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ڈیانا جس نے پہلے ایک پاکستانی ڈاکٹر حسنات سے تعلقات استوار کئے تھے بعد ازاں ایک اور مسلمان دودی الفہد سے محبت کر کے منگنی کی اور اس بات کا برملا اظہار کیا کہ وہ دودی الفہد سے شادی کے فوراً بعد اسلام قبول کر لے گی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ لیڈی ڈیانا اپنی وفات سے قبل اسلام اور اس کی تعلیمات کا عرق ریزی سے مطالعہ کر رہی تھی اور اسی چیز نے اسے ایک مسلمان کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے پر برانگیختہ کیا۔ برطانوی سامراج کے گماشتوں کو یہ بات چبھنے لگی کہ اگر شاہی خاندان کی ایک عورت نے اسلام قبول کر لیا تو پھر اس کے مداحین بھی حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے۔ اس طرح یورپ اسلامی تعلیمات کی لپیٹ میں آ کر اپنی بے باک قدروں کو بحال نہ رکھ سکے گا۔ اور یہ بات میں علی وجہ التحقیق صفحہ قرطاس کے سپرد کر رہا ہوں کہ یورپ کو جتنا ڈر اسلام اور محمد عربی ﷺ کی تہذیب سے ہے اتنا ڈر دنیا کی کسی تہذیب سے نہیں ہے۔ اس لئے مغربی اہل فکر و دانش ہمیشہ اس بات کی تاڑ میں رہے ہیں کہ مغرب کے بت کدوں میں اسلامی افکار کی جو بھی چنگاری پھوٹے اسے دجل و فریب کے پانی سے بجھا دیا جائے چنانچہ قبل اس کے کہ ڈیانا اسلام قبول کر کے اس کا پرچار کرتی اسے پہلے ہی بھون دیا گیا۔ یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ ڈیانا کی موت دراصل فرنگی تہذیب کا جنازہ ہے۔ یہاں ایک اہم امر کی طرف میں اپنے قارئین کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ جب مغرب کفر پر ہونے کے باوجود اپنی زہر آلود تہذیب کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں تو اے محمد عربی ﷺ کا کلمہ پڑھنے والو! تم اپنے محبوب مکرم ﷺ کی تہذیب کو چھوڑ کر مغربی تہذیب کی ظاہری چمک و دمک پر کیوں فریفتہ ہو گئے ہو؟ بخدا جتنی حسین دل نواز روح پرور اور انسانی زندگی کی کامیابی کی ضمانت دینے والی یثربی تہذیب ہے دنیا کی کوئی تہذیب نہیں۔ اسی لئے ظفر علی خان نے کہا تھا کہ

Marfat.com

ہاتھ میں تلوار ہو اور دل میں ہو خوف خدا
یثربی تہذیب کتنی دل نشیں اور سادہ ہے

افسوس! ہماری نوجوان نسل جو مغربی تہذیب اور معاشرت کی دلدادہ بنتی جا رہی ہے۔ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت یہ زہر ان کی رگوں میں انڈیلا جا رہا ہے۔ جو یورپ کو بہشت بریں کہتے نہیں تھکتے حالانکہ یہ صرف فریب نظر ہے کیونکہ بقول اقبال

یہ حوریان فرنگی، دل و نظر کا حجاب
بہشت مغربیاں جلوہ ہائے پا برکاب

کاش! ہماری نسل مغربی تہذیب کے ظاہری حسن کے پردوں تلے چھپے ہوئے آگ کے وہ انگارے دیکھ سکے جو ان کے خرمن ایمان کو جلد کر خاکستر بنا دینے والے ہیں اور وہ یہ جان لیں کہ

چہروں پہ جو سرخی نظر آتی ہے سر شام
یا غازہ ہے یا ساغر و مینا کی کرامات

جب بھی کوئی تعصب کی عینک اتار کر تاریخ تہذیب و تمدن کا مطالعہ کرے گا تو بالآخر اس نتیجے پر پہنچے گا کہ اسلامی تہذیب شاندار روائتوں کی امین ہے۔ اس کی فطرت میں قدرت نے لچک رکھی ہے۔ اسے جتنا دبایا جائے گا یہ اتنی ہی ابھر کر اپنی روشنی بکھیرے گی۔ جبکہ فرنگی تہذیب ناپائیدار غیر مستحکم اور شرف اسلام سے محروم ہونے کیوجہ سے کبھی بھی انسانیت کو سکون نہیں بخش سکے گی۔ اس لئے علامہ اقبال نے مسلم امہ کو یہ پیغام دیا کہ آؤ دنیا کی ہر تہذیب کو چھوڑ کر اسلامی تہذیب کے آفاقی دامن میں پناہ لے لیں۔

گرچہ ہے دلکشا بہت حسن فرنگ کی بہار
طائرک بلند بال دانہ و دام سے گزر

Marfat.com

اسلام آباد کی خاموشیاں اور لاہور کی ہنگامہ خیزیاں

کاش دولت کو بسنت کے سیلاب میں بے دریغ بہانے کی بجائے اس سے چند ننگے جسموں کیلئے کپڑا خرید لیا جاتا میں نے لاہور کی سڑکوں پر اور چوکوں میں بھاٹی گیٹ کے ارد گرد منڈ لانے والی انٹرنیشنل فلائیٹوں کے علاوہ ایسے ایسے تنگدست دیکھے ہیں غربت نے جن کی آنکھوں سے روشنی چھین لی ہے ان کے چہروں سے ٹپکتا ہوا افلاس اور ان کی جبینوں سے جھڑتی ہوئی درماندگی کی گرد ان کی تنگنائیوں کے شکوے کر رہی ہے اس دوران مجھے بار بار شاہی مسجد کے پہلو میں سوئے ہوئے اقبالؒ یاد آتے رہے جنہوں نے کہا۔

کب ڈوبے گا یہ سرمایہ پرستی کا سفینہ
ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

Marfat.com

میں ان دنوں لاہور میں اپنی کچھ نجی مصروفیات کے سلسلہ میں آیا ہوا ہوں میں جب اسلام آباد سے چلا تو وہاں موسم میں بڑی تلخی تھی خزاں کی چیرہ دستیوں نے درختوں سے ہریالی کی ردائیں چھین لی تھیں جہاں کبھی سبزہ دیکھتے تھے وہاں عدم باراں اور طویل موسم خزاں کی بدولت خاک اڑ رہی تھی چنانچہ اجڑے ہوئے درخت اور خشک ہوائیں صحرا کا منظر پیش کر رہی تھیں ۔لیکن جب یہاں لاہور آیا تو لاہور کی ہنگامہ خیزیاں قیامت برپا کیئے ہوئے تھیں کہاں اسلام آباد کا خاموش ماحول اور کہاں لاہور کی ہجوم گریاں ایک ادیب کا تخیل بار بار اپنے ماحول سے اجنبی فضاؤں کا تقابل کرتا ہے ہمارے وہاں دن سوتے اور راتیں جاگتی ہیں لیکن یہاں لاہور میں سر شام ہی شٹر زمین بوس ہونے لگتے ہیں رات کو اگرچہ ٹریفک اور ہارن کی آوازیں تو سماعتوں سے ٹکراتی رہتی ہیں لیکن ہجوم کی گرمیاں چھٹ جاتی ہیں اور جوں ہی سپیدۂ سحر پھوٹتا ہے افراد کا کارواں پھر بحر بے کنار کی طرح سڑکوں کی طرف ٹوٹ پڑتا ہے میرا طائر فکر ہوا کے دوش پر سوار ہو کر ان دو بڑے شہروں کے مکینوں کے معاشی' معاشرتی اور نجی حالات کا تقابل کرنے لگا۔ میں نے سوچا جب اسلام آباد کے وڈیرے رات کو اپنے شبستانوں میں داد عیش دینے میں مصروف ہوتے ہیں اس وقت دن بھر کا تھکا ہوا لاہوریا اپنے بستر پر تھکاوٹ سے چور چور مدہوش پڑا ہوتا ہے طلوع آفتاب سمیت زوال تک اسلام آبادیئے خراٹے بھر رہے ہوتے ہی جبکہ لاہور کا مزدور صنعتوں کی چلمنیوں سے نکلنے والا دھواں پھانک رہا ہوتا ہے۔

قارئین ۔ان دو شہروں کا ذکر تو ضمناً آ گیا ورنہ ہمارے ملک کے چھوٹے بڑے شہروں میں امیروں اور غریبوں میں یہی تفاوت ہے دولت کی دیوی جہاں بھی مسکن بناتی ہے وہاں

Marfat.com

عریاں ہی رقص کرتی ہے۔ مجھے یہاں دوکانوں پر تھالوں میں سجے ہوئے سری پائے دیکھ کر بار بار میاں نواز شریف یاد آتے رہے ہائے یار لوگوں کی ستم ظریفی کہ زندہ دلان لاہور کا پسندیدہ لیڈر راڈیالہ کے راستے جدہ ائیر پورٹ پر جا اترا لاہوریوں نے احتجاج کیا نہ ریلی نکالی بلکہ اپنے ہی حال میں مست رہے اور آج کل تو انہیں بسنت کے جھکڑ چڑھے ہوئے ہیں بسنت (جسے میں عموماً ''بے سنت'' کہتا ہوں) کا سالانہ تہوار منانے کیلئے ذوریں خوب تیزی کی جارہی ہیں اور پتنگ بازی کی ریہرسل جاری ہے کتنے افسوس کا مقام ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل بسنت کو غیر اسلامی تہوار قرار دے چکی ہے جبکہ صوبائی حکومت اسے سرکاری سطح پر منارہی ہے بار بار بجلی کی آنکھ مچولی سے صنعتی مشینری رک جاتی ہے جس سے لاکھوں کروڑوں روپے کا نقصان ہو رہا ہے۔ کاش دولت کو بسنت کے سیلاب میں بے دریغ بہانے کی بجائے اس سے چند ننگے جسموں کیلئے کپڑا خرید لیا جاتا میں نے لاہور کی سڑکوں پر اور چوکوں میں بھاٹی گیٹ کے ارد گرد منڈلانے والی انٹرنیشنل فلائیٹو ں کے علاوہ ایسے ایسے تنگدست دیکھے ہیں غربت نے جن کی آنکھوں سے روشنی چھین لی ہے ان کے چہروں سے ٹپکتا ہوا افلاس اور ان کی جبینوں سے جھڑتی ہوئی درماندگی کی گرد ان کی تنگنائیوں کے شکوے کر رہی ہے اس دوران مجھے بار بار شاہی مسجد کے پہلو میں سوئے ہوئے اقبالؒ یاد آتے رہے جنہوں نے کہا۔

؎ کب ڈوبے گا یہ سرمایہ پرستی کا سفینہ
ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

لاہور میں میری مختلف مذہبی و علمی شخصیات' پبلشنگ اداروں کے سربراہان اور صحافتی حلقوں سے ملاقات ہوئی۔ اپنے مولانا حافظ نقیب احمد چشتی جو میرے

Marfat.com

پرانے رفیق کار ہیں ان کے دفتر میں خفیہ ایجنسی کے ایک اہلکار سے بھی ملا نوائے وقت کے مجید نظامی ہال میں لیڈر شپ لیکچر سیریز کے سلسلے میں قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی کا ''عالم اسلام کے مسائل اوران کا حل'' کے موضوع پر بڑا وقیع لیکچر سنا بعد ازاں میری ان سے نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عملی نفاذ کی موثر صورتحال کے حوالے سے گفتگو بھی ہوئی ان ساری ملاقاتوں میں میں نے ان صاحبان فکر کو پاکستان کے مسائل کے حوالے سے مضطرب پایا وہ سارے اپنی گفتگو میں ملکی بگاڑ کا نزلہ سابقہ حکمرانوں پر پھینکنے کیساتھ ساتھ موجودہ فوجی حکومت کو بھی موردالزام ٹھہراتے رہے مولانا نورانی نے اپنی گفتگو میں ایک بڑی خوبصورت بات کہی کہ ''اسلام جمہوری نظام کا داعی ہی نہیں حامی ومویدبھی رہا ہے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ایران میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مصر میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور دیگر علاقوں میں بڑے بڑے جرنیل موجود تھے لیکن ان میں سے کسی نے بھی فوجی انقلاب برپا نہیں کیا بلکہ جمہوریت کو پنپنے کا موقع دیا لہٰذا ہمیں بھی جمہوریت کیلئے قربانی دینا ہوگی انہوں نے کہا کہ برطانیہ عظمیٰ میں پارلیمانی نظام جو دنیا بھر میں جمہوریت کی ماں (Mother-of- Democracy) سمجھا جاتا ہے ویسے ہی اس مقام پر نہیں آیا بلکہ انہوں نے بادشاہ (King) کے اختیارات کم کرنے کیلئے اتنی قربانیاں دیں کہ انگلینڈ کی سڑکیں خون سے رنگین ہوگئیں لہٰذا صرف اسلامی جمہوری اور پارلیمانی نظام ہی ہماری بقا کا ضامن ہے''۔

باتیں تو لکھنے والی بہت تھیں اگر ان سطور کی تنگدامنی مانع نہ ہوتی تو میں شہر لاہور

Marfat.com

کے انگ انگ کو الفاظ کا جامہ پہنا دیتا۔ ویسے بھی نجانے جب میں واپس اسلام آباد پہنچوں تو ممکن ہے خزاں کی سیاہیاں چھٹ چکی ہوں اور لیلائے بہار انگڑائیاں لے رہی ہو کیونکہ اسلام آباد کی رعنائیاں اپنی جگہ لیکن شعلہ حسن تند و سرکش نہ ہو تو آتش شوق نہیں بھڑکتی۔ اقبال نے ہی تو کہا تھا۔

۔ نہ ہو جلال تو حسن و جمال بے تاثیر
نرا نفس ہے اگر نغمہ ہو نہ آتشناک
۔ مجھے سزا کیلئے بھی نہیں قبول وہ اگ
جسکا شعلہ نہ ہو تندوسرکش و بیباک

Marfat.com

عوامی تحریک کا کلچرونگ اینڈ ثقافتی شو

کہ یہاں اسلامی انقلاب کی راہ میں ایک نہیں سینکڑوں روڑے ہیں۔ کہیں مسلکی تو کہیں جماعتی، کہیں لسانی تو کہیں علاقائی اور نسلی امتیازات کے بھاری بھرکم پتھر اٹکے ہوئے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایران کے انقلابیوں کی راہ میں ایک شہنشاہ رکاوٹ تھا او ریہاں ہر وارڈ، محلے اور گاؤں میں ایک شہنشاہ بیٹھا ہوا ہے جو اپنے کروفر سے عوام کے بنیادی انسانی حقوق بھی غصب کئے بیٹھا ہے لیکن ان ساری رکاوٹوں کے باوجود محمدی ﷺ انقلاب کی جدوجہد جاری رہنی چاہیے کیونکہ قطرے کو دریا اور ذرے کو رشک آفتاب بنانے والا رب کسی وقت بھی اس ملک کے سامراجی خداؤں سے ٹکرانے کے لئے کسی موسیٰ کا انتخاب کر کے پاکستان کو اسلامی انقلاب کی آماجگاہ بنا سکتا ہے۔

Marfat.com

چودہ اگست کی آمد آمد ہے جشن آزادی کے نغموں سے پاکستان مہک اٹھے گا۔ جشن آزادی کو شایان شان طریقے سے منانے کے لئے تمام محبِ وطن جماعتوں نے مکمل تیاری کر رکھی ہے۔ پاکستان عوامی تحریک کے کلچرل ونگ نے بھی چودہ اگست کو مینار پاکستان کے سبزہ زار پر یوم آزادی دھوم دھام سے منانے کا اہتمام کر رکھا ہے کلچرل ونگ کا اعلان کچھ ہی عرصہ قبل علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے کیا تھا میں ڈاکٹر صاحب کو بڑے قریب سے جانتا ہوں ان کی علمیت خطابت اور ثقاہت کا ایک زمانہ معترف ہے ان کے اخلاص میں بھی شک نہیں کیا جاسکتا کیونکہ انہوں نے اپنی شبانہ روز کاوشوں سے عالمی سطح پر اپنی تحریک کا نہ صرف نیٹ ورک قائم کیا ہے بلکہ مغرب میں اسلامی فکر کی سائنسی و مادی تعبیر وتشریح کے حوالے سے گرانقدر فریضہ سرانجام دیا ہے۔ امریکہ ویورپ میں ان کی دعوتی و تبلیغی اور تنظیمی و تحریکی سرگرمیاں قابل تحسین ہیں۔ لیکن پاکستان میں مصطفوی ﷺ انقلاب برپا کرنے کے لئے ان کی وضع کردہ حکمت عملی سے میں ذرا اختلاف رکھتا ہوں۔ قادری صاحب کو ایک حوالے سے تو داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے انقلاب کے لئے ہر چھتے میں ہاتھ ڈالا اور ''ایک در بند سو در کھلا'' کے مصداق ہر دروازہ استعمال کیا لیکن اسے پاکستان کی بدقسمتی سمجھیں کہ یہاں اسلامی انقلاب کی راہ میں ایک نہیں سینکڑوں روڑے ہیں۔ کہیں مسلکی تو کہیں جماعتی، کہیں لسانی تو کہیں علاقائی اور نسلی امتیازات کے بھاری بھرکم پتھر اٹکے ہوئے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایران کے انقلابیوں کی راہ میں ایک شہنشاہ رکاوٹ تھا اور یہاں ہر وارڈ، محلے اور گاؤں میں ایک شہنشاہ بیٹھا ہوا ہے جو اپنے کروفر سے عوام کے بنیادی انسانی حقوق بھی غصب کئے بیٹھا ہے لیکن ان ساری رکاوٹوں کے باوجود محمدی ﷺ انقلاب کی جدوجہد جاری رہنی چاہیے کیونکہ

Marfat.com

قطرے کو دریا اور ذرے کو رشک آفتاب بنانے والا رب کسی وقت بھی اس ملک کے سامراجی خداؤں سے ٹکرانے کے لئے کسی موسیٰ کا انتخاب کر کے پاکستان کو اسلامی انقلاب کی آماجگاہ بنا سکتا ہے۔ لیکن محترم ڈاکٹر علامہ طاہر القادری صاحب نے مصطفوی ﷺ انقلاب کی منزل کے حصول کے لئے عوامی تحریک کے کلچرل ونگ کے ذریعے جس نئی راہ کا انتخاب کیا ہے میں اسی پر نہ صرف حیران ہوں بلکہ بعض شدید قسم کے تحفظات کا شکار ہوں۔ میری اطلاع کے مطابق چودہ اگست کو اداکار افضال ندیم (صدر کلچرل ونگ) اور فردوس جمال (سیکرٹری جنرل) کی سرپرستی میں عوامی تحریک یوتھ ونگ موومنٹ اور کلچرل ونگ کے کارکنوں کے عظیم الشان اجتماع میں مینار پاکستان کے در و دیوار ملی ترانوں، نغموں، دھمالوں اور نعروں سے گونج اٹھیں گے لیکن میں یہاں کلچرل ونگ اور ثقافتی شو کے حوالے سے چند بنیادی نوعیت کے تحفظات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ کلچرل ونگ کا وجود ہی نظری اور علمی اعتبار سے محل نظر ہے۔ خصوصاً ان حالات میں جبکہ ہمارے ہاں کلچر مصنوعی تعیشات کا روپ دھار چکا ہے تو کیا اس بے مہار اور بے لگام فحش کلچر کے بطن سے اسلامی اقدار کا امین اور مشرقی روایات کا پیامبر کلچر جنم لے سکے گا؟

(۲) افضال، ندیم اور فردوس جمال جیسے اداکاروں پر مشتمل ٹیم پچھلی نصف یا کم از کم ربع صدی سے ایک اخلاق باختہ کلچر کی گود میں پل رہی ہے تو کیا صرف چند ماہ کی قادری صاحب کی صحبت ان پر اسلامی ثقافت کا رنگ چڑھا سکے گی؟ جبکہ وہ ٹیم بدستور پرانے کلچر کا حصہ ہے۔

(۳) مصطفوی ﷺ انقلاب کی داعی جماعت کا ایک ایسا کلچرل ونگ قائم کرنا جس کی سنٹرل باڈی کی زمام کاران افراد کے ہاتھوں میں ہو جن کی تربیت ہی حیا سوز تہذیب کے

Marfat.com

پر بہار گلستانوں میں ہوئی ہو تو کیا یہ ونگ اور اس سے منسلک افراد مستقبل میں مصطفوی ﷺ انقلاب کے ہراول دستے کا کام دے سکیں گے؟

(۴) کیا اسلامی تاریخ میں ایسی کوئی مثال ملتی ہے جس سے یہ مترشح ہوتا ہو کہ حضور اکرم ﷺ یا آپ کے خلفائے راشدینؓ نے اسلامی تحریک سے ہٹ کر محض اسلامی تہذیب و ثقافت کے فروغ کے لئے کوئی علیحدہ ثقافتی ونگ قائم کیا ہو؟

(۵) عوامی تحریک کے کلچرل ونگ نے تو ابھی تک اپنی اتنی پوزیشن بھی واضح نہیں کی کہ وہ موجودہ رائج الوقت ثقافت کو ہی منزل مقصود سے ہمکنار کریں گے یا اس کی کیاریوں میں اسلامی ثقافت کے پودے کی آبیاری کریں گے۔

(۶) اگر وہ اسلامی تہذیب و ثقافت کو فروغ دیں گے تو کیا ڈاکٹر صاحب نے اس کے لئے کوئی لائحہ عمل اپنے کلچر ونگ کو فراہم کیا ہے یا اس ونگ سے منسلک افراد کی اسلامی منہج پر تربیت کا کوئی اہتمام کیا ہے؟

(۷) جس طرح عوامی تحریکوں کے ہر ونگ کا ایک حصہ خواتین پر مشتمل ہوتا ہے تو کیا کلچر ونگ کا شعبہ خواتین جو صاف ظاہر ہے کلچرل خواتین پر مشتمل ہوگا بھی بنایا جا چکا ہے ؟اس کی صدارت کا قرعہ نجانے کس خوش قسمت خاتون کے نام نکلتا ہے ویسے اداکارہ انجمن کلچرل ونگ میں شمولیت کے لئے ڈاکٹر صاحب کو آفر کر چکی ہے۔

(۸) اگر عوامی تحریک کا کلچرل ونگ بنانا بہت ہی ضروری تھا تو کیا تحریک منہاج القرآن یا عوامی تحریک میں ایسے لوگ نہیں تھے جو کلچر کی شُد بُد سے واقف ہوتے جبکہ اس کا اعلان فردوس اور ندیم کی شمولیت کے بعد کیا گیا اگر اس کا جواب یہ ہو کہ ایسے افراد اس شعبہ سے لینے تھے تو پھر میرا سوال یہ ہوگا کہ سالہا سال سے حضرت پیر خاکی صاحب کی صحبت یا مجلس میں بیٹھنے والا فردوس علامہ طاہر القادری صاحب کے درس قرآن میں شرکت

Marfat.com

کرنے والا ندیم اور منہاج القرآن کی روحانی تقریبات میں حاضری دینے والا افضال قادری صاحب سے منسلک ہونے کے بعد بھی حضرت بایزید بسطامی کے دامن سے وابستہ ہونے والی فاحشہ عورت کے رنگ میں کیوں نہ رنگا جاسکا؟ جس عورت کا گھر پہلے برائی کا اڈا تھا مگر مرد ولی کے دامن سے وابستگی کے بعد ولائیت کا مرکز بن گیا اور پھر اس عورت نے عمر بھر نہ صرف یہ کہ وہ دھندہ نہیں کیا بلکہ جو بھی اس کے پاس بری نیت سے آتا وہ اس کے اندر سیرت مصطفوی ﷺ کا نور اتارتی چلی جاتی۔

مذکورہ خدشات سے ملتے جلتے بے شمار تحفظات میرے نہاں خانہ ذہن میں اٹھکیلیاں کر رہے ہیں لیکن الفاظ کو محض سینہ قرطاس پر منتقل کر دینے سے کیا فائدہ جبکہ انہیں سماعتوں میں جگہ نہ مل سکے اب میں انتظار کروں گا کہ عوامی تحریک کے سرکردہ لیڈر میرے تحفظات کا مثبت جواب دیتے ہیں یا نہیں ویسے کیا ہی اچھا ہو کہ اگر عوامی تحریک کا کلچرل ونگ چودہ اگست کو لاہور میں ناچنے کودنے ڈھولک کی تھاپ پر رقص کرنے اور نغمے الاپنے کی بجائے حصول پاکستان پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجا لاتے ہوئے ملک کے قومی وجود کو لاحق امراض سے نجات کے لئے دعائیں کرے۔ کیونکہ ریاست مدینہ کے قیام کے بعد اس کی سالگرہ کے موقع پر صحابہ کرامؓ نے کبھی بھی بے ہنگم جشن نہیں منائے بلکہ اس نعمت عظمیٰ کے حصول پر بارگاہ ایزدی میں تشکر و امتنان کے ساتھ ارمغان عقیدت پیش کرتے رہے۔

Marfat.com

مسلمان مغرب کا میٹھا زہر کھانے پر مجبور کیوں ہیں؟

میرے نزدیک پاکستان میں 80 فیصد مسائل مثلاً کرپشن ڈکیتی چور بازاری' بددیانتی' قتل' لوٹ مار اس الیکٹرانک میڈیا کی پیداوار ہیں۔ برسراقتدار طبقہ اگر اسلام اور پاکستان کے لئے مخلص ہے تو میری رائے کے مطابق اگر حکومت پاکستان مغرب کی ننگی تہذیب غیر ملکی موسیقی' ڈش اور ٹی وی پر اخلاق سوز نشریات پر پابندی کے ساتھ ساتھ عورت کو عفت و حیا کا لباس پہننے پر مجبور کر دے تو 90 فیصد برائی از خود مٹ جاتی ہے۔ 90 فیصد مسائل خود حل ہو جاتے ہیں۔ اسی الیکٹرانک میڈیا کو اگر تاریخ کے چہرے سے نقاب پلٹنے اور مسلمانوں کے جہادی کردار کو بے نقاب کرنے کے لئے استعمال کیا جائے تو مسلمان اپنا کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ نسخہ میں نے تجویز کر دیا ہے آپ آزما کر دیکھ لیں۔

Marfat.com

آج ہر شخص اپنے حقوق کے حصول کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے افسر شاہی بھی اپنے مطالبات منظور کروا رہی ہے فوجی ریٹائر بھی اپنی پنشن کے حصول کا واویلا مچا رہے ہیں کلرک اپنے حقوق کے لئے ہڑتالیں کر رہے ہیں الغرض پاکستان میں استاد ہو یا شاگرد' افسر ہو یا نوکر ہر کوئی اپنے حقوق کی بات کرتا ہے بلکہ سیاست دانوں کی جنگ بھی اقتدار کی خاطر وزراء کی جنگ مراعات کی خاطر' افسر شاہی کی جنگ عہدوں کی ترقی کی خاطر' کلرک اور فوجی کی جنگ اپنے حقوق کی خاطر ہے لیکن جس کلمے کی بنیاد پر سارے حقوق اور نعمت آزادی ملی افسوس آج ہم اس دین کے حقوق کو بھول گئے ہیں حتیٰ کہ جب میں دیکھتا ہوں تو بخدا میرا دل سلگتا ہے کہ دین کے ٹھیکیداروں علماء کرام کی جنگ بھی صرف اپنے مسلک کے تحفظ کی خاطر ہے کیا ہمیں معلوم نہیں کہ عالم مغرب مسلمان نوجوان نسل کے جذبہ ایمانی کو کچلنے کے لئے اور عریانی و فحاشی کو دن رات پھیلانے کے لئے کس طرح جدوجہد کر رہا ہے۔ یہ ایسی دیمک ہے جو اسلام کے شجر طیبہ کو جڑ سے کھائے جا رہی ہے۔ یورپ کی اس ننگی تہذیب کے پس پردہ سازش یہ ہے کہ نوجوان مسلم کو ذہنی طور پر اتنا عیش پرست اور سیکس (SEX) پرست بنا دیا جائے کہ اس کے ذہن اور قلب و جگر سے عشق رسول ﷺ اور جہاد جو اسلام کے دو امتیازی نشان اور مسلمانوں کی فتح و نصرت کی پہچان رہے ہیں' حرف غلط کی طرح مٹ جائیں انگریز سامراج اپنی اس سازش میں دن بدن کامیاب ہو رہا ہے۔

اس پر مزید جلتی پر تیل کا کام مسلمان خود کر رہے ہیں پاکستان کے الیکٹرانک میڈیا نے مغربی تہذیب و تمدن کو مسلمانوں کی رگ رگ میں سرائیت کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ ٹی وی کا جو چینل کھولیں وہاں موسیقی رقص و سرور کی محافل منعقد ہوتی ہیں نوجوان بچے بچیاں اچھلتے کودتے ناچتے ہوتے ہیں حتیٰ کہ پروڈیوسرز بھی ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ

Marfat.com

ایک غیرت مند کی آنکھیں خجالت سے جھک جاتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ایک منظم سازش کے تحت پوری قوم کو گویا اور ڈانسر بنایا جا رہا ہے۔ پھر ڈراموں میں عالی شان محلات پچاروز اور عشق و محبت کی داستانوں کے ذریعے متوسط طبقے کو احساس محرومی کا شکار کیا جاتا ہے کہ وہ بھی جائز اور ناجائز ذرائع سے اس مقام پر پہنچیں پھر پرائیوٹ چینل سی این این ایس ٹی این سے چوبیس گھنٹے مغربی درآمد شدہ پروگرام، فلمیں اور ڈرامے دکھائے جاتے ہیں جن کا اسلامی و پاکستانی کلچر سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ چند روز قبل ٹی وی پر ایک فلم میں اسلام کے ہیرو فاتح بیت المقدس صلاح الدین ایوبی کو ایک فلمی ہیرو کے کردار میں پیش کیا گیا۔ جو نسوانی عشق میں مارا مارا پھر رہا ہوتا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ آج کا نوجوان اپنے اکابر (HEROES) کے کردار سے بیزار ہو جائے اس طرح اسلامی تاریخ کے چہرے کو داغدار کیا جا رہا ہے ہر گھر کو منی سینما گھر بنا دیا گیا ہے بھارت جو ہمارا ازلی دشمن ہے، ہمارا 80 فیصد نوجوان طبقہ بھارتی فلموں سے تسکین حاصل کرتا ہے کبھی سوچا فائدہ کس کا ہے اور نقصان کس کا؟ ایک صحافی نے ایک بھارتی آفیسر سے سوال کیا کہ آپ کشمیر اور سیاچن پر بھاری دفاعی رقم خرچ کر رہے ہیں خرچہ کہاں سے آتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہم اپنے بجٹ کا 70 فیصد فلم انڈسٹری سے پورا کرتے ہیں جو پاکستان سے آتا ہے۔

ہمارے گلی کوچوں اور بازاروں میں سر عام ملکی و غیر ملکی رسائل و جرائد اور اخبارات معہ خصوصی میگزین جو عریاں تصاویر اور اخلاق سوز مضامین پر مشتمل ہوتے ہیں، نہایت ہی ارزاں قیمت پر ملتے ہیں۔ صد افسوس پاکستان میں کھانے پینے کی چیزیں مہنگی ہو رہی ہیں جبکہ عریانی و فحاشی سستی ہو رہی ہے۔ اس پر مزید مغرب کی غلاظت کو پاکستان کے کونے کونے میں پہنچانے کے لئے آہستہ آہستہ ڈش انٹینا کو سستا کیا جا رہا ہے۔ میرے مخاطب اہل فکر و دانش ہیں کیونکہ۔

Marfat.com

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

کیا آپ حکومت سے توقع کرتے ہیں کہ لیلائے اقتدار کے پرستاروں کا تو یہ حال ہے کہ اپریل 1991ء میں قومی اسمبلی و سینٹ نے شریعت بل منظور کیا جس کے نکات نمبر 1 اور 12 کے تحت حکومت پابند تھی کہ ابلاغ عامہ کو اسلامی اقدار کے فروغ اور اسلامی ثقافت کے منافی حدود کی اشاعت ونشریات پر مکمل پابندی لگانے کے لئے قانونی ڈھانچہ بنائے گی۔ کیا ایسا ہوا ہے؟ مغربی تہذیب ثقافت ایک میٹھا زہر ہے جو شعوری طور پر پاکستان کے عوام کو کھلایا جا رہا ہے۔ میرے نزدیک پاکستان میں 80 فیصد مسائل مثلاً کرپشن ڈکیتی، چور بازاری، بددیانتی، قتل، لوٹ مار اس الیکٹرانک میڈیا کی پیداوار ہیں۔ برسر اقتدار طبقہ اگر اسلام اور پاکستان کے لئے مخلص ہے تو میری رائے کے مطابق اگر حکومت پاکستان مغرب کی ننگی تہذیب، غیر ملکی موسیقی، ڈش اور ٹی وی پر اخلاق سوز نشریات پر پابندی کے ساتھ ساتھ عورت کو عفت و حیا کا لباس پہننے پر مجبور کر دے تو 90 فیصد برائی از خود مٹ جاتی ہے۔ 90 فیصد مسائل خود حل ہو جاتے ہیں۔ اسی الیکٹرانک میڈیا کو اگر تاریخ کے چہرے سے نقاب پلٹنے اور مسلمانوں کے جہادی کردار کو بے نقاب کرنے کے لئے استعمال کیا جائے تو مسلمان اپنا کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ نسخہ میں نے تجویز کر دیا ہے آپ آزما کر دیکھ لیں۔

Marfat.com

محکمہ تعلیم کا ''بے لباس'' جنسی درندہ

موجودہ نصاب تعلیم کے بارے میں ''لارڈ میکالے'' نے برملا کہا تھا کہ ''اس کی کوکھ سے ایسے لوگ جنم لیں گے جو ذہناً تو مسلمان ہو ں گے لیکن عملاً فرنگی ہوں گے'' انگریز سامراج کی سازشانہ ذہنیت کو داد دینا پڑتی ہے کہ وہ اپنے مذموم مقصد میں کامیاب ہو گیا اور اس کے نظام نے ایسے لوگ تیار کئے جو کہنے کو تعلیم یافتہ ہیں مگر ایسے مادیت زدہ کہ ان کی للچائی ہوئی نگاہیں کبھی دولت کی دیوی پر فریفتہ ہوتی رہی ہیں تو کبھی وہ حسن کے معبد میں لذت کے صنم کی پرستش کرتے رہے ہیں۔ اس طرح ''ہر بوالہوس'' نے حسن پرستی شعار کی ہے۔

Marfat.com

اسلامی تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی تعمیر و تشکیل کے ذریعے افراد کا ایک ایسا معاشرہ تیار کرنا ہے جن کے کردار کی بلندی کو ملائکہ کی عصمت بھی نہیں چھو سکتی اور اسلامی تاریخ میں حقیقتاً " ایسا معاشرہ قائم ہوا بھی ہے مگر رفتہ رفتہ تزکیہ قلب اور طہارت باطنی کا نظام کمزور پڑنے لگا اور فکر انسانی چشمہ روحانیت کی بجائے مادیت کے جوہڑوں سے سیراب ہونے لگی اس طرح ذہنوں کا میلان حصول تعلیم کے بعد تکمیل شخصیت کی بجائے ذریعہ معاش کی طرف ہو گیا۔ اس ذہنی خلفشار کے باعث تعلیم کے نتیجے میں قائم ہونے والے نظام اخلاق میں بگاڑ پیدا ہونے شروع ہو گئے اور علامہ اقبال کو مجبوراً کہنا پڑا

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب گل ایراں، وہی تبریز ہے ساقی

بدقسمتی سے پاکستان کا نظام تعلیم ایسا ہے جس میں اخلاقی تربیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ موجودہ نصاب تعلیم کے بارے میں "لارڈ میکالے" نے برملا کہا تھا کہ "اس کی کوکھ سے ایسے لوگ جنم لیں گے جو ذہناً تو مسلمان ہوں گے لیکن عملاً فرنگی ہوں گے" انگریز سامراج کی سازشانہ ذہنیت کو داد دینا پڑتی ہے کہ وہ اپنے مذموم مقصد میں کامیاب ہو گیا اور اس کے نظام نے ایسے لوگ تیار کئے جو کہنے کو تعلیم یافتہ ہیں مگر ایسے مادیت زدہ کہ ان کی للچائی ہوئی نگاہیں کبھی دولت کی دیوی پر فریفتہ ہوتی رہی ہیں تو کبھی وہ حسن کے معبد میں لذت کے صنم کی پرستش کرتے رہے ہیں۔ اس طرح "ہر بوالہوس" نے حسن پرستی شعار کی ہے۔

قرآن مجید نے قوم لوط کے عمل کی بڑی مذمت کی ہے مگر ہمارے تعلیمی اداروں میں اس وقت بھی ایسے ہولناک درندے چھپے ہوئے ہیں، جنہوں نے مکتب کے تقدس کو بھی

Marfat.com

مجروح کیا ہے اور نونہالان وطن کی عزتوں کو بھی پامال کرتے رہے ہیں۔ چند دن قبل ضلع جہلم کے قریبی شہر سرائے عالمگیر کے گورنمنٹ ہائی سکول کے پی ٹی آئی محمد اعظم نے ایسی ہی فحاشی کی انتہا کر دی ہے۔ اخباری سطور کے مطابق گورنمنٹ ہائی سکول سرائے عالمگیر کے بچوں کا ایک وفد مری میں ''سمر سکاؤٹنگ ٹرپ'' پر گیا جہاں ان کے معلم و مربی محمد اعظم نے ششم جماعت کے ایک طالب علم کو انتہائی سفاکی سے جنسی درندگی کا نشانہ بنایا۔ واپسی پر جب سکول کے سٹاف نے اسی ٹیچر سے مذکور وقوعہ کے متعلق پوچھ گچھ شروع کی تو وہ جنسی درندہ اپنے ''کپڑے اتار کر'' ناچنے لگا اور بڑھکیں مار کر کہنے لگا کہ ''میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا'' نیز اس نے سینکڑوں طلباء کے سامنے سٹاف کو غلیظ گالیاں دینا شروع کر دیں۔ طلباء اس کی جنسی دہشت گردی سے مرعوب ہو کر گھروں میں گھس گئے علاقہ بھر کے لوگوں نے اس دلخراش واقعہ پر بھرپور احتجاج کیا مگر کسی کی کچھ نہ سنی گئی۔ اس پر طرفہ تماشا یہ ہوا ہیکہ محکمہ تعلیم والوں نے اس بے لباس استاد اور اس کے کالے کرتوتوں میں شامل ہیڈ ماسٹر کو نہ صرف یہ کہ نشان عبرت نہیں بنایا بلکہ ان کی عزت افزائی کرتے ہوئے دوسرے سکول میں ان کی پوسٹنگ کر دی ہے تاکہ پرانے شکاری حسن کے نئے پرندوں پر اپنی ہوس کے جال پھینک سکیں۔ اگرچہ اس وقت ہم جنس پرستی کا مکروہ دھندہ عالمی سطح پر جاری ہے اور امیر ممالک کے بے شمار سیاح غریب ممالک میں معصومیت کے شکاریوں کا روپ دھار لیتے ہیں اور ان ممالک کی نسل نو کو اپنی ہوس کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ اس گھناؤنے کھیل کو وہ ''بچگانہ جنسی سیاحت'' کا نام دیتے ہیں یونیسف کے سروے کے مطابق صرف 1997ء میں 250000 بچوں کو سری لنکا' بنگلہ دیش اور تھائی لینڈ سے یورپی راستے امریکہ لے جایا گیا۔ جہاں ہوس کے پجاری ان کا جنسی استحصال کرتے رہے۔ یہ انکشاف بھی ہوا کہ برطانوی سیاح اس سلسلے میں سرفہرست ہیں اسی وجہ سے اپریل 1998ء میں برطانیہ کے

Marfat.com

سیکرٹری خارجہ رابن کک نے خود تھائی لینڈ کا دورہ کیا اور بچوں کے جنسی استحصال میں ملوث برطانوی سیاحوں کے خلاف سخت اقدامات کی دھمکی دی۔

عالمی حالات تو رہے ایک طرف مگر ہمارے محکمہ تعلیم کے اہلکاروں کو چاہیے کہ وہ محکمہ تعلیم کے ایسے سفاک اور خون آشام درندوں کو کیفر کردار تک پہنچائیں کیونکہ اس مقدس محکمے کی کالی بھیڑوں نے صاحب سیرت اور باکردار اساتذہ کو بدنام کر رکھا ہے۔ اپنے ہی طلباء کی اخلاقی تربیت کی بجائے انہیں جنسی تسکین کا نشانہ بنانے والے دراصل وحشی بھیڑیے ہیں، جنہوں نے ''استادی'' کا روپ دھار رکھا ہے اگر محکمہ تعلیم کے ذمہ داران نے ایسے نابکاروں کے خلاف قانونی چارہ جوئی نہ کی تو یہ اخلاقیات کی دھجیاں اڑاتے رہیں گے، علم کے چلمن میں ہوس کی آگ کے انگارے دہکاتے رہیں گے اور ان کے ظلم کا نشانہ بننے والے معصوم بچے آگے جاکر معاشرے کے دھتکارے ہوئے افراد شمار ہوں گے کیونکہ

جب یہ نہیں تو وہ کیا مذہبی ہوں گے
اثر پڑتا شاگردوں پر استادوں کے باطن کا

اور پھر وہ وقت آئے گا کہ عوام خود مداخلت کر کے تعلیمی اداروں کے آنگن میں ناچنے والے ان خونخوار سورماؤں کے مکروہ چہروں سے ہوس کے نقاب اچک کر انہیں گلیوں میں گھسیٹ رہے ہوں گے اور زمانہ ایسے اساتذہ پر ماتم کر رہا ہوگا۔

Marfat.com

قوموں کی ترقی کا راز

تاریخ بتاتی ہے کہ اہل مغرب چھ چھ مہینے غسل نہیں کرتے تھے۔ مگر اسلام کی علمی تحریک نے عرب کے وحشی بدوؤں کو کاروان انسانیت کا امام بنا دیا اور پھر صدیوں تک بغداد، قرطبہ اندلس وسپین کے در و دیوار علم کی ضیاء پاشیوں سے دمکتے رہے اور مغرب و یورپ علم وشعور کی خیرات لینے کے لئے کاسہ گدائی پکڑے عالم اسلام کی دریوزہ گری کرتا رہا مگر پھر نجانے عالم اسلام کو کیسی نظر بد لگی کہ یہ علم کی برکات سے محروم ہونے لگا اور علم مسلمانوں سے روٹھ کر مشرق سے مغرب کی طرف لوٹ گیا۔ اس علمی کسمپرسی پر اقبال چیخ اٹھا کہ

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گل ایراں وہی تبریز ہے ساقی

Marfat.com

تاریخ عالم گواہ ہے کہ دنیا میں کسی قوم نے باقی اقوام سے برتر اور منفرد مقام حاصل کیا تو اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ قوم اور اس کے افراد شعوری اعتبار سے دوسری اقوام سے آگے تھے اور شعور ہمیشہ تعلیم کے تابع رہا ہے۔ فکر کے سوتے اور شعور کے چشمے علم کی دہلیز سے ہی پھوٹتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے امام اور رسل کے قائد ختم المرسلین حضرت محمد ﷺ کی بعثت مبارک کے وقت آپ ﷺ پر جو پہلی وحی نازل فرمائی اس کا تعلق علم سے تھا۔ تو گویا قرآن مجید کی جو پہلی پانچ آیتیں نازل ہوئیں ان کا تعلق بھی نظام علم ہی سے تھا۔ مثلاً پہلی آیت کریمہ ترجمہ: ''پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے (آپ کو اور نسل انسانی کو) پیدا فرمایا'' اس آیت میں الھیات اور اخلاقیات کی تعلیم دی گئی دوسری آیت میں فرمایا۔ ''جس (ذات) نے قلم کے ذریعے علم سکھایا'' اس آیت میں ذرائع علم (Sources of Konwledge) کے متعلق آگاہ فرمایا اور اس طرح پہلی وحی کی پانچویں اور آخری آیت میں ارشاد فرمایا۔

ترجمہ: ''انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا'' تو اس آیت میں علم و معرفت، فکر و فن علم اور فلسفہ و سائنس پر روشنی ڈال کر بتا دیا کہ انسان کا بہترین ہتھیار علم ہے چنانچہ پیغمبر اسلام ﷺ نے ابتدائے اسلام میں ہی دعوت و تربیت، وعظ و تبلیغ اور تزکیہ و تصفیہ کے ساتھ ساتھ ایک زبردست علمی تحریک کا آغاز فرما دیا۔ اسلام اور کفر کی پہلی جنگ جو بدر کے مقام پر ہوئی جب اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شاندار کامیابی عطا فرمائی اور مفتوح قوم کے قیدی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کیے گئے تو نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ صحابہ کرامؓ نے مختلف مشورے دیئے جن میں سے اس بات پر اتفاق رائے ہوا کہ جو قیدی چار سو درہم (جو اس دور میں ایک خطیر رقم تھی) زر فدیہ ادا کر

Marfat.com

دے وہ آزاد ہے۔ لیکن حضور اکرم ﷺ نے ساتھ ایک استثنائی صورت (اس کے باوجود کہ اسلامی ریاست کو روپے پیسے کی سخت ضرورت تھی) یہ بیان فرمائی کہ ان میں سے جو قیدی شہر مدینہ کے دس ان پڑھ بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دے وہ زر فدیہ ادا کیے بغیر آزاد ہے اس طرح جزیرہ عرب سے اٹھنے والی اسلام کی تحریک اپنے دامن میں خون کے دریا نہیں بلکہ امن و آشتی اور علم و معرفت کی ضیاء لیکر آئی۔ ان کے جنگ و جہاد کا مقصد بھی جغرافیائی سرحدوں کی توسیع نہیں تھا۔ بلکہ جہالت و بے راہروی کی دلدل میں پھنسی ہوئی انسانیت کو علم و شعور کے زیور سے آراستہ کر کے دہلیز ربوبیت تک پہنچانا تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ فتح ایران کے وقت رستم نے اسلامی فوج کے آرمی چیف حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک سوال کیا تھا کہ تم لوگوں نے کیوں ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہے اور یہاں کسریٰ کی شہنشاہیت کا تخت الٹ کر اس پر محمد عربی ﷺ کے دین حنیف کا جھنڈا لہرا دیا جبکہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی لڑائی جھگڑا نہیں تھا۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے بڑا خوبصورت جواب دیا کہ ہم تخت و تاج کے بھوکے نہیں ہیں بلکہ ہم ایک مشن لے کر آئے ہیں۔ ہم اس لئے بھیجے گئے ہیں تا کہ ہم لوگوں کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر اسلام کی ضیاء بار راہوں پر گامزن کر سکیں اور انہیں بادشاہوں کے پنجہ جبر و تشدد سے نکال کر اسلام کے عدل اجتماعی کی طرف لا سکیں۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب امریکہ ابھی دریافت نہیں ہوا تھا اور سارا یورپ اور مغرب لاعلمی و جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اہل مغرب چھ چھ مہینے غسل نہیں کرتے تھے مگر اسلام کی علمی تحریک نے عرب کے وحشی بدوؤں کو کاروان انسانیت کا امام بنا دیا اور پھر صدیوں تک بغداد' قرطبہ اندلس و سپین کے در و دیوار علم کی ضیاء پاشیوں سے دمکتے رہے اور مغرب و یورپ علم و شعور کی خیرات لینے کے لئے

Marfat.com

کاسہ گدائی پکڑے عالم اسلام کی دریوزہ گری کرتا رہا مگر پھر نجانے عالم اسلام کو کیسی نظر بد لگی کہ یہ علم کی برکات سے محروم ہونے لگا اور علم مسلمانوں سے روٹھ کر مشرق سے مغرب کی طرف لوٹ گیا۔ اس علمی کسمپرسی پر اقبال چیخ اٹھا کہ۔

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گل ایراں وہی تبریز ہے ساقی

اس وقت عالم اسلام بالعموم اور پاکستان بالخصوص ٹھوس علمی قیادت نہ ہونے کی وجہ سے تاریخ کے بدترین جبری دور سے گزر رہا ہے جہاں تک پاکستان کے نظام تعلیم کا تعلق ہے تو خالصتاً فرنگی بنیادوں پر قائم ہے۔ لارڈ میکالے (T.B.Macaulay) ۱۹۳۴ء میں ہندوستان آیا سپریم کونسل آف انڈیا کے ممبر کی حیثیت سے اس نے وہ تعلیمی نظام تعلیم شروع کیا بالآخر انگریزی نظام تعلیم'' کے نام سے پورے ملک میں رائج ہو گیا اس نظام تعلیم کا مقصد میکالے کے الفاظ میں یہ تھا۔

"So that a generation may arise which will be indian in brith and English in thought"

''یعنی ایک ایسی نسل تیار کی جائے جو پیدائش کے اعتبار سے ہندوستانی ہو مگر خیالات وافکار کے اعتبار سے انگریز ہو'' انگریز سامراج کی عیاری ومکاری پر اسے داد دینی پڑتی ہے کہ وہ اپنی مکروہ چال میں کامیاب رہا اور مسلمان تعلیم کے میدان میں دوسری قوموں سے دو سو سال پیچھے چلے گئے موجودہ زمانے میں پاکستانی قوم اور تمام مسلمانوں کے مسائل کی جڑ پسماندگی ہے کیونکہ تعلیم سے محرومی انسان کو بے شعور بناتی ہے اور جو لوگ بے شعور ہوں اس دنیا میں ان کے لئے بربادی کے سوا کوئی انجام نہیں ہوتا۔ اگرچہ گزشتہ دنوں جنرل پرویز مشرف نے آرمی ایجوکیشن ڈائریکٹوریٹ کے زیر اہتمام نیشنل لائبریری

Marfat.com

اسلام آباد میں ''تعلیم'' خواب اور حقیقت'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے چار نکاتی تعلیمی حکمت عملی کا اعلان کرتے ہوئے بڑے بلند و بانگ دعوے کئے ہیں لیکن ایسی پر جوش تقریریں سن سن کر اب کان پک چکے ہیں کیونکہ ہم تو ابھی تک ۵۰ء کے عشرے میں وضع کی گئی ابتدائی نوعیت کی تعلیمی پالیسی پر عمل نہیں کروا سکے چہ جائیکہ جنرل پرویز مشرف کی چار نکاتی تعلیمی پالیسی پر عمل ہو سکے۔ تعلیم تو دفاع جیسی ترجیح کی متقاضی تھی اور ہے لیکن یہاں دفاع کے لئے ستر فیصد جبکہ تعلیم کے لئے دو فیصد بجٹ مختص ہوتا رہا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سرکاری سکولوں میں تعلیم کا معیار گرنے کی وجہ سے تاجرانہ ذہنیت کے لوگوں کو پرائیویٹ سیکٹر میں شعبہ تعلیم میں سرمایہ کاری کرنے کا جواز مل گیا اب دھڑا دھڑ پرائیوٹ تعلیمی ادارے کھل رہے ہیں افسوسناک بات یہ ہے کہ جس طرح سبزی کی دکان کھولنے کیلئے کسی میرٹ اور کوالیفکیشن کی ضرورت نہیں اسی طرح ہو کاروباری آدمی سکول بھی کھول سکتا ہے چاہے۔ وہ خود انگوٹھا چھاپ ہی کیوں نہ ہو۔ بھلا ایسے سکولوں سے جن کا نصاب نصب العین نواز نہ ہو' تعلیم تعمیر شخصیت کی بجائے ذریعہ معاش بن چکی ہو' ان کی کوکھ سے اس امت کا رومی' غزالی یا رازی کیسے جنم لے سکتا ہے۔ دور حاضر میں معیاری تعلیم کامیابی کا ٹکٹ (Ticket to Success) ہے۔ جس قوم نے اس ٹکٹ کو حاصل کرلیا مستقبل میں وہی دنیا کی قیادت کرے گی۔

Marfat.com

معاشیات

☆ ٹیکسیشن سسٹم کی اصلاح وقت کی اہم ضرورت

☆ مسلم اقتصادی بلاک کا ڈھانچہ

☆ پاکستان ویلفیئر اسٹیٹ کیسے بنے گا۔

Marfat.com

ٹیکسیشن سسٹم کی اصلاح..........وقت کی اہم ترین ضرورت

متذکرہ بالا تجویز پر عملدرآمد سے ہمارے بینکوں کو سالانہ اسی ارب روپے کا منافع ہوگا اسی طرح ہمارے ملک میں جنرل سیلز ٹیکس اور دیگر حوالوں سے کاروباری ماحول میں جو واویلا مچا ہوا ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ اور پیداوار میں اضافے سے روزگار اور محاصل کی وصولی میں بھی اضافہ ہوگا کیونکہ نظام کی پیچیدگیوں اور خرابیوں کو دور کیے بغیر صرف ڈنڈے کے زور پر زوال پذیر معیشت کو سنبھالا نہیں جاسکتا۔ رہی بات تاجروں کے اودھم مچانے کی تو انہیں سمجھانے اور قائل کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ تعمیر قوم دراصل تعمیر شعور کا دوسرا نام ہے شعور کی تعمیر کے بعد ہر چیز اپنے آپ حاصل ہو جاتی ہے دانائے راز اقبال نے بڑا فکر انگیز تجزیہ کیا تھا کہ

عصر حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی روح تیری دے کے تجھے فکر معاش

Marfat.com

آج اکیسویں صدی کی دہلیز پر کھڑی ہو کر دنیا کی تمام اقوام اپنے اپنے ملکوں کے ریاستی استحکام کے ذریعے آئندہ ہزاروں سال تک دنیا میں سلمانی سلطنت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہی ہیں۔ مگر پاکستان میں ابھی تک یہ طے نہیں کیا جاسکا کہ تاجروں کو جنرل سیلز ٹیکس دینا چاہیے یا کہ نہیں۔ موجودہ فوجی حکومت نے بگڑے ہوئے تاجروں کو ہر ممکنہ صورت میں جنرل سیلز ٹیکس وصول کرنے کی دھمکی دے رکھی ہے تو دوسری طرف عمر سیلیا بھی مرنے مرانے کی باتیں کر رہا ہے۔ دراصل ہمارے سابقہ حکمرانوں نے تاجر برادری سے '' کچھ لو اور کچھ دو '' کی بنیاد پر اس کے مزاج کو بگاڑ رکھا ہے۔ ہماری تاجر برادری جو ہماری معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اسے وطن عزیز کے معیشت کے سوکھتے ہوئے درخت کی جڑوں کو سینچنے کے لئے اپنے خون کا نذرانہ دینے کا اعلان کرنا چاہیے تھا لیکن یہ طبقہ احتجاج کا راستہ اختیار کر کے شجر معیشت کی شاخوں کو بھی کاٹنے کا راستہ اپنا رہا ہے۔ یہ لوگ نہ تو عوام کے خیر خواہ ہیں اور نہ ملک کے بلکہ استحصال کا راستہ اپنا کر ملکی دولت کو صرف چند ہاتھوں میں سمیٹنا چاہتے ہیں کتنے افسوس کی بات ہے کہ عمر سیلیا نے باقی تاجروں سے ہڑتال کروا رکھی ہے اور کراچی میں خود اس کا اپنا ریسٹورنٹ کھلا رہا ہے۔

دنیا کے مہذب اور ترقی یافتہ ممالک میں نظام ہائے مملکت ٹیکسوں کے مضبوط نظام پر ہی چل رہے ہیں۔ وہاں ٹیکس چوری یا ٹیکس انکاری کو قومی جرم سمجھا جاتا ہے لیکن پاکستان کی موجودہ صورت حال پر دنیا کی قومیں بغلیں بجا رہی ہیں بلکہ ایک انگریزی ماہنامے کو اپنی ٹائٹل سٹوری کا عنوان دینا پڑا کہ '' A Nation of tax

Marfat.com

evaders'' یعنی ایک ایسی قوم جو ٹیکسوں سے بھاگ رہی ہے ۔ تاجر ہمیشہ ٹیکس کلیکٹر سے ساز باز کر کے انہیں پوری پوری مارکیٹ کا صرف چند ہزار روپے ٹیکس دیتے رہے ہیں۔ حالانکہ ان کی شرح منافع بہت زیادہ ہے وہ گاہکوں سے نفع کی بجائے انہیں لوٹتے ہیں لیکن خود ٹیکس ادائیگی سے کنی کتراتے ہیں حالانکہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں تاجر برادری سیلز ٹیکس دینے کے ساتھ ساتھ گاہکوں سے بھی بڑے مہذب انداز میں پیش آتی ہے۔ امریکہ کے تجارتی ادارہ کی سب سے اہم ترین خصوصیت وہ ہے جس کو'' گاہک نوازی'' کہتے ہیں امریکی تاجر اپنے گاہکوں کو خوش کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے جب کہ ہمارا تاجر ہر ممکن طریق سے گاہک کی'' چمڑی'' اتارنے کی کوشش کرتا ہے امریکہ میں تو خریدا ہوا مال ناقص ہونے یا پسند نہ آنے کی صورت میں اس ادارے کی کسی بھی شاخ کو کسی بھی شہر میں یہ کہہ کر واپس لوٹایا جاسکتا ہے کہ گاہک نے پسند نہیں کیا اور اگر گاہک کے پاس رسید ہو تو فی الفور اس کی قیمت لوٹا دی جاتی ہے اور ہمارے ہاں قیمت کے ساتھ ہی لکھا ہوتا ہے کہ'' خریدا ہوا مال واپس نہیں ہوگا'' مگر ایسا جملہ امریکہ کی کاروباری لغت کے لئے اجنبی ہے بلکہ امریکی تاجروں نے تو عوام کی سہولت کے پیش نظر ہر چیز اقساط میں دینے کا اعلان کر رکھا ہے اور امریکیوں کے درمیان یہ کہاوت مشہور ہے کہ اگر آپ کے اندر اقساط ادا کرنے کی استطاعت ہو تو آپ امریکہ بھی خرید سکتے ہیں بشرطیکہ امریکہ بک رہا ہو۔

ہمارے ہاں تاجروں کا مقابلہ اگر سرکاری ملازمین کی آمدنی سے لگایا جائے تو ملازم بیچارہ پورا مہینہ نوکری کرتا ہے لیکن مہینے کے بعد اس کی تنخواہ کی وصولی سے قبل ہی اس سے ٹیکس کاٹ لیا جاتا ہے جبکہ ایک متوسط تاجر کی ایک دن کی آمدنی ایک بڑے سرکاری ملازم کی ایک ماہ کی تنخواہ سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور اس سے بھی صرف دو فیصد ٹیکس ادا کرنے کو کہا جا رہا ہے تو تاجروں کو جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگ جو ملک

Marfat.com

کے استحکام کیلئے اسے معمولی ٹیکس بھی نہیں دے سکتے وہ وفا کے بازاروں میں کھوٹے سکے ہیں۔ جن کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ فوجی حکومت کے لئے بھی تاجروں کو الٹا لٹکا دینے کی باتیں کوئی زیادہ مناسب نہیں ہیں احتجاج کرنے والوں کو طاقت کے زور پر کچلنے کی بجائے ان کے لئے بات چیت کے دروازے کھولنے کی ضرورت ہے اور ملک کے ٹیکس سسٹم کی اوور ہالنگ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے تاکہ ہم بھی ایک ذمہ دار اور ٹیکس گزار معاشرے کو جنم دے سکیں۔

نظام ٹیکس کی اصلاح کے حوالے سے ایک تجویز یہ بھی ہے کہ اگر انکم ٹیکس ویلتھ ٹیکس اور کیپٹل ویلیو ٹیکس کو یکسر ختم کر کے اس کی جگہ ایک انقلابی تبدیلی کے ذریعے پے منٹ ویلیو ٹیکس (Payment Value Tax) کا نظام بینکوں کی ادائیگیوں کی سطح پر تمام لین دین (Transactions) پر تین فیصد کے ریٹ سے لاگو کر دیا جائے تو ہماری موجودہ آمدنی جو ان محاصل کی مد میں ہوتی ہے اس سے باآسانی یہ آمدنی ڈبل ہو سکتی ہے اس کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ اگر کوئی شخص بینک سے ایک سو روپے کا چیک کاٹتا ہے تو اس اکاؤنٹ ہولڈر کے اکاؤنٹ سے ایک سو تین روپے چارج ہوں گے اور یہ تین روپے فوری طور پر روزانہ کے حساب سے قومی ٹیکس آمدنی کے اکاؤنٹ میں جمع ہو جائیں گے اس طرح سے ایک محتاط اندازے کے مطابق سردست ہمارے بینکوں میں سالانہ تقریباً چھ ہزار ارب روپے کا لین دین ہوتا ہے جس سے ہمارے خزانے میں اس مد میں صرف ایک سو ارب روپے کے لگ بھگ وصول ہو رہے ہیں اور متذکرہ بالا تجویز پر عملدرآمد سے ہمارے بینکوں کو سالانہ اسی ارب روپے کا منافع ہوگا اسی طرح ہمارے ملک میں جنرل سیلز ٹیکس اور دیگر حوالوں سے کاروباری ماحول میں جو واویلا مچا ہوا ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا اور پیداوار میں

Marfat.com

اضافے سے روزگار اور محاصل کی وصولی میں بھی اضافہ ہوگا کیونکہ نظام کی پیچیدگیوں اور خرابیوں کو دور کیے بغیر صرف ڈنڈے کے زور پر زوال پذیر معیشت کو سنبھالا نہیں جاسکتا۔ رہی بات تاجروں کے اودھم مچانے کی تو انہیں سمجھانے اور قائل کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ تعمیر قوم دراصل تعمیر شعور کا دوسرا نام ہے شعور کی تعمیر کے بعد ہر چیز اپنے آپ حاصل ہو جاتی ہے دانائے راز اقبال نے بڑا فکر انگیز تجزیہ کیا تھا کہ

عصر حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی روح تیری دے کے تجھے فکر معاش

Marfat.com

مسلم اقتصادی بلاک کا ڈھانچہ

آج کسی فرد، خاندان یا ملک کو سزا دینے یا نیچا دکھانے کا بہترین طریقہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کے ذرائع آمدن اور معیشت کو تباہ کر دیا جائے اسی وجہ سے صہیونی مالیاتی ادارے مسلمان ممالک کو اپنے خونیں ہتھکنڈوں میں پھنساتے رہتے ہیں جس کی کئی گھناؤنی شکلیں ہیں کبھی وہ انہیں بھاری بھرکم شرح سود پر قرض دیکر ان کی معیشت کو گروی رکھتے ہیں اور کبھی ان پر اپنی من مانی پالیسیاں مسلط کرنے کیلئے ان پر بے جا پابندیاں لگاتے رہتے ہیں یورپ کے کئی ممالک نے ان اداروں کے چنگل سے نجات کیلئے اپنے جداگانہ اقتصادی بلاک بنا رکھے ہیں چنانچہ ان کے مقابلے میں اور عالمی مالیاتی اداروں کے آتشیں حملوں سے بچنے کیلئے ایک مستحکم مسلم اقتصادی بلاک وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

Marfat.com

دنیا اس وقت خونخوار عالمی مالیاتی اداروں کے پنجوں میں جکڑی ہوئی ہے ورلڈ بینک آئی ایم ایف اور دیگر عالمی مالیاتی ادارے غریب و پسماندہ اور بطور خاص مسلمان ممالک کے معاشی ذخائر اور مالی وسائل پر چھائے ہوئے ہیں یہ دور چونکہ فری مارکیٹ اکانومی کا دور ہے اس لئے جو ملک معاشی لحاظ سے مضبوط ہوگا اسے ہی عالمی سطح پر تفوق و برتری حاصل ہوگی اس وقت عالمی سٹاک ایکسچینج میں ڈالر اور پونڈ ترقی پذیر اور غریب ممالک کی کرنسیوں کو وحشی بھیڑیئے کی طرح روندر ہے ہیں۔آج کسی فرد' خاندان یا ملک کو سزا دینے یا نیچا دکھانے کا بہترین طریقہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کے ذرائع آمدن اور معیشت کو تباہ کر دیا جائے اسی وجہ سے صیہونی مالیاتی ادارے مسلمان ممالک کو اپنے خونیں ہتھکنڈوں میں پھنساتے رہتے ہیں جس کی کئی گھناؤنی شکلیں ہیں کبھی وہ انہیں بھاری بھر کم شرح سود پر قرض دیکر ان کی معیشت کو گروی رکھتے ہیں اور کبھی ان پر اپنی من مانی پالیسیاں مسلط کرنے کیلئے ان پر بے جا پابندیاں لگاتے رہتے ہیں یورپ کے کئی ممالک نے ان اداروں کے چنگل سے نجات کیلئے اپنے جداگانہ اقتصادی بلاک بنا رکھے ہیں چنانچہ ان کے مقابلے میں اور عالمی مالیاتی اداروں کے آتشیں حملوں سے بچنے کیلئے ایک مستحکم مسلم اقتصادی بلاک وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

مجھے یہ پڑھ کر انتہائی خوشی ہوئی کہ تمام عالم اسلام کے روحانی مرکز سعودی عرب کے فرمانروا شاہ فہد نے عید الفطر کے موقع پر عالم اسلام کے نام اپنے پیغام میں شدت سے اس بات پر زور دیا ہے کہ ''مسلمان عالمی سطح پر اپنی قوت اور اثر ورسوخ میں اضافے کیلئے اقتصادی محاذ پر مل جل کر کام کریں اور اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ وہ اپنی سلامتی کیلئے ایک بااثر اور مضبوط اقتصادی بلاک قائم کریں'' ویسے تو آج سے کئی سال قبل ہی اس اسلامی

Marfat.com

اقتصادی بلاک کو عملی شکل مل جانی چاہیے تھی لیکن اس وقت دنیا جس طرح ''گلوبل ویلج'' کا روپ دھار چکی ہے اور عالمی استعمار تنگدست ومفلوک الحال ممالک کا استحصال کر رہا ہے اس بلاک کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف نے سود خور ساہو کاروں کا کردار ادا کرتے ہوئے پاکستان کی معیشت کو محکومی کے نظام قہر میں جکڑا ہوا ہے اور پاکستانی قوم نسل در نسل سود کے بوجھ تلے دبتی چلی جارہی ہے جو ڈالر ہم نے آج سے بیس سال قبل قرض لیا تھا اس وقت عالمی مارکیٹ میں اس کی قیمت پاکستانی کرنسی میں بارہ روپے تھی جبکہ اس کی واپسی ساٹھ روپے کی قیمت کیساتھ کر رہے اس اصل قیمت پر کئی گناہ شرح سود اس کے علاوہ ہے کیونکہ عالمی مالیاتی ادارے قرضوں کے اجراء کے وقت بھی اپنے مفادات پیش نظر رکھتے ہیں ابھی گذشتہ ماہ آئی ایم ایف نے دوبارہ کڑی شرائط کیساتھ پاکستان کو 596 ملین ڈالر کا قرضہ دینا منظور کیا ہے تو اس کے پس پردہ بھی ہندو بنیئے کی طرح ان مالیاتی اداروں کی منافقانہ چالیں ہیں چنانچہ یہ اسی ردعمل کا نتیجہ ہے کہ سٹیٹ بنک آف پاکستان نے اپنی پہلی سہ ماہی میں بڑی صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ آئی ایم ایف سے معاہدے کے نتیجے میں تیل' گیس اور یوٹیلٹی کی قیمتوں میں اضافہ ہوگا مہنگائی اور بیروزگاری بڑھے گی اور روپے کی قیمت مزید گرنے کے امکانات بڑھ جائیں گے۔

ظاہر ہے پاکستان عالمی اقتصادیات سے کٹ کر تنہائی (Isolation) کا شکار تو نہیں ہوسکتا لہٰذا عالمی معاشی اثر اندازیوں سے تحفظ کیلئے ضروری ہے کہ پاکستان سمیت عالم اسلام علاقائی اور عالمی سطح پر ٹھوس معاشی منصوبہ بندی کرے معیشت کی دستاویز بندی (Documentation) کے بغیر اقوام عالم میں عزت ووقار کیساتھ زندہ رہنا محال بنتا جارہا ہے ہر مسلم ملک اس طرح اپنی پالیسیاں مرتب کرے کہ اس کی اقتصادیات کا ایک سرا

Marfat.com

ملکی تو دوسرا عالمی مسلم اقتصادی بلاک سے جڑا ہوا ہو مثلاً ایشیا میں پاکستان' ایران اور افغانستان میں کافی معاشی مناسبتیں (Complementa Lities) ہیں اسی طرح خلیج کی ریاستیں اپنے آپ کو باہم ایک معاشی چین میں پروسکتی ہیں پھر ایشیا و خلیج کی معیشت کو ملایا جا سکتا ہے اب عالم اسلام کیلئے آپس میں معاشی و علاقائی تعاون کے بغیر مغرب کے سرمایہ داری نظام کی تباہ کاریوں اور استعمار کی معاشی یلغار کو روکنا ممکن نہیں ہوگا۔ مسلمان ممالک کو ایک دوسرے کیساتھ معاشی معاہدے' تجارتی اداروں کے قیام اور کرنسی کے تبادلے جیسے اہم معاملات پر پیش رفت کرنی چاہیے جیسا کہ حال ہی میں چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے شام' لبنان اور اردن کا دورہ کیا ان کے ساتھ وفاقی وزیر تجارت عبدالرزاق داؤد بھی تھے جنہوں نے وطن واپسی پر اس دورے کی کامیابی کے پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے ان ممالک کو وہاں کھاد' سیمنٹ اور کاغذ کے پلانٹ لگانے میں مدد دینے کا مطالبہ کیا ہے اور دمشق میں ایک قومی پاکستانی بنک کے قیام کے حوالے سے بھی بات چیت کی ہے نیز انہوں نے لبنان کے تجارتی وفد کو پاکستان آنے کی دعوت بھی دی ہے اس سے قبل پاکستان نے ہمیشہ مشرق وسطی میں صرف تیل پیدا کرنے والے عرب ممالک کیساتھ تجارتی تعلقات پر زور دیا ہے یہ پہلا موقع ہے کہ حکومت کی سطح پر تیل کی پیداوار سے محروم عرب ممالک کیساتھ تجارتی تعلقات کے فروغ کیلئے کوششیں کی جارہی ہیں جو کہ خوش آئند ہیں پاکستان جو کہ اس وقت 35 ارب ڈالر کے قریب غیر ملکی قرضوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے غیر ملکی قرض کی ادائیگی اور مزید قرضوں سے نجات کیلئے ضروری ہے کہ ملک کے معاشی و تجارتی اداروں میں اداراتی (Institutional) اور ہیئتی (Structural) تبدیلی لائی جائے اداروں کی تشکیل نو (Restructuring) کا عمل شروع ہونے سے کافی حد تک مایوسی (Frustration) دور ہو جائیگی۔

Marfat.com

بات ہو رہی تھی مسلم اقتصادی بلاک کے قیام کی تو اس کے لئے ضروری ہے کہ یورپی یونین اور جی ایٹ ممالک کی طرز پر مسلم ممالک مضبوط اقتصادی یونین یا معاشی بلاک تشکیل دیکر نظام زر کی چیرہ دستیوں سے نجات حاصل کریں پھر آپس میں ہی غیر سودی قرضوں کا لین دین کریں جس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ایشیائی ترقیاتی بنک نے حال ہی میں پاکستان کو پندرہ کروڑ ڈالرز کے نئے قرضے دینے کی منظوری دی ہے جن میں سات کروڑ ڈالرز کے قرضے کی واپسی 24 سال میں اور آٹھ کروڑ ڈالر کی واپسی 32 سال میں ہو گی اس پر ایک فیصد سود ہو گا اور اس قرض سے غیر سرکاری تنظیموں کے 25 ہزار ارکان کو تربیت دی جائے گی کہ وہ غریبوں کی آمدنیوں میں اضافے کیلئے سرمایہ کاری کے چھوٹے منصوبے شروع کریں۔ اس طرح کی پالیسیاں مسلم اقتصادی بلاک میں بھی شروع کی جا سکتی ہیں اس بلاک کے علاوہ عالمی مسلم اقتصادی فورم بھی تشکیل دینا چاہیے جو کہ اقتصادیات کے ماہرین پر مشتمل ہو اور یہ فورم عالمی سطح پر غریب مسلمان ممالک کی معیشت کی بہتری کیلئے تجاویز دے نیز اپنی آئی ایم ایف بنا کر مسلمان ممالک سے غربت کے خاتمے کیلئے نئے نئے پیکجز متعارف کروائیں مسلمانوں کی عالمی سطح پر بقا کا اب صرف یہی راستہ باقی رہ گیا ہے۔ مسلم امہ دنیا پر واضح کر دے۔ کہ

برہم ہوں بجلیاں کہ ہوائیں خلاف ہوں
کچھ بھی ہو اہتمام گلستاں کریں گے ہم

Marfat.com

پاکستان ویلفیئر اسٹیٹ کیسے بنے گا

اسی طرح محلات نما رہائش گاہیں اور کچی آبادیاں پہلو بہ پہلو اسلام کی فلاحی ریاست کے تصورات کی دھجیاں بکھیر رہی ہوتی ہیں۔ مفادات کا یہی تصادم اسلام کی معاشی وسماجی تعلیمات کے بروئے کار آنے اور نافذ ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اسی چیز نے اسلامائزیشن کے عمل کو پابند سلاسل بنا رکھا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس ملک پر فوجی اور سول بیوروکریسی' صنعت کار' سرمایہ دار' جاگیردار اور زمیندار حکومت کرتے رہے ہیں۔ طاقت کے سرچشموں اور جملہ وسائل ریاست پر یہی لوگ قابض ہیں ان کی اجارہ داری کی وجہ سے اقتصادی وسماجی اونچ نیچ پیدا ہوتی ہے جس کا اسلام نہ صرف دشمن ہے۔ بلکہ اس کو مٹانا اس کا اولین ہدف ہے

Marfat.com

علامہ اقبال اٹلی کے دارالحکومت میں داخل ہوئے تو مسولینی نے اپنی ٹیم سمیت ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ تھوڑی دیر بعد دو نامور شخصیات مذاکرات کی میز پر ایک دوسرے سے ہم کلام تھیں مسولینی نے پوچھا میری فاشٹ تحریک کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ مسلم امہ کی مقتدر علمی وفکری ہستی اقبال گویا ہوئے کہ آپ نے اپنے نظام مملکت میں کافی چیزیں اسلام کی اپنالی ہیں اگر آپ اسلام کے عدل اجتماعی کو کاملاً اختیار کر لیں تو پورا یورپ آپکا زیرنگین ہوسکتا ہے۔ مسولینی کی اٹالین قوم نے علامہ کی اس نصیحت کو پلے باندھ لیا اور سارے یورپ نے اسلام کی فلاحی ریاست کے تصورات پر اپنی ریاستوں کے داخلی خدوخال تشکیل دینے شروع کر دیئے۔

پھر ہندوستان میں تحریک پاکستان چلی تو علامہ اقبال نے قائداعظم سے بھی کہا تھا ''مسلمانوں کا روٹی کا مسئلہ حل کرنے پر سب سے زیادہ توجہ دیں'' بلکہ بعد میں علامہ نے قائداعظم کے نام اپنے ایک خط میں کہا ''مسلم لیگ کو مسلمانوں میں مقبول عام بنانے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کے محروم طبقات کی چیمپئن بنے'' اس خط میں انہوں نے کہا میرے فہم اسلام کے مطابق غریب مسلمان کی معاشی حالت بہتر بنانا مسلمانوں کی کسی بھی تنظیم کا مقصد ہونا چاہیے۔ قیام پاکستان کے وقت سارے یورپ میں ویلفیئر اسٹیٹ کی ہوائیں چل رہی تھیں اور تمام مغربی ممالک سوشل جسٹس کے اپنے اپنے ایجنڈے پر عمل کر رہے تھے۔ مغرب نے ویلفیئر اسٹیٹ کے قیام کے لئے موثر ترین تدبیر اختیار کی وہ یہ تھی کہ بڑی آمدنیوں پر بھاری ٹیکس عائد کر کے ریاست کی اجتماعی آمدنی میں اضافہ کیا گیا اور اس کو تمام باشندگان ریاست کو کم سے کم ضروریات زندگی فراہم کرنے کے لئے استعمال کیا گیا اس طرح مغرب نے ویلفیئر اسٹیٹ کیلئے نظام ٹیکس کی اصلاح کی جبکہ اسلام کے

Marfat.com

نظام زکوٰۃ کا فلسفہ یہ ہے کہ یہ امیروں سے لے کر غریبوں کو لوٹا دی جاتی ہے اس وقت عالم اسلام کے لئے یہ امر باعث مسرت ہونے کے ساتھ ساتھ باعث ندامت بھی ہے کہ مغرب نے حیات اجتماعی کے بیشمار گوشوں کو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ڈھال لیا ہے پاکستان کی ترپن سالہ تاریخ گواہ ہے کہ یہاں عدل اجتماعی قائم کرنے اور اسے ایک ویلفیئر اسٹیٹ بنانے کی کوئی سنجیدہ، حکیمانہ اور موثر کوشش نہیں کی گئی پاکستان اس وقت دیو مالائی مشکلات کی وجہ سے غربت وامارت کی دو انتہاؤں کو چھو رہا ہے اور بعض لوگوں کے یہ تبصرے اگرچہ نظری اعتبار سے درست نہ بھی ہوں لیکن عملی طور پر ان میں کافی حد تک صداقت کی جھلک نظر آتی ہے کہ قائداعظم کا پاکستان مزید دو حصوں میں بٹ چکا ہے ایک غریبوں کا تو دوسرا امیروں کا پاکستان اور ملک میں پائی جانے والی عدم مساوات اس وقت بہت بڑا داخلی خطرہ بن چکی ہے پاکستان میں ۴۰ فیصد افراد عالمی طور پر مسلمہ معیار کے مطابق خط افلاس سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں اور مزید ۴۰ فیصد بمشکل اس سے قدرے بالائی طبقے میں شمار کیے جاسکتے ہیں۔ ہمارے ہاں آج تک انسانی وسائل کی ترقی کے حوالے سے کوئی جامع پروگرام تشکیل نہیں دیا جاسکا جس کے نتائج یہ ہیں کہ پاکستان کی دو تہائی آبادی ان پڑھ ہے ایک کروڑ ستر لاکھ بچے آج بھی پرائمری اسکول میں کبھی داخل ہی نہیں ہوتے چھ کروڑ لوگ انتہائی طبی سہولتوں سے محروم ہیں تقریباً سات کروڑ لوگوں کو صفائی کی سہولیات میسر نہیں ہر سال سات لاکھ ۴۰ ہزار بچے مرجاتے ہیں جن میں سے آدھے خوراک کی قلت کا شکار ہوتے ہیں۔ پرائمری جماعت میں پڑھنے والے آدھے سے زیادہ بچے سکول ہی چھوڑ جاتے ہیں ان تمام نتائج کی بنیادی وجہ غربت، محرومی، پسماندگی اور سوشل سیکورٹی کے انتظامات کا فقدان ہے۔

آج سکینڈی نیوین ممالک ویلفیئر اسٹیٹ کا نمونہ سمجھے جاتے ہیں لیکن اگر ان

Marfat.com

کے ریاستی ڈھانچے کے بنیادی خدوخال کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ ان کا سرچشمہ صرف اور صرف اسلام ہے۔صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں مثلاً ناروے میں ہر پیدائشی بچے کو اسٹیٹ کی طرف سے وظیفہ دیا جاتا ہے اسی اصول کو اسلامی تاریخ میں تلاش کریں تو دور فاروقی میں اپنے کمال پر نظر آتا ہے۔ایک رات دوران گشت آپ نے ایک گھر سے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو دروازہ کھٹکھٹا کر پوچھا۔بی بی بچہ کیوں رو رہا ہے؟ عورت بولی خلیفہ المسلمین نے اعلان کر رکھا ہے کہ ہر بچے کو ماں کا دودھ چھڑانے کے بعد اسٹیٹ کی طرف سے سکالر شپ دی جائے گی میں اپنی تنگدستی کی وجہ سے قبل از وقت دودھ چھڑا رہی ہوں۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دوسرے دن فیصلہ واپس لیتے ہوئے فرمایا ''میں آج سے اسلامی ریاست میں پیدا ہونے والے ہر بچے کو پہلے دن سے وظیفہ دیئے جانے کا اعلان کرتا ہوں'' صدیوں سے اسلامی ریاست میں نو مولود بچوں کو بلوغت کی عمر تک پہنچنے تک وظیفہ دیا جاتا رہا۔لیکن افسوس اسلام کے نظریہ حیات پر قائم ہونے والے ملک پاکستان میں معاشی و معاشرتی تفاوت کا یہ عالم ہے بالائی طبقات کے بچوں کے لئے قائم تعلیمی اداروں پر ڈھیروں وسائل خرچ ہو رہے ہیں جن کا بڑا حصہ عوامی خزانے سے پورا کیا جا رہا ہے ان کے برعکس جن تعلیمی اداروں میں عوام الناس کے بچے پڑھتے ہیں ان کی خستہ حالی اور بے سروسامانی ہماری قومی مفلوک الحالی کی شکایت کر رہی ہے اور معاشی کسمپرسی کا یہ عالم ہے کہ ایک طرف وہ لوگ ہیں جو فٹ پاتھوں پر سردیوں میں ٹھٹھر ٹھٹھر کر رات گزار دیتے ہیں اور گرمیوں میں جھلسا دینے والی گرمی ان کی ہم نشین ہوتی ہے جبکہ ان کے ساتھ ہی فلک بوس عمارتوں اور عالیشان کوٹھیوں میں ان کے مالکان اپنے کتوں سمیت موسم گرما میں ایئر کنڈیشنز اور موسم سرما میں نیم گرم کمروں میں محو استراحت ہوتے ہیں۔اسی طرح محلات نما رہائش گاہیں اور کچی آبادیاں پہلو بہ پہلو اسلام

Marfat.com

کی فلاحی ریاست کے تصورات کی دھجیاں بکھیر رہی ہوتی ہیں مفادات کا یہی تصادم اسلام کی معاشی وسماجی تعلیمات کے بروئے کار آنے اور نافذ ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔اسی چیز نے اسلامائزیشن کے عمل کو پابند سلاسل بنا رکھا ہے۔وجہ یہ ہے کہ اس ملک پر فوجی اور سول بیوروکریسی' صنعت کار' سرمایہ دار' جاگیردار اور زمیندار حکومت کرتے رہے ہیں۔طاقت کے سرچشموں اور جملہ وسائل ریاست پر یہی لوگ قابض ہیں ان کی اجارہ داری کی وجہ سے اقتصادی وسماجی اونچ نیچ پیدا ہوتی ہے جس کا اسلام نہ صرف دشمن ہے۔ بلکہ اس کو مٹانا اس کا اولین ہدف ہے۔میرے نزدیک ہمارا اصل مسئلہ غربت وپسماندگی اور وسائل کی کمی نہیں بلکہ وسائل کی غلط اور غیر منصفانہ تقسیم ہے۔نیز پاکستان کو ویلفیئر اسٹیٹ بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کی معاشی تعلیمات پر عملدرآمد' سماجی انصاف کا اہتمام محروم طبقات کی حق رسی' نظام تعلیم میں عدل اور مساوات کے تصورات کے مطابق ردوبدل ' ملکیت زمین اور زرعی نظام میں منصفانہ تبدیلیوں کا ضروری اہتمام کیا جائے۔

Marfat.com

نظریات

☆ امریکہ میں دوقومی نظریہ کی صدائے بازگشت

☆ پاکستان نہیں بھارت ٹوٹ جائے گا۔

Marfat.com

امریکہ میں دوقومی نظریہ کی صدائے بازگشت

کیونکہ انہوں نے اسلام کی ڈھیر ساری چیزوں کو اپنے طرز حیات اور اسلام کے رہنما سیاسی اصولوں کو اپنے نظام حکومت میں اختیار کیا ہوا ہے۔ صرف ذہنوں کے بدلنے کی ضروت ہے اور یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ امریکی ریسرچ اسکالرز اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے طلباء وطالبات جس تیزی سے اسلام کا مطالعہ کر رہے ہیں کوئی معمولی واقعہ ہی ان کے ذہنوں کے بند دریچوں کو کھولنے کے لئے کافی ہوگا کیونکہ اس وقت بھی ایک محتاط سروے رپورٹ کے مطابق ہر سال امریکہ میں ایک لاکھ پچاس ہزار مسلمانوں کا اضافہ ہو رہا ہے لہٰذا آئندہ صدی میں اسلام امریکہ میں عیسائیت کے بعد دوسرا مذہب ہوگا اور یہ وہ وقت ہوگا جب امریکہ کے ایوانوں میں دوقومی نظریہ کی صدائے بازگشت سنائی دے گی اور انشاء اللہ مستقبل قریب میں آدھے سے زیادہ براعظم امریکہ ایک نومسلم اسلامی ریاست کا حصہ ہوگا۔

Marfat.com

دیگر براعظموں کی طرح براعظم امریکہ میں بھی اس وقت اسلام اپنی ضیاء بار کرنیں بکھیر رہا ہے خصوصاً امریکہ میں آنے والے صنعتی اور زرعی انقلاب کے بعد مختلف اقوام کے افراد جوں جوں امریکہ میں مستقل سکونت اختیار کرنے لگے تو تجارتی سرگرمیوں کے علاوہ یہودیت وعیسائیت کی بجائے اسلام ان کے مطالعہ کا مرکز ومحور بننے لگا امریکہ کے مادیت زدہ معاشرے میں سکون قلب کی تلاش میں سرگرداں امریکیوں کو بالاخر اسلام کی دلکش تعلیمات کے بانکپن میں اپنے دکھوں کا مداوانظر آنے لگا یہی وجہ ہے کہ؟ مراکش کے سلطان کی مدد سے ایک نومسلم امریکی نوبل علی نے نیوجرسی کے علاقے میں پہلی مسجد قائم کی تھی۔لیکن اب صرف نیوجرسی میں ۱۳۵ جبکہ مجموعی حوالے سے پورے امریکہ میں بقول'' ولیم بی مالکم'' ۱۲۰۰ مساجد ہیں اور ساٹھ لاکھ سے زائد (ایک روایت کے مطابق اسی لاکھ) مسلمان اپنے کاروبار کے ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ اسلام میں مصروف ہیں اور اسلام اس وقت امریکہ کی قابل ذکر کمیونٹی کا محبوب مذہب بن چکا ہے اسلام قبول کرنے والوں میں زیادہ تعداد ان سیاہ فام امریکیوں کی ہے جو غلامی کی کہر آلود دنیا سے نکل کر اسلام کی عادلانہ ومساویانہ تعلیمات میں کشش محسوس کرتے ہیں۔ یہ سیاہ فام افریقی اسلام کا مطالعہ کرتے ہوئے جب حضور اکرم ﷺ کے خطبہ جمعہ الوداع کو پڑھتے ہیں کہ جب آپ ایک لاکھ افراد کے مجمع سے مخاطب ہو کر فرما رہے تھے کہ ''کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں'' تو اس اجتماع میں سارے ہی گورے تھے صرف ایک کالا بلال حبشی بیٹھا ہوا تھا جب آپ فرما رہے تھے'' کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں'' تو ایک لاکھ افراد میں سارے ہی عربی تھے صرف تین افراد (بلال حبشی،صہیب رومی،اور سلیمان فارسی رضی اللہ عنہم) عجمی بیٹھے ہوئے تھے مگر اصول قیامت تک کے لئے دیا جاتا تھا۔اسلام کے ان رہنما اصولوں کو پڑھ کر امریکہ میں مقیم سیاہ فاموں کے دل باغ باغ ہو جاتے ہیں اس لئے وہ امریکی

Marfat.com

معاشرے کے جبری ماحول سے نکل کر اسلامی کی عطر بیز پناہ گاہوں میں عافیت کی راہیں تلاش کر رہے ہیں۔ مادی و روحانی تسکین کے امتزاج کا سامان اسلام کے سوا دنیا کے کسی مذہب و دین میں نہیں ہے۔ لہٰذا امریکی النسل باشندے بھی روح کی غذا کے لئے قرآن مجید کا مطالعہ کر رہے ہیں کچھ عرصہ قبل امریکی صدر کلنٹن کی بیوی ہیلری کلنٹن نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ ''ماضی میں ہمارے سامنے اسلام کو بھیانک روپ میں پیش کیا گیا لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ اسلام نسل انسانی کی بقا و فلاح کی ضمانت مہیا کرتا ہے'' ہیلری نے مزید کہا کہ مغرب اور اسلام کے درمیان ڈائیلاگ کی اشد ضررت ہے۔ ہیلری نے کہا کہ میں اپنی بیٹی چیلسی کی بڑی ممنون ہوں جس نے خود اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد میرے اندر بھی اس کا شوق پیدا کیا اور صدر کلنٹن کے حالیہ دورہ جنوبی ایشیا کے موقع پر چیلسی اپنے باپ کلنٹن اور ماں ہیلری کو جنوبی ایشیا کی جغرافیائی تاریخ اور اس میں مسلمانوں کے کردار کے حوالے سے معلومات فراہم کرتی رہی۔

پاکستان میں مقیم امریکی سفیر ولیم بی مالکم اپنے مختلف خطابات میں بار بار اعتراف کر چکا ہے کہ امریکہ میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے اور اب امریکہ میں پانچ سو سے زائد اسلامی مراکز سینکڑوں تعلیمی ادارے اور درجنوں مذہبی تنظیمیں کام کر رہی ہیں بلکہ اب تو اہم سرکاری عہدوں پر بھی مسلمان فائز ہو رہے ہیں جس کی بنا پر امریکی وزارت دفاع کو کہنا پڑا کہ ہماری فوج میں چھ ہزار سے زائد مسلمان موجود ہیں۔ امریکہ میں مقیم مسلمانوں کو صرف اپنے کردار کو اسلام کے اصلی سانچے میں ڈھالنے کی ضرورت ہے کیونکہ امریکیوں کے سامنے اسلام کی عملی تصویر تو ان مسلمانوں کا کردار ہی ہے اس کی مضبوطی کے بعد سارا براعظم امریکہ دہلیز اسلام پر سجدہ ریزی پر مجبور ہو جائے گا۔ کیونکہ انہوں نے اسلام کی ڈھیر ساری چیزوں کو اپنے طرز حیات اور اسلام کے رہنما سیاسی اصولوں کو اپنے نظام

Marfat.com

حکومت میں اختیار کیا ہوا ہے۔ صرف ذہنوں کے بدلنے کی ضرورت ہے اور یہ بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ امریکی ریسرچ اسکالرز اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے طلباء و طالبات جس تیزی سے اسلام کا مطالعہ کر رہے ہیں کوئی معمولی واقعہ ہی ان کے ذہنوں کے بند دریچوں کو کھولنے کے لئے کافی ہوگا کیونکہ اس وقت بھی ایک محتاط سروے رپورٹ کے مطابق ہر سال امریکہ میں ایک لاکھ پچاس ہزار مسلمانوں کا اضافہ ہو رہا ہے لہٰذا آئندہ صدی میں اسلام امریکہ میں عیسائیت کے بعد دوسرا مذہب ہوگا اور یہ وہ وقت ہوگا جب امریکہ کے ایوانوں مین دوقومی نظریہ کی صدائے بازگشت سنائی دے گی اور انشاءاللہ مستقبل قریب میں آدھے سے زیادہ براعظم امریکہ ایک نومسلم اسلامی ریاست کا حصہ ہوگا۔

Marfat.com

پاکستان نہیں بھارت ٹوٹ جائے گا

اندرونی شکست خوردگی کے ساتھ ساتھ ۳۲ ریاستوں پر مشتمل بھارت کا ریاستی ڈھانچہ بھی زمین بوس ہونیوالا ہےاور تاریخ یقیناً ایک بار انگڑائیاں لینے والی ہے مجاہدین کی قربانیوں کے نتیجے میں کشمیر عنقریب آزاد ہوگا اور میرے نزدیک کشمیر کی آزادی بھوٹان' آسام اور مغربی بنگال کی آزادیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوگی اور مستقبل کی منظر کشی اس طرح بنے گی کشمیر کلیۃً آزاد ہو جائے گا مشرقی پنجاب میں خالصتان وجود میں آئے گا۔ حیدر آباد دکن کی آزاد مسلم ریاست دوبارہ جنم لے گی۔ نیپال اور مالدیپ بھارتی قدموں سے نکل کر صحیح معنوں میں آزاد ہوں گے اس طرح ۲۰۱۰ء تک اقلیتوں سے بنیادی انسانی حقوق چھیننے والا' کشمیریوں کے لہو سے ہولی کھیلنے والا' غریب عورتوں کے دوپٹے اچھالنے اور ان کی عزتوں کو تار تار کرنے والا' سکھوں کی اجتماعی نسل کشی کرنے والا اور عیسائیوں کے کٹے ہوئے سروں اور تڑپتی لاشوں پر رقص کرنے والا وحشی بھارت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور ہر ٹکڑے سے آزادی کی روشنیاں پھوٹیں گی۔

انشاءاللہ

Marfat.com

امریکہ کے کمیشن برائے اکیسویں صدی نے حال ہی میں ایشیا کے متعلق ایک رپورٹ شائع کی ہے کہ "۲۰۲۵ء تک پاکستان ٹوٹ جائے گا" امریکی کمیشن کی پاکستان کے خلاف یہ زہر افشانی عالمی صیہونی طاقتوں کی اسی پالیسی کا حصہ ہے جس کی رو سے امریکہ اور اس کی حلیف طاقتیں برِاعظم ایشیا میں بھارت کو مضبوط دیکھنا چاہتی ہیں اس وجہ سے برطانوی وزیر خارجہ رابن کک نے بھی اپنے حالیہ دورہ بھارت کے دوران کہا ہے کہ "انڈیا اگلی صدی کی ابھرتی ہوئی عالمی طاقت ہے" بھارت کے ان طاغوتی آقاؤں کی یہ پیشن گوئیاں ایک تو اس وجہ سے ہیں کہ بھارت ایک بڑی منڈی ہونے کی وجہ سے ان ملکوں کے لئے بڑی کشش رکھتا ہے اس لئے وہ اس کی ناز برداری کرتے رہتے ہیں اور دوسرا یہ کہ یہ استعماری طاقتیں چین کے مقابلے میں بھارت کی مضبوطی کی خواہاں ہیں لیکن زمینی حقائق کو جھٹلایا نہیں جا سکتا اگر ان حقائق کی صداقت پر یقین کیا جائے تو یہ حقائق پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ بھارت معاشی' دفاعی اور سیاسی حوالے سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اور مستقبل قریب میں اکھنڈ بھارت کا خواب چکنا چور ہونے والا ہے۔

اس وقت بھارت کی اندرونی کہانی یہ ہے کہ یہ ملک بدترین معاشی بحران کا شکار ہے بھارت کی کل آبادی ایک ارب ہو چکی ہے لیکن اس ملک کے ۵۳ فیصد لوگ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں گزشتہ کرگل کی لڑائی میں بھارت کو روزانہ بارہ سے پندرہ کروڑ روپے روزانہ خرچ کرنے پڑے جس سے اس کی معیشت تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے۔ مصدقہ ذرائع کے مطابق شدید مالی ناہمواریوں کیوجہ سے بھارتی سیاستدانوں کے ساتھ ساتھ فوج بھی انتہائی کرپٹ ہوتی جا رہی ہے۔ ادھر آسام' ناگالینڈ' مانی پور' میزو رام اور دیگر علاقوں میں فوج اور پولیس خود سمگلر بنتی جا رہی ہے کیونکہ نئی دہلی سے بہت زیادہ

Marfat.com

فاصلہ ہونے کی وجہ سے ریاستی اداروں کی نگرانی کا نظام بہت کمزور ہے بھارت ہمیشہ اپنی ڈیموکریسی اور سیکولرازم پر نازاں رہا ہے لیکن عوام کی حکمرانوں سے نفرت کا یہ عالم ہے کہ اسی بھارت میں عوام کے ہاتھوں دو منتخب وزرائے اعظم قتل ہو چکے ہیں' اندرا گاندھی کو سکھوں نے اور راجیو گاندھی کو تاملوں نے قتل کیا تھا اگرچہ بھارت میں کانگریس کے زوال نے ہندو نیشنلزم کو فروغ دیا ہے لیکن ہندو نیشنلسٹ لیڈروں نے اقلیتوں کو جتنا دبایا ہے انہوں نے اتنے ہی شدید ردعمل کا اظہار کیا ہے۔ بھارتی حکمرانوں کے ظلم و ستم کی وجہ سے تمام اقلیتیں متحد ہو رہی ہیں بھارت کے مسلمان آہستہ آہستہ نیچی ذات کے ہندوؤں عیسائیوں اور سکھوں کے ساتھ اتحاد بنا رہے ہیں۔ ادھر مشرقی پنجاب کے علیحدگی پسند سکھوں نے حال ہی میں پیرس میں دس ملین ڈالر رقم اکٹھی کر کے آسام' ناگالینڈ اور تری پورہ کے علیحدگی پسندوں کو دی ہے شمال مشرقی ریاستوں کے علیحدگی پسند اسی رقم سے ہتھیار خرید کر برما کے راستے بھارت لائیں گے کچھ خود استعمال کریں گے اور باقی سکھوں کو فراہم کریں گے۔ اس طرح اندرون ملک بھارت ایک ہولناک جنگ کے بے رحم شعلوں کی لپیٹ میں آنے والا ہے۔

جغرافیائی حوالے سے دیکھا جائے تو ابھی کل کی بات ہے کہ معرکہ کرگل کے دوران صرف چند سو جانبازوں نے جغرافیائی لحاظ سے بھارت کا لداخ' سیاچین اور چین کی سرحدوں پر کھڑی انڈین فوج سے زمینی رابطہ منقطع کر دیا تھا اور بھارتی آرمی چیف اور تجزیہ نگار اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ ''گزشتہ نصف صدی میں بھارتی فوج کو پہلی مرتبہ مجاہدین کے ہاتھوں اتنی بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑا'' تجزیہ نگاروں نے یہ بھی کہا کہ مجاہدین نے سیاچین کی گزرگاہ کاٹ کر ۲۵ ہزار بھارتی فوجیوں کو محصور کر دیا تھا بدقسمتی سے اعلان واشنگٹن نے مجاہدین کو کرگل سے واپسی پر مجبور کر دیا تھا ورنہ معرکہ کرگل

Marfat.com

کشمیر اور اس خطے کی جغرافیائی صورتحال کے تناظر میں امکانات کی وسیع تر دنیا اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھا۔ جس سے اس خطے کی تاریخ اور جغرافیہ دونوں بدل سکتے تھے جہاں تک بھارتی فوج کا تعلق ہے تو وہ عرصہ دراز سے سرحدوں پر کسمپرسی کے عالم میں رہ رہ کر اندرونی طور پر سخت شکست و ریخت کا شکار ہے کیونکہ بھارت جس کی سرحدیں چین، پاکستان، بنگلہ دیش، برما، بھوٹان اور نیپال سے ملی ہوئی ہیں چھوٹے ملکوں کو چھوڑ کر چین، پاکستان اور بنگلہ دیش سے بھارت غافل نہیں رہ سکتا کیونکہ چین کی سرحد بھارت کے لئے مستقل خطرہ ہے ابھی کچھ ہی عرصہ قبل چین کے صدر نے فرانسیسی وفد سے ملاقات کے دوران کہا کہ ''ہمارا دفاع ناقابل تسخیر ہے اگر انڈیا نے ہماری سرحد پر ذرہ بھر بھی حرکت کی تو ہم اسے کچل کر رکھ دیں گے'' ادھر بنگلہ دیش کے ساتھ بھارت کی آئے روز سرحدی جھڑپیں ہوتی رہتی ہیں جب کہ پاکستان کے ساتھ ملحق سرحد ہر وقت بھارت کے لئے خطرے کا الارم بجا رہی ہے جب کہ چھ لاکھ سے زائد بھارتی فوج مقبوضہ کشمیر اور سیاچن گلیشیئر میں مجاہدین کے ہاتھوں پٹ رہی ہے ادھر اندرون بھارت خالصتان کے قیام کے لئے سکھوں کے ہاتھوں سخت مزاحمت کا سامنا ہے۔ ادھر تامل، میزورام اور گورکھالینڈ کی تحریکیں دوبارہ منظم و متحرک ہو رہی ہیں اب جب بھی تصادم ہوا آزادی کی یہ تحریکیں اچانک اٹھ کھڑی ہوں گی جس سے بھارت کے لئے سکون کی زندگی محال ہو جائے گی۔ سیاسی لحاظ سے اس وقت بھارت دوراہے پر کھڑا ہے۔ بی جے پی سمیت سترہ چھوٹی بڑی سیاسی پارٹیوں سے بننے والے اتحاد میں اختلافات کی خبریں آنا شروع ہو گئی ہیں۔ اس اتحاد کے ٹوٹتے ہی بھارت کی سیاسی وحدت کا آئینہ چور چور ہو جائے گا۔ اندرونی شکست خوردگی کے ساتھ ساتھ ۳۲ ریاستوں پر مشتمل بھارت کا ریاستی ڈھانچہ بھی زمین بوس ہونیوالا ہے اور تاریخ یقیناً ایک بار انگڑائیاں لینے والی ہے مجاہدین کی قربانیوں کے نتیجے میں کشمیر عنقریب آزاد

Marfat.com

ہوگا اور میرے نزدیک کشمیر کی آزادی بھوٹان' آسام اور مغربی بنگال کی آزادیوں کا پیش
خیمہ ثابت ہوگی اور مستقبل کی منظرکشی اس طرح بنے گی کشمیر کلیۃً آزاد ہو جائے گا مشرقی
پنجاب میں خالصتان وجود میں آئے گا۔ حیدرآباد دکن کی آزاد مسلم ریاست دوبارہ جنم لے
گی۔ نیپال اور مالدیپ بھارتی قدموں سے نکل کر صحیح معنوں میں آزاد ہوں گے اس طرح
۲۰۱۰ء تک اقلیتوں سے بنیادی انسانی حقوق چھیننے والا' کشمیریوں کے لہو سے ہولی کھیلنے والا
غریب عورتوں کے دوپٹے اچھالنے اور ان کی عزتوں کو تار تار کرنے والا' سکھوں کی اجتماعی
نسل کشی کرنے والا اور عیسائیوں کے کٹے ہوئے سروں اور تڑپتی لاشوں پر رقص کرنے والا
وحشی بھارت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور ہر ٹکڑے سے آزادی کی روشنیاں پھوٹیں گی۔

انشاءاللہ

Marfat.com

عالم اسلام

☆ ارض فلسطین پرخون مسلم کی پکار

☆ عالم اسلام کی قیادت سے چند سوالات

☆ جنگ بدر کے تناظر میں امت مسلمہ کی حالت زار

☆ مسلمانوں کے دور عروج کا آغاز

Marfat.com

ارض فلسطین پر خون مسلم کی پکار

اگر مسلمان حکمرانوں میں غیرت ایمانی ہوتو وہ ایک پلیٹ فارم پر یکجا ہو جائیں اور یہودیوں کے خلاف عالمگیر تحریک شروع کر دیں کیونکہ ان کے چھپن آزاد ممالک ہیں۔ دنیا کے وسائل کا پندرہ فیصد مسلمانوں کے پاس ہے۔ ایک کروڑ تیس ارب مسلمانوں کی تعداد ہے ان کے پاس ایٹمی قوت ہے صرف احساس کی دبی ہوئی چنگاری سلگنے کی دیر ہے' پھر دیکھنا مسجد اقصیٰ کے میناروں پر دوبارہ دین محمدی ﷺ کا جھنڈا لہرا رہا ہوگا۔ کیونکہ اس وقت مسجد اقصیٰ میں مسلمانوں کا بہتا ہوا خون عصر حاضر کے کسی صلاح الدین ایوبی کا منتظر ہے۔

Marfat.com

مسجد اقصیٰ ہمارا قبلہ اول ہے۔ یہیں سے حضور ختمی مرتبت ﷺ معراج شریف پر تشریف لے گئے۔ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مسجد اقصیٰ کو قتل و غارت کے بغیر فتح کر لیا تھا۔ لیکن پانچ سو سال بعد عیسائی اس پر قابض ہو گئے اس خونریز معرکے میں ستر ہزار مرد' خواتین اور بچے ہلاک ہو گئے۔ مسجد اقصیٰ کے صحن میں عیسائی فوجیوں کے گھوڑوں کے پاؤں خون سے رنگین ہو گئے' جب اس کی اطلاع پوپ کو دی گئی تو اس نے وقوعہ پر بے حد خوشی کا اظہار کیا۔ عیسائیوں نے اس دوران بہت لوٹ مار کی مسجد اقصیٰ کے میناروں اور گنبد پر لگیں سونے و جواہرات کی اشیاء اتار لیں اور چاند ستاروں کی جگہ صلیب لگا دی۔ اس کے نوے سال بعد سلطان صلاح الدین ایوبی نے دوبارہ یروشلم کو فتح کر لیا اور ویسا ہی مظاہرہ کیا جیسا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ کہ بغیر قتل و غارت گری کے یروشلم کو فتح کر لیا۔ مگر آہستہ آہستہ مسلمان کمزور ہوتے چلے گئے اور 1967 میں یہودیوں نے بیت المقدس کو تباہ کر دیا۔ 1971ء میں اسے جلانے کی کوشش کی گئی ''پاٹیکل ہیون'' نے منصوبہ بندی کر کے اس کو آگ لگائی' ایک تہائی حصہ جل گیا چار مرتبہ اسے بم سے اڑانے کی کوشش کی گئی۔ بیت المقدس میں فائرنگ کر کے لوگوں کو قتل کیا گیا۔ بلکہ یہاں تک کہ بیت المقدس کے نیچے کھدائی کر کے اسے گرانے کی کوشش کی گئی۔ یہودیوں کی اصل سازش یہ ہے کہ بیت المقدس کے اسلامی تشخص کو ختم کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں 21 اگست کو مسجد اقصیٰ کو آگ لگا کر اس کے بڑے حصے کو نقصان پہنچایا گیا۔ یہودی گزشتہ 33 سالوں سے بیت المقدس پر قابض ہیں اور عالمی استعماری طاقتوں کے ذریعے وہیں اسرائیل کی ناجائز سلطنت قائم کرنے کی ناپاک کوشش کر رہے ہیں۔ اس مقصد کے لئے یہودیوں نے سینکڑوں سالوں سے وہاں رہنے والے فلسطینیوں کو

Marfat.com

جبراً بے دخل کر دیا ہے بعض قوتیں فلسطیوں کو صرف غزہ کی پٹی دے کر مطمئن کرنا چاہتی ہیں تاکہ وہ باقی فلسطین سے دستبردار ہو جائیں اور اسرائیل کو تسلیم کر لیا جائے اس صیہونی سازش میں فلسطینی لیڈر یاسر عرفات برابر کے شریک ہیں اور فلسطینیوں سے غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

29 ستمبر 2000ء کی صبح فلسطینی نوجوان مسجد اقصیٰ میں بین الاقوامی دہشت گرد اور جنگی مجرم الیکوڈ پارٹی کے سربراہ اور سابق وزیر دفاع و خارجہ ''ایریل شیرون'' کے دورے کے خلاف مظاہرہ کر رہے تھے۔ کیونکہ وہ وہاں ایک سو کٹر صیہونیوں کو لے کر گیا کہ بیت المقدس کی جگہ ہیکل سلیمانی تعمیر کیا جائے۔ اس عالمی غنڈے نے وہاں کہا کہ اب مسلمانوں کو یہاں سے نکالنا ضروری ہو چکا ہے۔ اس کی اس ہرزہ سرائی کے خلاف فلسطین کے نوجوان پر امن مظاہرہ کر رہے تھے جونہی ''ایریل شیرون'' کے دورہ مسجد اقصیٰ کے خلاف نعرے بلند ہوئے۔ اسرائیل کے وحشی فوجیوں کی تڑ تڑاتی گولیاں فلسطین کے مسلمانوں کی اٹھتی جوانیوں کے سینے چیر کر گزر گئیں تڑپتی لاشوں سے آہوں اور سسکیوں کی آواز بلند ہو کر امت مسلمہ کے غیر مند خون کو پکار رہی تھی۔ اسرائیلی فوجیوں نے اوسلو چینل سے شروع ہو کر کیمپ ڈیویڈ پر آ کر ختم ہونے والے امن معاہدے کی دھجیاں بکھیر دیں اور وہ ہنگامہ برپا کیا جس میں اس وقت تک نوے سے زیادہ افراد ہلاک اور دو ہزار کے قریب زخمی ہو چکے ہیں۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق مسجد اقصیٰ کے مغربی حصے کے آٹھ ایکڑ رقبے پر جہاں مدرسہ عمریہ قائم ہے۔ اس پر اسرائیلی فوج نے زبردستی قبضہ کر لیا ہے اور کہا گیا ہے کہ وہاں یہودیوں کے لئے عبادت گاہ بنائی جائے گی۔ واضح رہے کہ مدرسہ عمریہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی یاد میں تعمیر کیا گیا' جس سے جذباتی و روحانی وابستگی نہ صرف

Marfat.com

فلسطینیوں کو بلکہ تمام ملت اسلامیہ کو ہے۔ بارہ دن سے ایک ہزار سے زائد اسرائیلی فوجیوں نے (جن میں وہ سول آبادکار بھی شامل ہیں۔ جنہیں اسرائیلیوں نے جدید ترین ہتھیار دے رکھے ہیں کہ وہ ضرورت پڑنے پر اسرائیل کی مسلح افواج کا ساتھ دیں گے) مسجد اقصیٰ کو مظلوم فلسطینیوں کے خون سے رنگین کر دیا ہے اور امریکہ کی طرف سے یاسر عرفات پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ وہ اپنی پولیس کو غیر مسلح کر دے یعنی ایک طرف اسرائیلی فوج میزائلوں سے حملے کر رہی ہے اور دوسری طرف یہ کہا جا رہا ہے کہ تم اپنی پولیس کو بھی غیر مسلح کر دو تاکہ یہودیوں پر فائر نہ کیا جا سکے۔

ادھر اسرائیل سے برسر پیکار حماس گروپ بھی مسلسل اپنا اثر و رسوخ دکھا رہا ہے۔ اس طرح اس وقت فلسطین میں عسکری کشمکش عروج پر ہے پچاس ہزار سے زائد مسلح اسرائیلی فوج نے القدس کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں کی سرزمین پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکاری ہوئی قوم نے قبضہ جما رکھا ہے۔ ان کی سازشانہ ذہنیت کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ان یہود کو مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا۔ اور آپ ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ کبھی یہودی قوم ارض مقدس میں داخل نہ ہونے پائے۔ مگر یہودی اس وقت عالمی ریاست قائم کرنے کے چکر میں ہیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے دنیا کی معیشت کو کنٹرول کرنا شروع کر دیا ہے آئی' ایم' ایف اور ورلڈ بنک پر یہودیوں کا قبضہ ہے انہوں نے مسلمانوں کی معیشت تباہ کر کے انہیں بھکاری بنا کر ان پر اپنی پالیسیاں مسلط کرنا شروع کر دی ہیں۔ عالمی ذرائع ابلاغ ڈش اور کیبل وغیرہ پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ انہوں نے اپنی عالمی ریاست کی بنیادی بیت المقدس میں ہیکل سلیمانی کی تعمیر سے رکھنے کی منصوبہ بندی شروع کر دی ہے۔ فلسطین کے نہتے مسلمانوں کے خلاف موجودہ جابرانہ اور وحشیانہ کارروائی اسی صیہونی تحریک کا حصہ ہے۔ اگر مسلمان حکمرانوں میں غیرت ایمانی ہو تو وہ

Marfat.com

ایک پلیٹ فارم پر یکجا ہو جائیں اور یہودیوں کے خلاف عالمگیر تحریک شروع کر دیں کیونکہ ان کے چھپن آزاد ممالک ہیں۔ دنیا کے وسائل کا پندرہ فیصد مسلمانوں کے پاس ہے۔ ایک کروڑ تیس ارب مسلمانوں کی تعداد ہے ان کے پاس ایٹمی قوت ہے صرف احساس کی دبی ہوئی چنگاری سلگنے کی دیر ہے' پھر دیکھنا مسجد اقصیٰ کے میناروں پر دوبارہ دین محمدی ﷺ کا جھنڈا لہرا رہا ہوگا۔ کیونکہ اس وقت مسجد اقصیٰ میں مسلمانوں کا بہتا ہوا خون عصر حاضر کے کسی صلاح الدین ایوبی کا منتظر ہے۔ انفرادی طور پر چند مسلمان لیڈروں کے ناکافی بیانات اور اجتماعی طور پر مجرمانہ خاموشی فلسطینیوں کے زخموں پر نمک پاشی کے مترادف ہے اگر امت مسلمہ نے اب بھی بے حسی کے بندھن نہ توڑے تو پھر تاریخ گواہ ہے کہ جب ظلم کے طوفان آیا کرتے ہیں تو وہ امن آشتی کے گلستانوں کو جڑ سے اکھیڑ کر تنکوں کو بھی ساتھ اڑا کر لے جایا کرتے ہیں۔

Marfat.com

عالم اسلام کی قیادت سے چند سوال

اوراب تو کشمیر کی لہو رنگ وادیوں میں بہتی خون کی ندیاں، فلسطین کے میدانوں میں ظلم کی آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں جھلستے ہوئے انسانی اعضاء، بوسنیا میں مسلمانوں کی اجتماعی نسل کشی، قبرص و آسٹریا کی فضاؤں میں نفرت و عداوت کے جھونکے اور صومالیہ کے گلی کوچوں میں نان شبینہ کو ترستے ہوئے معصوم چہرے چیخ چیخ کو عالم اسلام کی قیادت سے چند سوالات کر رہے ہیں کہ اے امت مسلمہ کی قیادت کرنے والو! کیا ہم ملت اسلامیہ کے فرد نہیں ہیں؟ اور اگر ہیں تو پھر غلامی کی زنجیریں کب کٹیں گی اور ظلم کی سیاہ رات کب چھٹے گی؟

اے دنیا کے زرخیز اور معدنی ذخائر سے لبریز اور سونا اگلتے خطوں کے مسلم راہنماؤ! ہمارے وسائل پر امریکی سامراج، برطانوی اجارہ دار اور ہندو بنیے کا راج کب ختم ہوگا؟ افلاس زدہ غربائے امت کیلئے ہمارے خزانوں کے منہ کب کھلیں گے نیز عالمی سٹاک ایکسچینج سے صیہونیت کا قبضہ کون چھڑائے گا؟ اے انفارمیشن ٹیکنالوجی اور ذرائع ابلاغ و مواصلات کے مالک ارباب دانش! امریکہ و مغرب کی امت مسلمہ کے خلاف جھوٹ کے پلندوں پر مبنی فکر و ثقافتی یلغار اور ''میڈیا وار'' کا موثر ترین جواب کون دے گا اور دنیا کے منصفوں کے ضمیر پر دستک دے کر انہیں کون بتائے گا؟ عدل کے ٹھیکدارو عدل کو نیلام ہونے سے رکواؤ۔

Marfat.com

قطر کے دارالحکومت دوحہ میں نویں اسلامی سربراہی کانفرنس دھواں دار اور جوشیلے خطابات کے بعد ختم ہوگئی ہے۔ عالم اسلام کی اس سربراہی کانفرنس میں 26 ممالک کے سربراہان' پانچ مندوبین' وفود اور پریس کے افراد سمیت تقریباً بارہ ہزار افراد نے شرکت کی ہے۔

اگرچہ یہ کانفرنس مظلوم فلسطینیوں کے خلاف اسرائیل کے وحشی درندوں کی ستمگریوں اور قیامت خیزیوں کے خلاف ردعمل کے طور پر منعقد ہوئی تاہم اس کے انعقاد کے پیچھے عالم اسلام کے عوام کی امریکہ و اسرائیل کے خلاف زبردست نفرت اور سربراہان ممالک اسلامیہ کے اجتماعی ضمیر کو جھنجوڑنے والے احتجاجی مظاہروں جیسے عوامل بھی کارفرما تھے۔ کانفرنس میں آدھے کے قریب مسلم ممالک کے سربراہوں کی مختلف ذاتی وسیاسی وجود کی بنا پر عدم شرکت ازخود ملت اسلامیہ کے ایک بہت بڑے المیے کے غمازی کر رہی تھی تاہم جو راہنمایان ملت اس کانفرنس میں تشریف لائے انہوں نے اور کچھ نہیں تو کم از کم امید کے بجھتے ہوئے چراغوں کو حیات نو ضرور بخشی ہے اور ان کے زوردار خطابات اگرچہ وقتی جوش' الفاظ کے دروبست اور لہجے کے اتار چڑھاؤ کے آئینہ دار تھے لیکن پھر بھی امت مسلمہ کی کچھ تو ڈھارس بندھی ہے کیونکہ یاس وقنوطیت کی فضا میں گل لالہ کا کھلنا غنیمت سے کم نہیں ہے کاش ان سربراہوں کی تقریریں دلنواز خواہشات اور حسین جذبوں کی بجائے حقیقت کا روپ دھارلیں تو پھر اس تمنا کو کائنات کی سب سے بڑی حقیقت بننے میں دیر نہیں لگے گی کہ امت مسلمہ ایک بار پھر کاروان انسانیت کی امام ہوگی' وگرنہ تو دنیا طعنے دیتی ہے کہ مسلمانوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو خود تو غربت کا شکار ہو لیکن لوگوں کو اپنے باپ دادا کی دولت کی کہانیاں سناتا رہے' خود تو ظلم کی آگ میں جل رہا ہے اور اہل دنیا کے

Marfat.com

سامنے اپنے اسلاف کے عدل کی مثالوں کا چرچا کرتا رہے اور جس کا اپنا معاشی و معاشرتی علمی وفکری اور تمدنی وثقافتی حال تو تباہ ہو چکا ہو لیکن وہ اپنے اکابرین کے شاندار ماضی کا ذکر بڑے روح پرور پیرائے میں کرتا رہے۔ سچ بتایئے کہ امت مسلمہ کا اس وقت یہی حال نہیں ہے؟

مانا کہ اس وقت مسلمانوں کے قومی وملی مفادات باہم متصادم ہیں لیکن یہ تصادم بھی تو کسی وقتی اچانک حادثے کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اپنوں کی پے در پے نالائقیوں اور اغیار کی مسلسل ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا منہ بولتا ثبوت ہے کیا عالم اسلام کی قیادت ان سوالات کے جوابات دے گی۔ کہ عراق کے مسلمان کو ایرانی مسلمان کا دشمن کس نے بنایا؟ ایشیا کے مصطفویوں کو عرب کے محمدیوں کے خلاف صف بستہ کس نے کیا؟ عرب ہی عرب کے خلاف مورچہ زن کیوں ہوا؟ اور ہماری صفوں میں انتشار کی آگ کس نے لگائی؟ ان سلگتے ہوئے سوالات کے جوابات جاننے کے باوجود عالم اسلام کی قیادت مجرمانہ غفلت اور خاموشی کی مرتکب رہی ہے۔

آج اگر او آئی سی کے اجلاس میں سعودی عرب کے ولی عہد شہزادہ عبداللہ یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ جن ممالک نے اپنے سفارت خانے بیت المقدس منتقل کیے ہیں اسلامی دنیا ان سے اپنے تعلقات توڑ لے اور سوڈان کے صدر حسن عمر البشیر جوش خطابت میں یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ "اسرائیل کے خلاف فوری جہاد کا اعلان کیا جائے" اور ایرانی راہنما ڈاکٹر خاتمی مطالبہ کرتے ہیں کہ "فلسطین کو آزاد کر کے اس کا دارالحکومت بیت المقدس بنایا جائے" یہ خوشنما مطالبات اپنی جگہ بجا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب خلیج و عرب کی سرزمین پر امریکہ اپنے مذموم مقاصد کیلئے اسرائیل جیسا ناپاک اور متعفن پودا کاشت کر رہا تھا۔ اس وقت عرب کی مسلم لیڈرشپ کی دانش برہانی کیوں نہ جاگی؟ وجہ شاید

Marfat.com

یہ تھی کہ اس وقت ان کی سیاسی فراست کے سامنے امریکہ ومغرب کی دولت مادی ترقی اور تہذیبی چمک کے پردے آ گئے تھے۔ اور آج جب امریکہ کا بغل بچہ اسرائیل جوان ہو کر فلسطینیوں کے سامنے دندنا رہا ہے اور دیگر عرب ممالک کو چھنگاڑ رہا ہے تو یہ بھی العربیہ العربیہ کے خول سے نکل کر الاسلامیہ الاسلامیہ کے نعرے لگانے ہیں۔

بڑی دیر کے بعد چلو تم آئے تو ہو
آنکھیں ابل رہی تھیں رستہ تکتے تکتے

ان عرب لیڈروں کا دیر سے جاگنا بھی غنیمت سے کم نہیں اور اب مسلم قیادت کو جان لینا چاہیے کہ گلوبلائزیشن کے اس دور میں یورپی بلاک' افریقی بلاک اور ہندو بلاک کے مقابلے میں اب مسلم بلاک بنائے بغیر چارہ کار نہیں ہے کیونکہ وحدت فکر و عمل کے بغیر عالمی بستی میں کفر کا یہ اکٹھ بکھرے ہوئے مسلمانوں کو پیس کر رکھ دے گا۔ اس لئے کہ ایران کا شیعہ ہو یا پاکستان کا سنی بھارت کا دیوبندی ہو یا سعودی عرب کا اہلحدیث مصر کا شافعی ہو یا عراق کا حنبلی اور افغانستان کا حنفی ہو یا شام کا مالکی دنیا ان سب کو ملت اسلامیہ کا فرد سمجھتی ہے یہ ممالک و مذاہب اور نسل و ذوات کے لبادے تو ہم نے اپنے اوپر اوڑھ رکھے ہیں ورنہ عالم کفر تو ہم سب کو ایک ہی چراغ ہدایت سے روشن ہونے والی قندیلیں گردانتا ہے اور ہمارے انتشار سے فائدہ اٹھا کر ایک ایک کر کے ہمیں صفحہ ہستی سے مٹانے کی منصوبہ بندی کر چکا ہے فلسطینی مسلمانوں کے خلاف اسرائیلی خونخوار سورماؤں کی حالیہ بربریت اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے لیکن دوحہ میں منعقد ہونے والی اسلامی سربراہی کانفرنس میں مسلم حکمرانوں کے امید افزا خطابات سن کر امت مسلمہ ایک بار پھر انگڑائی لینے لگی ہے۔ اور اب تو کشمیر کی لہو رنگ وادیوں میں بہتی خون کی ندیاں' فلسطین کے میدانوں میں ظلم کی آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں جھلستے ہوئے انسانی اعضاء' بوسنیا میں مسلمانوں کی اجتماعی

Marfat.com

نسل کشی، قبرص و آسٹریا کی فضاؤں میں نفرت و عداوت کے جھونکے اور صومالیہ کے گلی کوچوں میں نان شبینہ کو ترستے ہوئے معصوم چہرے چیخ چیخ کو عالم اسلام کی قیادت سے چند سوالات کرر ہے ہیں کہ

اے امت مسلمہ کی قیادت کرنے والو! کیا ہم ملت اسلامیہ کے فرد نہیں ہیں؟ اور اگر ہیں تو پھر غلامی کی زنجیریں کب کٹیں گی اور ظلم کی سیاہ رات کب چھٹے گی؟

اے دنیا کے زرخیز اور معدنی ذخائر سے لبریز اور سونا اگلتے خطوں کے مسلم راہنماؤ! ہمارے وسائل پر امریکی سامراج، برطانوی اجارہ دار اور ہندو بنیئے کا راج کب ختم ہوگا؟ افلاس زدہ غربائے امت کیلئے تمہارے خزانوں کے منہ کب کھلیں گے نیز عالمی سٹاک ایکسچینج سے صیہونیت کا قبضہ کون چھڑائے گا؟ اے انفارمیشن ٹیکنالوجی اور ذرائع ابلاغ و مواصلات کے مالک ارباب دانش! امریکہ و مغرب کی امت مسلمہ کے خلاف جھوٹ کے پلندوں پر مبنی فکر و ثقافتی یلغار اور ''میڈیا وار'' کا موثر ترین جواب کون دے گا اور دنیا کے منصفوں کے ضمیر پر دستک دے کر انہیں کون بتائے گا؟ عدل کے ٹھیکدار و عدل کو نیلام ہونے سے رکواؤ۔

اے دین کے نام پر جنگ و جدل کا شکار ہو کر ذاتیات کے تاج چمکانے والو! گنبد خضرا کے مکین ﷺ کو کب اپنی عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز و محور بناؤ گے؟

اے قومی، نسلی، لسانی، علاقائی اور قبائلی وحدتوں کے بت سجانے والو! امت کی شیرازہ بندی کر کے اسے سوئے حرم لیکر کون جائے گا۔ نیز اختلاف و انتشار کے حبس زدہ موسم میں اتحاد ملت اسلامیہ کا مظاہرہ کب کرو گے؟

کاش یہ سوالات او آئی سی کے حالیہ ایجنڈے میں شامل ہوتے

Marfat.com

جنگ بدر کے تناظر میں امت مسلمہ کی حالت زار

آج 55 سے زائد اسلامی ممالک ظلم وستم کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر جہاد کا جذبہ اور شہادت کا شوق تھا وہ اسباب پر نہیں بلکہ مسبب الاسباب پر بھروسہ کرتے تھے۔ اور آج کے مسلمان کبھی امریکہ کی طرف کبھی آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اسی وجہ سے علامہ اقبالؒ نے کہا تھا۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

Marfat.com

دین اسلام محض چند عبادات کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام ساری انسانیت کے لئے ایک قابل عمل نظام اور ضابطہ حیات ہے۔ بعثت نبوی ﷺ کا اہم ترین مقصد بھی یہی تھا کہ تمام طاغوتی استعماری اور صیہونی قوتوں کو شکست دے کر ربانی منشور پر مبنی الہامی کتاب قرآن مجید کے نظام معیشت معاشرت اور سیاست کو عملاً نافذ کر دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ کی ساری زندگی کفر کی بیخ کنی اور توحید کے پرچار ظلم کے خاتمہ اور مظلوم کی مدد جہالت کے خلاف جہاد اور علم کا نور پھیلانے میں گزر گئی۔

حضور اکرم ﷺ کی تیرہ سالہ مکی دعوت کا منشور بھی ایک ایسی اسلامی ریاست کے قیام پر مبنی تھا جہاں ہر شخص کو مساواتی حقوق مل سکیں۔ یہ بات اہل مکہ کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی کہ مفلوک الحال طبقہ اپنے بنیادی حقوق کے لیے ان سے برسرپیکار ہو جائے۔ چنانچہ اہل مکہ نے نبوی دعوت کی راہ میں نہ صرف روڑے اٹکائے بلکہ مکہ میں مسلمانوں کے لئے عرصہ حیات تنگ کر دیا چنانچہ مسلمان اذن نبی ﷺ سے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

جب نبی کریم ﷺ نے مکہ سے ہجرت فرمائی اس کے بعد بھی کفار و مشرکین کی ریشہ دوانیوں میں فرق نہ آیا۔ اگر کوئی مسلمان یا مویشی ان کے ہاتھ لگ جاتا تو اسے اپنے قبضے میں لے لیتے بایں حالات مسلمانوں کا خاموش رہنا اور محض عبادات میں لگے رہنا ان کی ایمانی غیرت کے خلاف تھا چنانچہ ضروری تھا کہ بحر احمر کے کنارے کنارے یمن سے شام کی طرف جانے والی اس تجارتی شاہراہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ جس پر اہل مکہ اہل طائف اور دیگر قبیلوں کی معیشت کا انحصار تھا۔ اس تجارتی شاہراہ پر سامان سے لدے ہوئے دو ہزار اونٹ بیک وقت چلتے تھے۔ مشہور مستشرق سپر بخر کے اندازہ کے مطابق اڑھائی لاکھ پاؤنڈ کی تجارت تو صرف اہل مکہ کی تھی ان کی تمام تر تجارت و معیشت کے لئے یہ شاہراہ ریڑھ کی

Marfat.com

ہڈی کی حیثیت کا کام دیتی تھی چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے پہلے اس شاہراہ کے اردگرد قبیلوں کو اپنے ساتھ ملایا اس کے بعد کفار کو اپنی بالادستی کا یقین دلانے کے لئے چھوٹے چھوٹے دستے بھیجنے شروع کر دیئے۔

ہجرت کا دوسرا سال شعبان کا مہینہ اور مارچ 623ء کا سال تھا جب ابوسفیان کی قیادت میں اہل مکہ کا ایک تجارتی قافلہ جس میں پچاس ہزار پاؤنڈ کی مالیت کا سامان تھا۔ شام سے مکہ کی طرف جا رہا تھا اس کے محافظ دستے کی تعداد بہت کم تھی۔ ابوسفیان نے اس ڈر سے کہ کہیں مسلمان حملہ نہ کر دیں ضمضم بن عمرو الغفاری کو اجرت دے کر اہل مکہ کو اطلاع دینے کے لئے بھیجا کہ مدد کو پہنچو۔ جب وہ مکہ پہنچا تو اس نے جاہلانہ دستور کے مطابق اونٹ کے کان کاٹ ڈالے اور ناک چیر دی اور اپنے پالان کو الٹ دیا۔

اپنی قمیض کو آگے پیچھے سے پھاڑ دیا اور زور سے چلانا شروع کر دیا "اے گروہ قریش تمہارا مال و اسباب اور ساز و سامان اور تمہارے اموال جو ابوسفیان کے قافلہ میں تھے ان پر محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں نے حملہ کر دیا الغوث الغوث فریاد کو پہنچو"۔

یہ سن کر ابوجہل نے لوگوں کو جنگ پر ابھارنا شروع کر دیا کیونکہ مکہ کا ہر فرد اس تجارت میں شریک تھا حتی کہ ایک ہزار سپاہیوں کا لشکر تیار ہو گیا جس میں 600 زرہ پوش اور 100 سواروں کا دستہ بھی تھا۔ راستہ میں انہیں اطلاع ملی کہ قافلہ مسلمانوں سے بچ کر سلامت نکل آیا ہے اب بعض سرداروں کی رائے یہ تھی کہ مقصد پورا ہو گیا ہے اس لئے واپس چلے جانا چاہئے لیکن ابوجہل نے لوگوں کو ابھارا کہ نہیں آج ہم مسلمانوں کے لشکر کو ٹھکانے لگا کر دم لیں گے۔ تاکہ ہماری تجارتی شاہراہ بھی محفوظ ہو جائے اور اردگرد کے قبائل پر ہماری عظمت اور رعب و دبدبہ بھی قائم ہو جائے۔ ادھر حضور نبی کریم ﷺ 313 مسلمانوں کی معیت میں مدینہ سے نکلے جن میں 83 مہاجر 41 قبیلہ اوس اور 170 کے قریب قبیلہ

Marfat.com

خزرج سے تھے (مسلمانوں کا اصل مقصد اس تجارتی شاہراہ پر قبضہ کرنا تھا۔اس لئے مختصر جمعیت تھی) جب مسلمانوں نے وادی زعفران کو عبور کیا تو پتہ چلا کہ ابوسفیان کسی راستہ سے بچ کر نکل گیا ہے اور ابوجہل ایک ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لئے آرہا ہے۔اب مسلمانوں کا مقابلہ تجارتی قافلہ کے ساتھ نہ تھا بلکہ ایک ایسے لشکر کے ساتھ تھا جو تعداد میں ان سے تین گناہ زیادہ تھے۔حضور علیہ الصلوۃ والسلام جو حالات کا گہرا مشاہدہ رکھتے تھے' فرمانے لگے کہ اگر ہم یہاں سے واپس پلٹے نہ صرف کفار کے حوصلے بڑھ جائیں گے بلکہ مدینہ میں یہود کے ہاتھوں مسلمانوں کا زندہ رہنا مشکل ہو جائے گا لیکن کوئی قدم اٹھانے سے قبل حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک مجلس مشاورت طلب فرمائی جس میں مہاجرین و انصار نے شرکت کی۔آپ نے ساری صورتحال بیان فرمائی۔سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اپنے ایمانی جذبہ کا اظہار فرمایا۔پھر حضور ﷺ نے رخ سخن دوسری طرف پھیرا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی ''ہم آپ پر ایمان لائے ہیں۔ہم نے آپ کی تصدیق کی ہے اور آپ کی اطاعت کا پختہ وعدہ کیا ہے جدھر کا ارادہ ہے چلئے بخدا اگر آپ ہم کو سمندر میں کودنے کا حکم دیں گے تو ہم آپ کے ساتھ اس میں چھلانگ لگا دیں گے اور کوئی پیچھے نہیں رہے گا میدان جہاد میں اللہ پاک ہماری جان فروشیوں سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا فرمائے گا۔اللہ پاک کی برکت کے سہارے چلئے ہم آپ کے ساتھ ہیں''۔یہ تقریر سن کر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چمکنے لگا فرمایا چلو خوشی سے اللہ پاک نے مجھ سے دو میں سے ایک گروہ پر فتح کا وعدہ فرمالیا ہے۔چنانچہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام بمعہ صحابہ کرام مقام بدر پر خیمہ زن ہو گئے۔وہاں آپ کے لئے ایک چھپر بنایا گیا۔جہاں سے جنگ کا منظر باآسانی دکھائی دے سکتا تھا۔

Marfat.com

جنگ سے ایک دن قبل حضور علیہ الصلوۃ والسلام صحابہ کرام کے ساتھ میدان جنگ کے نشیب و فراز کا جائزہ لینے کے لئے نکلے۔ سارے میدان کا چکر لگایا اور ان مقامات کی نشاندہی فرمادی جہاں مکہ کے سرداروں کی لاشیں گرنی تھیں فرمایا "ہذا مصرع فلاں ہذا مصرع فلاں یعنی یہ فلاں فلاں (کافر) کے گرنے کی جگہ ہے (بحوالہ شرح شفا شریف للخفاجی) رات کو سب لوگ سوئے رہے لیکن چشمان مصطفی ﷺ جاگ کر مسلمانوں کی فتح و کامیابی کی دعائیں مانگتی رہیں۔ رمضان المبارک کی 17 تاریخ اور جمعتہ المبارک کا دن تھا جب پہلی مرتبہ اسلام اور کفر ٹکرا رہے تھے۔ اس وقت تاریخ کے بند دریچوں کو کیا خبر تھی کہ یہی 313 نفوس قدسیہ مستقبل میں اسلام کے ماتھے کا جھومر ہوں گے اور انہی کے نقوش پا بعد میں آنے والے مجاہدین کے لئے شمع ہدایت کا کام دیں گے۔ چنانچہ صبح ہوئی تو رسول پاک ﷺ نے اسلامی فوج کی صفوں کو ترتیب دیا اس کے بعد آپ نے ایک تقریر فرمائی۔ جس میں اللہ پاک کی حمد و ثناء کے بعد لوگوں کو جنگ پر ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی اور اللہ پاک کی رضا کا طلب گار رہنے کی ہدایت فرمائی۔

سب مسلمان صف میں کھڑے تھے سب سے پہلے کفار کی طرف سے عامر خضرمی نے مسلمانوں پر حملہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام اس کے مقابلہ میں آیا اور شہید ہوگیا۔ انصار میں سب سے پہلے حارثہ بن سراقہ شہید ہوئے اس کے بعد کفار و مشرکین کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کے ساتھ میدان میں نکلا اس کے مقابلے کے لئے تین انصاری عبداللہ بن رواحہ ؓ عوذ ؓ اور معاذ ؓ نکلے عتبہ نے کہا ہم تم سے مقابلہ نہیں کرینگے۔ ہمارے مقابلے میں سردار بھیجو۔ اتنے میں رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ عبیدہ بن حارث ؓ کھڑے ہو جاؤ (اور ان کافروں کا کام تمام کردو) چنانچہ حضرت حمزہ ؓ نے شیبہ کو سنبھلنے نہ دیا اور قتل کر دیا۔ حضرت علی ؓ نے ولید کے جسم کے ٹکڑے کر دیئے البتہ حضرت

Marfat.com

عبیدؓ اور عتبہ کی تلواروں کے درمیان نوک جھونک ہونے لگی دونوں زخمی ہو گئے یہ دیکھ کر حضرت حمزہؓ اور علیؓ اپنی تلواریں لے کر عتبہ پر ٹوٹ پڑے اور اسے جہنم رسید کر دیا کفاران کے لاشے اٹھا کر چلے گئے ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس کے بعد رسول پاک ﷺ حضرت ابو بکر کو ساتھ لے کر چھپر میں چلے گئے اور اللہ پاک سے دعا کرنے لگے ابن جریر اور ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بدر کے دن میں لڑتا رہا پھر دوڑ کر آیا کہ دیکھوں حضور اکرم ﷺ کس حال میں ہیں تو دیکھا کہ آپ سر سجدہ میں رکھ کر یا حی یا قیوم کا ورد فرما رہے تھے۔ مسلم شریف ابوداؤد شریف اور ترمذی شریف کی روایت ہے اس کے بعد جب رسول پاک ﷺ نے مشرکوں کی طرف دیکھا کہ ایک ہزار ہیں اور مسلمان تین سو تیرہ ہیں تو آپ نے کعبہ کی طرف چہرہ کر کے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور اپنے رب کو پکارنے لگے اے اللہ پاک! تو نے جو مجھ سے وعدہ فرمایا ہے پورا کر اتنی عاجزی سے دعا کرنے لگے کہ چادر مبارک کندھوں سے گر پڑی اور عرض کی اے اللہ کریم! اگر آج یہ مٹھی بھر مسلمان شہید ہو گئے تو پھر دنیا میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا (کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ساری زندگی عاجزی و نیازی سے گزری لیکن مذکورہ کلمات ناز سے فرمائے) جب چادر مبارک گری تو حضرت ابو بکرؓ آپ ﷺ سے چمٹ گئے عرض کرنے لگے آقا بس کیجئے حد ہو گئی رب کو پکارنے کی۔ اللہ پاک ضرور اپنا وعدہ پورا فرمائے گا اس کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ترجمہ ''اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اللہ پاک نے تمہاری سن لی (اور فرمایا) کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو سلسلہ وار چلے آئیں گے'' حضرت ابو بکر صدیقؓ کی روایت کے مطابق اس دعا کے بعد آپ ﷺ نے سر انور اٹھایا تو فرمایا ابو بکر خوشخبری ہو یہ جبرائیل زرد دستار باندھے زمین و آسمان کے درمیان اپنے گھوڑے کی باگیں پکڑے کھڑے ہیں اس کے بعد حضور ﷺ نے بنفس نفیس جنگ میں شرکت

Marfat.com

فرمائی۔ قطاروں کی قطار فرشتے مدد کیلئے اترے۔ ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق جب کوئی مسلمان کسی مشرک کے سر کی طرف تلوار سے اشارہ کرتا تو تلوار پہنچنے سے پہلے وہ سر زمین پر گر پڑتا اس طرح مجموعی حوالے سے کفار کا بہت نقصان ہوا اور مسلمانوں کو اللہ پاک نے فتح و نصرت عطا فرمائی۔

جنگ بدر کے تناظر میں آج امت مسلمہ کی حالت زار کا جائزہ لینے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان کی کامیابی کا راز افرادی قوت یا اسلحہ کی فراوانی پر نہیں بلکہ ایمان کی مضبوطی خدا کی ذات پر بے پناہ یقین اور عشق رسول ﷺ کی قوت میں تھا تین سو تیرہ ہو کر کفر کے پرخچے اڑاتے رہے اور آج 55 سے زائد اسلامی ممالک ظلم و ستم کی زندگی بسر کر رہے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر جہاد کا جذبہ اور شہادت کا شوق تھا وہ اسباب پر نہیں بلکہ مسبب الاسباب پر بھروسہ کرتے تھے اور آج کے مسلمان کبھی امریکہ کی طرف کبھی آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اسی وجہ سے علامہ اقبالؒ نے کہا تھا۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

جب تک مسلمان جہاد کرتے رہے دنیا کی جابر قومیں ان کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوتی رہیں لیکن جب سے ہم نے جہاد کرنا چھوڑ دیا ہے ذلت و رسوائی ہمارا مقدر بنتا جا رہا ہے۔ آج بھی جب بدری صحابہ کرامؓ کی روح کشمیر کے نہتے مسلمانوں کو شہید ہوتا دیکھتی ہیں اور فلسطین چیچنیا اور بوسنیا میں مسلمانوں کے کرب و ابتلاء کو دیکھتی ہیں تو کہتی ہیں۔

یہ کس نے ہم سے لہو کا خراج پھر مانگا
ابھی تو سوئے تھے مقتل کو سرخرو کر کے

Marfat.com

مسلمانوں کے دورِ عروج کا آغاز

اگر غیر مسلم دنیا میں آئن سٹائن، لینن، چرچل، ہٹلر، مسولینی، ماؤ اینڈ رسل برگسان اور ہیگل جیسے مفکرین نے اپنے فلسفہ وفکر کے ذریعے دنیا میں تہلکہ مچادیا تو مسلم دنیا بھی ایسے عبقری قائدین سے خالی نہیں رہی بلکہ مسلم دنیا میں اقبال قائداعظم، حسن البنا سید قطب، امام احمد رضا، اتاترک، شاہ فیصل، سائیکارنو، ناصر خمینی، مودودی اور ضیاء الامت جیسے مشاہیر و اکابرین نے اپنی جاندار قیادت اور فکر کی بدولت تاریخ کے دھارے کا رخ بدل کر رکھ دیا۔

Marfat.com

بیسویں صدی کے واقعات اب قصہ پارینہ بن چکے ہیں اکیسویں صدی اپنے تمام تر جاہ وجلال کے ساتھ اپنے سفر کا آغاز کر چکی ہے دنیا کی تمام اقوام وملل نے ماضی کے حالات کے تناظر میں اپنے اپنے مستقبل کی منصوبہ بندی شروع کر دی ہے۔ مسلم دنیا کے عالمی کردار کے حوالے سے آج ہر کوئی اس امت کے زوال کا رونا روتا ہے یہ بات کسی حد تک درست بھی ہے کہ اب قرون اولیٰ کی نسبت مسلمانوں کی عظمت اور عالمی غلبہ وتسلط مفقود ہو چکا ہے۔ لیکن تمام تر کمزوریوں کے باوجود اگر ہم بیسویں صدی اور اکیسویں صدی کا تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد ترقی وزوال کا جائزہ لیں تو امت مسلمہ کے اجتماعی حالات ماضی کی نسبت کافی بہتر دکھائی دیتے ہیں مثلاً بیسویں صدی کی پہلی دو تین دہائیوں میں مسلم امہ عالم کفر کی دست نگر تھی لیکن اسی صدی کے چوتھے اور پانچویں عشرے میں عالم اسلام نے انگڑائیاں لینا شروع کر دیں مگر دور عروج شروع ہونے سے پہلے زوال کا دور انتہائی کربناک تھا یعنی اگر جدید دور میں اسلامی ممالک کی تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو صورت حال کچھ یوں بنتی ہے کہ بیسویں صدی کی پہلی ربع میں خلافت عثمانیہ ختم ہو گی چالیس سے زائد مسلم ممالک نوآبادیاتی نظام کے تحت مغربی طاقتوں کے قبضے میں تھے مگر اسی صدی میں جسے تحریکوں اور انقلابات کی صدی کہا جاتا ہے اکثر ممالک میں آزادی کی لہر پیدا ہوئی نتیجتاً ان مسلم ممالک نے جنگیں لڑ کر جدوجہد کر کے تحریکیں چلا کر احتجاج کر کے اور بعض نے جمہوری طریقوں سے غیر مسلم طاقتوں سے آزادی حاصل کی۔ اس تاریخی اور جغرافیائی تناظر میں دیکھا جائے تو مسلم ممالک کی عمر ستر اسی سال سے زیادہ نہیں بنتی مشرق وسطی اور ایشیا کے زیادہ تر ممالک 1940ء کی دہائی میں آزاد ہوئے مشرق وسطی میں صرف ایک سعودی عرب ایک ایسا ملک ہے جو 1902ء میں آزاد ہوا وگرنہ اکثریت نے اس کے

Marfat.com

کافی عرصہ بعد آزادی کا سورج دیکھنا شروع کیا ان حالات میں ان کی اقتصادی اور سماجی ترقی کے امکانات روشن ہونے لگے۔

یہ وہ دور ہے جب دنیا بھر میں دینی احیائی کوششیں زور وشور سے جاری تھیں پھر آزادی کی اس لہر نے دنیا کے نقشے کو بدل کر رکھ دیا جغرافیائی حوالے سے یہ پانچ براعظموں کی صدی ہے دنیا کے ان براعظموں میں مسلم ممالک کی آزادی کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ براعظم افریقہ میں سب سے زیادہ مسلم ریاستیں آزاد ہوئیں مزید براعظم ایشیا اور یورپ میں بھی کئی مسلم ملک آزاد ہوئے اور مسلم ممالک کی آزادی کا یہ سلسلہ بیسویں صدی کے اختتام تک جاری رہا 1991ء میں سوویت یونین ٹوٹنے سے وسطی ایشیاء میں چھ مسلم ریاستیں آزاد ہوئیں۔ اسی طرح مسلمانوں کے احیاء اور نشاۃ ثانیہ کا یہ سلسلہ پوری بیسویں صدی پر محیط ہے میں نشاۃ ثانیہ کا لفظ اس لئے استعمال کر رہا ہوں کہ اسی صدی کی ابتداء میں عین 1918ء میں نقشہ اقوام عالم پر ایک بھی مسلم ملک ایسا نہیں تھا۔ جسے حقیقی معنوں میں آزاد مسلم ملک کہا جا سکتا ہو صرف تین ملک اومان' سعودی عرب اور یمن ظاہراً آزاد مگر یورپی طاقتوں کے شدید ترین دباؤ میں تھے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں عالم کفر کی نوآبادیات بننے والی مسلم ریاستوں کی تفصیل اپنے قارئین کے سامنے پیش کروں تا کہ ان حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہم اپنے مستقبل کی منظر کشی کر سکیں۔ 1918ء میں دنیا کے نقشے پر موجودہ مسلم دنیا کی حالت یہ تھی۔

(1) جنوبی مشرقی ایشیائی ریاستیں (جو آج کل ملائیشیا' انڈونیشیا اور برونائی دارالسلام ہیں) برطانوی نوآبادیاتی نظام کے زیر اثر تھیں۔

(2) پاکستان پر بھی برطانوی سامراج کا راج تھا۔

Marfat.com

(3) افغانستان میں روسی اور برطانوی عمل دخل تھا

(4) سنٹرل ایشیاء اور قازقستان کی مسلم ریاستیں روس کے قبضے میں تھیں۔

(5) ایران' برطانیہ اور روس کے ہاتھوں 1907ء میں تقسیم ہو چکا تھا اور ایرانی قوم سخت انتشار اور بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا تھی۔

(6) شام اور لبنان میں فرانس نے اپنے پنجے گاڑے ہوئے تھے۔

(7) عراق پر بھی برطانوی طاغوت حکمران تھا۔

(8) اردن اور فلسطین پر بھی انگریزوں کی حکومت تھی۔

(9) اناطولیہ فرانسیسی بھی برطانوی قبضے میں تھا۔

(10) مصر بھی برطانیہ کے زیر اثر تھا۔

(11) لیبیا اٹلی کی نو آبادی تھا۔

(12) سوڈان بھی برطانیہ کے قبضے میں تھا۔

(13) تیونس فرانس کے زیر اثر تھا مراکو' الجیریا پر بھی فرانس کی حکومت تھی۔

(14) صومالیہ اٹلی کی نو آبادی تھی۔

(15) عرب میں خلیج کی ریاستیں بھی برطانیہ عظمیٰ کے قبضے میں تھیں۔

(16) عدن بھی برطانوی نو آبادی تھا۔

(17) اس کے علاوہ موریطانیہ' مالی' نائیجیریا' سینیگال اور وسطی و مغربی افریقہ کی دیگر بے شمار مسلم ریاستیں برطانوی' فرانسیسی' ہسپانوی اور اطالوی نو آبادیوں کی شکل میں تھیں۔

بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں علامہ اقبال اندلس گئے تو وہاں مسلمانوں کے فن تعمیر کی شاہکار عمارتیں اور ان کے حسن فکر سے تخلیق شدہ دیگر چیزیں دیکھ کر اقبال کی چیخیں نکل گئیں اور انہوں نے ایک لمبی آہ بھر کر کہا۔

Marfat.com

اے گلستان اندلس وہ دن ہیں یاد تجھ کو
تھا تیری ڈالیوں پہ جب آشیاں ہمارا

اس طرح بیسویں صدی کے نصف اول میں مسلمانوں کا ادبار و انحطاط ہمہ جہت تھا۔ مگر آہستہ آہستہ جبر و استحصال کا دور ختم ہوتا گیا اور مسلم امہ بے یقینی سے بدتر غلامی کی کیفیت سے نکلتی گئی ریاستوں کی آزادی میں بیسویں صدی کی بے شمار مسلم شخصیات نے بھی اپنا عملی کردار ادا کیا ہے۔ اگر غیر مسلم دنیا میں آئن سٹائن، لینن چرچل، ہٹلر، مسولینی، ماؤ اینڈ رسل برگسان اور ہیگل جیسے مفکرین نے اپنے فلسفہ و فکر کے ذریعے دنیا میں تہلکہ مچا دیا تو مسلم دنیا بھی ایسے عبقری قائدین سے خالی نہیں رہی بلکہ مسلم دنیا میں اقبال قائداعظم، حسن البنا، سید قطب، امام احمد رضا، اتاترک، شاہ فیصل، سائیکارنو، ناصر، خمینی، مودودی اور ضیاء الامت جیسے مشاہیر و اکابرین نے اپنی جاندار قیادت اور فکر کی بدولت تاریخ کے دھارے کا رخ بدل کر رکھ دیا اسی طرح بیسویں صدی جو اپنے آغاز سفر میں ملت اسلامیہ کے ہمہ جہت دینی زوال کا شکار تھی اکیسویں صدی کی دہلیز پر پہنچتے وقت ماضی کی نسبت عروج کی علامت بن چکی تھی اور جب بیسویں صدی اپنے گھٹنے ٹیک کر آخری سانسیں لے رہی تھی تو دنیا کے نقشے پر پچپن (55) کے قریب آزاد مسلم ریاستیں موجود تھیں اب نئی صدی اور نئے ہزاریے کا آغاز ہو چکا ہے میں ٹھوس حقائق کی بنیاد پر اس امر پر یقین رکھتا ہوں کہ اکیسویں صدی ابھی اپنے نصف اول یعنی پچاس کے عشرے تک بھی نہیں پہنچے گی کہ مشرق تا مغرب تک پوری دنیا اسلام کی لپیٹ میں ہو گی اور اس میں امت مسلمہ کی عظمت و شوکت کا ڈنکا بج رہا ہو گا۔

Marfat.com

عصریات

☆ انسانی اعضاء کا عطیہ اور پیوندکاری

☆ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کی حیثیت

Marfat.com

اسلامی نظریاتی کونسل کا حالیہ ایجنڈا......

انسانی اعضا کا عطیہ اور پیوند کاری

اور فقہی مسئلہ یہ ہے کہ اگر انسان بھوک سے نڈھال ہو اور اس کی جان کو خطرہ ہو اور اس کے پاس ایک طرف غیر کا مال ہو اور دوسری طرف مردار ہو تو علامہ طحاوی اور امام کرخی کا متفقہ قول ہے کہ مردار کھانا بڑی برائی ہے اور غیر کا مال کھانا چھوٹی برائی ہے لہٰذا ایک انسان کی قیمتی جان بچانے کے لئے دوسرے مردہ انسان کا کوئی عضو کاٹنا یا آنکھ نکالنا جائز ہوگا لیکن شرائط وہیں کہ

(1) شدید ضرورت اور حاجت کے وقت ایسا ہوگا۔

(2) عطیہ کرنے والے کی وصیت ضروری ہے۔

(3) نیز اس کے ورثاء کی اجازت ضروری ہے۔

(4) اور یہ عطیہ رضا کارانہ ہو اس کی تجارت جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

اسلامی نظریاتی کونسل کے ایجنڈے میں انسانی اعضاء کا عطیہ اور پیوند کاری بھی شامل ہے۔شریعت اسلامی میں بعض شرائط و قیود کے ساتھ انسانی اعضاء کا عطیہ اور پیوند کاری نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔اس کی دلیل قرآن مجید کی سورہ نحل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ترجمہ''اور اس (ذات باری تعالیٰ) نے چوپایوں کو پیدا کیا تمہارے لئے اس میں گرم لباس اور بہت سے فوائد ہیں اور ان میں سے تم کھاتے بھی ہو اس آیت کریمہ میں لفظ ''منافع'' بڑا وسیع مفہوم رکھتا ہے یعنی ان فوائد کا دائرہ بڑا وسیع ہے جو انسان جانوروں سے حاصل کرتا ہے لہٰذا اس انتفاع میں جانوروں کے اعضاء سے علاج اور انسانی جسم میں ان کی پیوند کاری بھی شامل ہے۔

مذکورہ آیت کریمہ کے علاوہ انسان کے کسی عضو کے بیکار یا ضائع ہو جانے پر اسکی جگہ مصنوعی عضو لگانے کی دلیل حدیث مبارکہ سے بھی ملتی ہے جامع ترمذی' سنن ابو داؤد اور سنن نسائی میں حضرت عبدالرحمان کی روایت کردہ حدیث مبارکہ موجود ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ''ان کے دادا عرفجہ بن اسعد کی جنگ میں ناک کٹ گئی انہوں نے چاندی کی ناک بنوا کر لگوائی اس میں بدبو پیدا ہوگئی تو نبی کریم ﷺ نے انہیں سونے کی ناک لگوانے کا حکم ارشاد فرمایا۔اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اگرچہ سونے کا استعمال مرد کے لئے جائز نہیں مگر بوقت ضرورت اس کا استعمال نہ صرف جائز بلکہ حکم رسول ﷺ ہے۔صاحب جامع ترمذی امام ابوعیسیٰ ترمذی نے مذکورہ بالا حدیث مبارکہ نقل کرنے کے بعد اس کے تحت شرح میں لکھا ہے کہ بہت سے اہل علم سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے دانتوں کو سونے کے ساتھ باندھا' فقہ حنفی کے بہت بڑے امام ملاں علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے مذکورہ حدیث کی شرح میں لکھا ہے اس حدیث کی رو سے علما نے سونے کی ناک بنوا کر

Marfat.com

لگوانے اور سونے کے ساتھ اپنے دانتوں کو باندھنے کو جائز قرار دیا ہے۔

ہمارے ہاں ایک مسئلہ یہ باعث نزع رہا ہے کہ چہرے کی پلاسٹک سرجری جائز ہے یا نہیں اگرچہ اس میں علماء کا اختلاف رہا ہے لیکن میرے نزدیک سخت ضرورت اور حاجت کے وقت چہرے کی پلاسٹک سرجری جائز ہے ضررت سے میری مراد یہ ہے کہ اگر کسی عورت کا چہرہ جھلس جائے یا کسی حادثے میں شدید زخمی ہو جائے تو اس عورت کے لئے ساری زندگی اسی حالت میں گذارنے کی بجائے اگر وہ صاحب ثروت ہے تو چہرے کی پلاسٹک سرجری کروانا جائز ہے لیکن بلاضرورت محض فیشن' زیب وزینت اور بڑھاپے میں جوان نظر آنے کے لئے (جیسا کہ ہماری اداکارائیں یا بوڑھی امیرزادیاں کرتی ہیں) چہرے کی پلاسٹک سرجری کروانا قطعاً شرعی طور پر ناجائز اور دولت کے اسراف کے زمرے میں آئے گا اس کی دلیل حدیث عرفجہؓ کے علاوہ بعض اور قرائن بھی ہیں۔

انسانی اعضاء کی پیوند کاری کی ایک صورت یہ ہے کہ اگر کسی انسان کے دونوں گردے بیکار ہو جائیں اور اس کی زندگی کی شمع بجھ رہی ہو تو اس انسان کو کسی دوسرے انسان کا گردہ دینا جس کے دونوں گردے سلامت ہوں اور ساتھ ماہر ڈاکٹر یہ تصدیق بھی کردے کہ ایک گردہ دینے سے اس کی جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے تو ایسا کرنا شرعاً جائز اور مستحسن ہے مگر اس سلسلے میں شرط یہ ہے کہ وہ شخص گردہ قیمتہً نہ دے بلکہ رضاکارانہ طور پر دے اگر وہ بلا معاوضہ دوسرے بھائی کی جان بچانے کے لئے اسے گردہ دے گا تو وہ قرآنی آیت'' ومن احیاھا فکانما احی الناس جمیعاً '' کے مطابق ایک انسان کی زندگی بچا کر ساری انسانیت کو زندگی بخش رہا ہوگا۔

انسانی اعضاء کے عطیہ کی صورت میں اگر کوئی انسان اپنی زندگی میں وصیت کر جائے کہ میرا فلاں عضو کسی ضرورت مند کو دے دیا جائے تو اسے وصال کے بعد اس کے

Marfat.com

ورثاء کی اجازت سے اس کے جسم کا وہ عضو کاٹ کر کسی ضرورت مند کے جسم میں لگانا جائز ہے اور اگر ورثاء اجازت نہ دیں تو پھر ایسا کرنا جائز نہیں ہے اسی میں آنکھ کا عطیہ شامل ہے جن علمائے کرام نے آنکھ کے عطیہ یا انسانی جسم کو کاٹنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ ''مثلہ'' ہے اور اس سے انسانی میت کی بے حرمتی اور پامالی ہوتی ہے ان کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ محقق ابن نجیم نے ایک فقہی قاعدہ نقل کیا ہے کہ ''جب دو برائیاں جمع ہو جائیں تو بڑی برائی کو چھوڑ کر چھوٹی برائی کو اختیار کر لیا جائے'' لہٰذا اس مسئلہ میں دو برائیاں جمع ہیں ایک میت کی بے حرمتی اور دوسری قیمتی انسانی جان کا ضائع ہونا چنانچہ میت کی بے حرمتی جو کہ چھوٹی برائی ہے بنسبت انسانی جان کے ضاع ء ہونے کے لہٰذا میت کی بے حرمتی انسانی جان بچانے کے لئے کرنا جائز ہوگی ایک اور فقہی مسئلہ ہے کہ اگر انسان بھوک سے نڈھال اور اُس کی جان کو خطرہ ہو اور اس کے پاس ایک طرف غیر کا مال ہو اور دوسری طرف مردار ہو تو علامہ طحاویؒ اور امام کرخیؒ کا متفقہ قول ہے کہ مردار کھانا بڑی برائی ہے اور غیر کا مال کھانا چھوٹی برائی ہے لہٰذا ایک انسان کی قیمتی جان بچانے کے لئے دوسرے مردہ انسان کا کوئی عضو کاٹنا یا آنکھ نکالنا جائز ہوگا لیکن شرائط وہیں کہ

(1) شدید ضرورت اور حاجت کے وقت ایسا ہوگا۔

(2) عطیہ کرنے والے کی وصیت ضروری ہے۔

(3) نیز اس کے ورثاء کی اجازت ضروری ہے۔

(4) اور یہ عطیہ رضا کارانہ ہو اس کی تجارت جائز نہیں ہے۔

اگر مذکورہ شرائط نہ پائی جائیں تو پھر انسانی اعضاء کا عطیہ جائز نہیں ہوگا۔ جن علماء نے عطیہ کو ناجائز قرار دیا ہے ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس میں اضطرار دو طرفہ نہیں بلکہ یک طرفہ ہوتا ہے لہٰذا کسی مردہ کا کوئی عضو کاٹنا جائز نہیں ہوگا ان کی اس دلیل کا جواب

Marfat.com

یہ ہے کہ اضطرار کے لئے ضروری نہیں کہ وہ دوطرفہ ہو بلکہ یک طرفہ اضطرار (مجبوری) ہی دوسری طرف کے اضطرار کے لئے کافی ہوتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ ؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا متفقہ قول ہے کہ "اگر کوئی عورت مرجائے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہوتو عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکالنا جائز ہوگا اب یہاں اضطرار کی حالت بچے کی ہے نہ کہ ماں کی لیکن بچے کے اضطرار کی بنا پر ماں کا پیٹ چاک کرنے کی اجازت دی گئی ہے مذکورہ بالا دلائل سے یہ امر واضح ہو گیا کہ انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور عطیہ بوقت ضرورت بشرط وصیت رضا کارانہ طور پر جائز اور مستحسن ہے لہٰذا اسلامی نظریاتی کونسل کو اس سلسلہ میں قانون سازی کے لئے سفارشات مرتب کر کے انہیں پارلیمنٹ میں پیش کرنا چاہیے۔

Marfat.com

اسلامی نظریاتی کونسل کا حالیہ ایجنڈا

ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کی حیثیت

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان مسائل کا حل کیا ہے یہ بات تو طے ہے کہ دور حاضر کے حالات کے تناظر میں فقہ حنفی کے بعض مسائل کے حوالے سے اجتہاد کی اشد ضرورت ہے اور اس ضرورت کو اسلامی نظریاتی کونسل جیسا ادارہ بہتر طریقے سے پورا کر سکتا ہے میرے نزدیک حالات حاضرہ میں اس مسئلے کی قابل عمل صورت یہ ہو سکتی ہے کہ علامہ داؤد ظاہریؒ کی رائے کو ایک پہلو سے ترجیح دی جائے یعنی کنواری عورت کیلئے ولی کی اجازت بعض شرائط کیساتھ لازمی قرار دی جائے جبکہ ثیبہ کو اس شرط سے مستثنی رکھا جائے لیکن کنواری عورت کیلئے ولی کی اجازت سے ولی کا جبر مراد نہ لیا جائے بلکہ اجازت، مشورہ کی صورت میں ہو۔

Marfat.com

پاکستان کا حصول بنیادی طور پر ایک اسلامی نظریاتی مملکت کے قیام کیلئے عمل میں لایا گیا۔1973ء کے آئین میں یہ شق شامل تھی کہ ملکی قوانین کی اسلامائزیشن کے حوالے سے تدریجاً پیش رفت کی جائے گی بعد ازاں وفاقی شرعی عدالت اور اسلامی نظریاتی کونسل جیسے ادارے اسی سلسلے کی کڑیاں تھیں اگر چہ یہ ادارے بھی کما حقہ ملکی قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے میں زیادہ اہم کردار ادا نہیں کر سکے تاہم کافی حد تک ان اداروں نے کامیابیاں بھی حاصل کی ہیں ان اداروں کے بھرپور کردار ادا کرنے کے پیچھے متعدد عوامل تھے۔

پچھلے دنوں میری اسلامی نظریاتی کونسل کے موجودہ چیئرمین جناب ایس۔ایم زمان صاحب سے ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ آپ کی کونسل قوانین کی اسلامائزیشن کے حوالے سے ہمہ جہت کردار ادا نہیں کر سکی وہ فرمانے لگے ''اصل میں ہم تو سفارشات بھیج دیتے ہیں لیکن قومی اسمبلی اور سینیٹ میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے ذاتی مفادات اس راہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں''۔

اخباری اطلاعات کے مطابق اب 9 سے 13 جنوری تک اسلامی نظریاتی کونسل کا اجلاس ہو رہا ہے اس اجلاس کے ایجنڈے میں انسانی اعضا کی پیوندکاری و عطیہ اور ولی کی اجازت کے بغیر نکاح جیسے مسائل شامل ہیں میں نے اپنے فہم دین کے مطابق مناسب سمجھا ہے کہ ان مسائل کو موضوع بحث بنا کر حقیقت تک رسائی حاصل کی جائے اور دور حاضر کے حالات کے تناظر میں ان کا قابل عمل حل پیش کیا جائے۔نکاح میں ولی کی حیثیت کے حوالے سے ہمیشہ علماء و فقہاء میں اختلاف رہا ہے۔بعض فقہاء ولی کی

Marfat.com

اجازت کے بغیر نکاح کو مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں اور ولی کی اجازت کو نکاح کے جواز کی شرط قرار دیتے ہیں جبکہ بعض فقہاء ولی کی اجازت کو نکاح کیلئے لازمی نہیں سمجھتے۔ مثلاً مالکیہ اور شوافع کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا ان کے نزدیک ولی کی اجازت جواز نکاح کیلئے شرط ہے جبکہ امام ابو حنیفہؒ ' امام زفرؒ ' امام شعبیؒ ' اور زہریؒ کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر عورت کے لئے نکاح کرنا جائز ہے ان فقہاء میں سے داؤد زہریؒ کنواری عورت کیلئے ولی کی اجازت لازمی قرار دیتے ہیں جبکہ ثیبہ (وہ عورت جو سابقہ نکاح کا تجربہ رکھتی ہو یعنی مطلقہ ہو یا بیوہ) کیلئے ولی کی اجازت لازمی قرار نہیں دیتے۔ ان تمام فقہاء نے اپنے اپنے نقطہ ہائے نظر (Point of View) کو ثابت کرنے کیلئے بنیادی طور پر قرآن و حدیث سے ہی استدلال کیا ہے۔ امام مالکؒ کی ایک رائے یہ ہے کہ ولی کی اجازت و موجودگی فرض نہیں بلکہ مستحب ہے علامہ ابن رشد نے مالکیہ کی اس رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ولی کی موجودگی جواز نکاح نہیں بلکہ تکمیل نکاح کیلئے ضروری ہے۔

پاکستان میں چونکہ زیادہ تر عدالتی فیصلے اور مفتیان عظام کے فتوے فقہ حنفی کے مطابق ہی دیئے جاتے ہیں اور فقہائے احناف کنواری اور ثیبہ دونوں کیلئے ولی کی اجازت کو لازمی نہیں سمجھتے۔ جبکہ بدلتے ہوئے حالات اس رائے میں تھوڑی سی تبدیلی کے متقاضی ہیں ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے سے ہمارے معاشرے میں بے شمار مسائل پیدا ہو سکتے ہیں مثلاً جوان لڑکے اور لڑکیاں ذہنی ناپختگی کی بنا پر جذباتی فیصلے کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے بطور خاص دور حاضر میں مغربی فکری و ثقافتی یلغار کے نتیجے میں نوجوان نسل کو جس طرح دین سے دور کیا جا رہا ہے ان حالات میں ولی کی

Marfat.com

نگہداشت (Custody) اجازت اور موجودگی کو لازمی قرار نہ دیا جائے تو اس کے بے شمار مزید نقصانات پیدا ہو سکتے ہیں مغرب کی مثال ہمارے سامنے ہے وہاں ولی (Gardian) کی اجازت کے بغیر شادی کے کیا نتائج نکل رہے ہیں اور خاندانی نظام (Family System) کس طرح تباہی کے دہانے پر پہنچ رہا ہے اس تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ہر صورت میں ولی کی اجازت کو لازمی قرار دینے کی صورت میں بھی جو قباحتیں جنم لے سکتی ہیں ان کا حل بھی ضروری ہے ہمارے ہاں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ لڑکی کے نکاح کے وقت اس سے اجازت تو درکنار پوچھنا بھی گوارا نہیں کیا جاتا اور جس لڑکے کیساتھ اس کو نکاح کے بندھن میں باندھا جا رہا ہوتا ہے وہ علم' کردار' حسن اور دولت کے لحاظ سے کلی یا جزوی طور پر اس سے کم ہوتا ہے مشرقی روایات کی حامل لڑکی شرم وحیاء کے باعث اس استحصال پر احتجاج نہیں کرتی نتیجۃً ذہنی' معاشی اور اخلاقی تفاوت کی بناء پر وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ''اڈجسٹ'' نہیں کر پاتے اور جو لڑکی ایسے نکاح پر احتجاج کرتی ہے اسے خاندانی روایات کی باغی اور والدین کی نافرمان گردانا جاتا ہے حالانکہ اسلام اسے اپنی پسند و ناپسند کی اجازت دیتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان مسائل کا حل کیا ہے یہ بات تو طے ہے کہ دور حاضر کے حالات کے تناظر میں فقہ حنفی کے بعض مسائل کے حوالے سے اجتہاد کی اشد ضرورت ہے اور اس ضرورت کو اسلامی نظریاتی کونسل جیسا ادارہ بہتر طریقے سے پورا کر سکتا ہے میرے نزدیک حالات حاضرہ میں اس مسئلے کی قابل عمل صورت یہ ہو سکتی ہے کہ علامہ داؤد ظاہریؒ کی رائے کو ایک پہلو سے ترجیح دی جائے یعنی کنواری عورت کیلئے ولی کی اجازت بعض شرائط کیساتھ لازمی قرار دی جائے جبکہ ثیبہ کو اس شرط سے مستثنیٰ رکھا جائے۔ لیکن کنواری عورت کیلئے ولی کی اجازت سے ولی کا جبر مراد نہ لیا جائے بلکہ

Marfat.com

اجازت مشورہ کی صورت میں ہو اور ولی اس عورت کا نکاح کرتے وقت اس کے معیار اور پسند و ناپسند کو لازمی پیش نظر رکھے اور پھر اس عورت کیلئے بھی لازمی قرار دیا جائے کہ وہ خاندانی حالات و معاملات کے مطابق کف ''Social status'' کا خیال رکھے اور پھر تکمیل و تحسین نکاح کیلئے علامہ ابن رشد کی رائے کے مطابق ولی کی موجودگی کو لازمی قرار دیا جائے۔ میرے نزدیک اس تناظر میں قانون سازی کی جائے تو اس سے نہ صرف خاندانی وحدت (Unit) میں استحکام پیدا ہوگا بلکہ بے شمار مسائل کے حل میں صرف نظری طور پر ہی نہیں بلکہ عملاً بھی مدد ملے گی۔

Marfat.com

قانونیات

☆ غیرت کے نام پر خون قتل عمد نہیں

☆ عالمی عدالت انصاف میں انصاف کا خون

☆ قانون توہین رسالت، انسانی حقوق اور مغرب کی سازش

Marfat.com

غیرت کے نام پر خون قتل عمد نہیں

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب غیرت کے نام پر قتل اور قتل عمد کے عوامل (Factors) یکساں نہیں ہوتے تو پھر ان کی سزا کیسے یکساں ہوسکتی ہے۔ ویسے بھی اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو ایک باپ اپنی بیٹی یا ایک بھائی اپنی بہن کے قتل کے بعد اپنے آپ کو ایسی اذیت ناک صورت حال بلکہ سزا سے دوچار کرلیتا ہے جو "Self Inflicted" سزا ہی اس کے لئے کافی ہے۔ اس کے علاوہ عالم اسلام کے کسی بھی ملک میں "غیرتی قتل" کو قتل عمد قرار دے کر قصاص کا مطالبہ نہیں کیا گیا۔

Marfat.com

غیرت کے نام پر قتل ہمارے معاشرے کا ایک قابل ذکر باعث تشویش اور حل طلب مسئلہ ہے۔ جس پر اب تک مختلف نقطہ ہائے نظر سامنے آئے ہیں گزشتہ دنوں اسلام آباد میں انسانی حقوق کمیشن کے زیر اہتمام منعقدہ کانفرنس میں چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے مختلف انسانی حقوق کا ذکر کرتے ہوئے غیرت کے نام پر خون کو قتل عمد قرار دے دیا۔ اس سے قبل انسانی حقوق کی ملکی وغیر ملکی تنظیمیں ایک عرصے سے غیرتی قتل کو قتل عمد قرار دیئے جانے کا مطالبہ کرتی رہی ہیں بلکہ بسا اوقات تو ان تنظیموں نے عورتوں کے حقوق کی آڑ میں اسلام کے آفاقی وابدی قوانین اور پاکستان کے معاشرتی رویوں پر بھی تابڑ توڑ حملے کئے ہیں۔ چند ماہ قبل انسانی حقوق کی عالمی تنظیم ''ایمنسٹی انٹرنیشنل'' نے ایک رپورٹ شائع کی جس میں بطور خاص یہ ذکر کیا گیا ہے کہ پاکستان میں ہر سال سینکڑوں خواتین غیرت کے نام پر قتل کر دی جاتی ہیں نیز عورت جب بھی اپنے حقوق کی بات کرتی ہے تو اسے سخت سزا دی جاتی ہے یا پھر قتل دیا جاتا ہے''۔

اس میں شک نہیں کہ پاکستان میں بے شمار خواتین عزت کے نام پر قتل کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔ لہٰذا ایسے شرمناک فعل کے خلاف ضروری قانون سازی ہونی چاہیے۔ لیکن جہاں تک انسانی حقوق کی تنظیموں کا یہ موقف ہے کہ غیرت کے نام پر قتل کو قتل عمد قرار دیا جائے تو اسے ان کی مغرب نوازی اور عالمی اسلامی قوانین سے بے خبری کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔ حالانکہ جرم وسزا کے فلسفہ کے متعلق واجبی سا علم رکھنے والا بھی اس نقطہ نظر کی نامعقولیت کا ادراک کر سکتا ہے۔ دنیا کی کسی بھی ریاست کا قانونی وعدالتی نظام جرائم کی پس پشت محرکات اور اسباب کا تعین کئے بغیر ان کی سزا کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کی حمایت نہیں کر سکتا مزید برآں دنیا کے ہر ملک میں فوری اشتعال (Sudden

Marfat.com

(Provocation) کے نتیجے میں کیے جانے والے جرائم کو ہمیشہ عام جرائم سے مختلف درجہ میں رکھا جاتا ہے۔ یہ معاملہ صرف قبائلی روایتی یا اسلامی معاشروں کا ہی نہیں بلکہ یورپی ممالک بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب غیرت کے نام پر قتل اور قتل عمد کے عوامل (Factors) یکساں نہیں ہوتے تو پھر ان کی سزا کیسے یکساں ہوسکتی ہے۔ ویسے بھی اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو ایک باپ اپنی بیٹی یا ایک بھائی اپنی بہن کے قتل کے بعد اپنے آپ کو ایسی اذیت ناک صورت حال بلکہ سزا سے دوچار کرلیتا ہے۔ جو '' Self Inflicted '' سزا ہی اس کے لئے کافی ہے۔ اس کے علاوہ عالم اسلام کے کسی بھی ملک میں ''غیرتی قتل'' کو قتل عمد قرار دے کر قصاص کا مطالبہ نہیں کیا گیا۔ حالانکہ بعض اسلامی ممالک ایسے ہیں۔ جہاں مغرب زدہ طبقہ حکمران ہے وہاں بھی غیرت کے قتل کو قتل عمد سے مختلف سمجھا جاتا ہے اور قاتل کی سزا میں تخفیف یا استثنا کے اصول کو تسلیم کیا گیا ہے۔ مثلاً اردن کے مجموعہ تعزیرات 1960ء کے آرٹیکل 340 کے الفاظ یہ ہیں۔ ''کوئی شخص جو اپنی بیوی یا محرمات میں سے کسی ایک کو کسی دوسرے شخص کے ساتھ بدکاری (زنا) کرتے ہوئے اچانک پکڑ لے اور وہ ان میں سے ایک یا دونوں کو قتل کردے یا زخمی کردے تو وہ ہر طرح کی سزا سے مستثنیٰ ہے۔'' اسی اردن کے مجموعہ تعزیرات کے مذکورہ آرٹیکل سے ملتی جلتی دفعات نہ صرف عرب ممالک کے مجموعہ تعزیرات میں شامل ہیں بلکہ ترکی اور بعض یورپی ممالک میں بھی یہی صورت حال ہے۔ مثلاً سپین اور پرتگال میں ایسی دفعات اب تک ان کے قانونی ڈھانچے کا حصہ ہیں جن میں غیرت کے سبب سے قتل کے نتیجے میں قاتل کو سزا میں تخفیف یا استثنا کی گنجائش رکھی گئی ہے؟ تاہم عرب ممالک کے مجموعہ

Marfat.com

ہائے تعزیرات میں ان امور کی تشریح میں معمولی سا اختلاف پایا جاتا ہے' مثلاً کچھ نے اس کے نفاذ کو بدکاری کی عملی صورتوں تک محدود کر دیا ہے جن میں مصر' تیونس' لیبیا اور کویت وغیرہ شامل ہیں' ایسی صورت میں یہ ممالک سزا میں کمی کے تو قائل ہیں لیکن مکمل رعائیت (Exemption) کو روا نہیں سمجھتے جبکہ بعض دوسرے اسلامی ممالک مثلاً شام اور لبنان کے قوانین اس سزا کے نفاذ کے لئے ناجائز بستر (Unlawful bed) تک اس کو وسعت دیتے ہیں مذکورہ جزوی اختلافات اپنی جگہ لیکن کسی بھی اسلامی ملک میں غیرت کی وجہ سے کئے جانے والے قتل کو قتل عمد سمجھتے ہوئے قاتل کو قصاص کے طور پر موت کی سزا نہیں دی جاتی ہے۔

مصر کے معروف ماہر قانون شیخ عبدالحمید شاہ وربی نے غیرت کے جرائم کے بارے میں مصری کوڈ کا دفاع کرتے ہوئے لکھا ہے "مجلس قانون ساز نے ایسا خاوند جس کی آبرو کا جنازہ نکال دیا گیا ہو جو اس کی قیمتی متاع تھی کی نفسیاتی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے قانون سازی (Leqislation) کی ہے کہ اس لمحے جب وہ اپنی بیوی کو بدکاری کرتے ہوئے۔ اچانک پکڑے گا بلاشبہ اس کے حوش وحواس جاتے رہیں گے۔ نتیجتاً وہ اپنی بیوی اور اس کے آشنا کو قتل کر دے گا'' مندرجہ بالا تفصیلات سے قطعاً یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ اس طرح کوئی اس رعایت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے بلکہ یہ تفصیلات اس لئے صفحہ قرطاس کے سپرد کی گئی ہیں تا کہ یہ امر واضح ہو جائے کہ افراد کی اکثریت کبھی بھی ایسے قانون پر متفق نہیں ہوئی جو انسانیت کے لئے ہلاکت یا ننگ و عار کا باعث ہو۔ بلکہ بعض مسلم ماہرین قانون نے تو مندرجہ بالا آرٹیکل پر عملدرآمد کے لئے تین شرائط کو ضروری قرار دیا ہے جن میں (1) ملزم کا مقتولہ سے رشتہ (خاوند' بیٹا اور بھائی)۔ (2) عورت کا بدکاری کرتے

Marfat.com

ہوئے۔اچانک رنگے ہاتھوں پکڑے جانا۔(3)قتل کا اقدام بدکاری دیکھنے کے فوراًبعد اورفوری اشتعال کا نتیجہ ہو۔بلکہ پاکستان کے مجموعہ تعزیرات (P.P.C) کی دفعہ تین سو (300)کے مطابق بھی اشتعال کے نتیجے میں کیا جانے والاقتل قتل عمد متصور نہیں ہوتا بلکہ اسے قتل خطا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ 1960ء سے لےکران قوانین کی تعبیر و تشریح اور اطلاق میں تسلسل پایا جاتا ہے۔پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں کے سینکڑوں فیصلہ جات ریکارڈ پر ہیں جن میں غیرت کے قتل کو قتل عمد نہیں سمجھا گیا۔

اسلامی قانون جو ایک مکمل ضابطہ حیات (Code of life) ہے بھلا اس سلسلہ میں کیونکر رہنمائی فراہم نہ کرتا۔نبی کریم ﷺ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا''میری امت سے تین چیزوں کے بارے میں سوال نہ ہوگا خطا'نسیان اوراکراہ''۔نیز ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کی''اگر میں کسی شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ (ناجائز حالت) میں دیکھ لوں تو اسے قتل کردوں'' آپ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ایسا کرنے سے منع فرمایا اور نہ ہی اس پر اعتراض کیا بلکہ صحابہ کرامؓ کی حیرانگی کو دیکھ کر فرمایا کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو حالانکہ میں سعد سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے''۔(بخاری شریف)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ اسلامی قانون بھی کسی مرد کو اپنی محرم عورت کو کسی غیرمحرم مرد کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھنے پر اسے قتل کرنے یا قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اس کی مذمت کرتا ہے۔تاہم اگر کوئی شخص ایسی حالت میں جبکہ وہ اپنی خوداعتمادی (Self Control) کھو بیٹھے اور

Marfat.com

فوری اشتعال میں آ کر اپنی محرم یا اس کے آشنا کو قتل کر ڈالے تو اس شخص کو قصاص کی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ تعزیری سزا ہو گی جو کیس کی نوعیت کے پیش نظر جج کے صوابدیدی اختیارات پر منحصر ہو گی۔ نیز واضح رہے کہ صوابدیدی اختیار کی بنا پر ''کیس'' کی نوعیت کے پیش نظر سزائے موت بھی ہو سکتی ہے، ہلکی پھلکی سزا بھی اور سزا سے مکمل نجات بھی۔

Marfat.com

عالمی عدالت انصاف میں انصاف کا خون

امت مسلمہ اور اس کے حکمران نجانے اتنے معصوم کیوں ہیں کہ وہ ظالم استعماری وصیہونی طاقتوں کے ہتھکنڈوں سے آگاہ ہونے کے باوجود پھر انہی کے چرنوں میں بیٹھنے کو ترجیح دیتے ہیں زخم خوردہ ملت اسلامیہ کے زخموں سے رسنے والا خون پکار پکار کر کہہ رہا ہے اے اس امت کے حکمرانو! اے ملت کا درد رکھنے والے ارباب دانش اور قائدین و مصلحین امت تمہارے دکھوں کا مداوا امریکہ کے پاس ہے نہ اقوام متحدہ اور اس کے ذیلی اداروں کے پاس بلکہ یہ ظالم طاغوت کے گماشتے تو تمہارے زخموں پر مزید نمک پاشی کریں گے تمہیں اپنی عافیت اور روشن و تابناک مستقبل کے لئے غیرت مندانہ طریقے سے اپنے علیحدہ مسلم اقوام متحدہ، مسلم کامن ویلتھ اور مسلم عالمی عدالت انصاف جیسے ادارے تشکیل دینا ہوں گے۔ وگرنہ بھیڑیا نما خونخوار عالمی استعمار امت مسلمہ کی رگوں سے غیرت، حمیت اور حق خود ارادیت کے خون کا آخری قطرہ تک چوسنے کے لئے ٹھوس منصوبہ بندی کر چکا ہے''۔

Marfat.com

عالمی عدالت انصاف نے اکیس ستمبر ۱۹۹۹ء کو پاکستان کی بھارت کے خلاف دائر ہرجانے کی درخواست (جس کا تعلق دس اگست ۱۹۹۹ء کو تباہ ہونے والے پاکستان نیوی کے ہوائی جہاز اٹلانٹک سے تھا) مزید سماعت سے انکار کر دیا ہے۔ عدالت میں سولہ ججوں میں سے چودہ ججوں نے یہ فیصلہ اکثریت رائے سے کیا ہے ان ججوں میں عدالت کے صدر گیوٹیلاوم' نائب صدر شائی' جج بیڈجاوی یوئی' اوڈا' رنجیوا' ہرجیز یگ' فلائی شور' کوروما ویرشچامئن' ہیگنیز' پاراازان گیون' کوئی جمانی' برجنتھال اور ایڈہاک جج ریڈی شامل ہیں۔ ان چودہ ججوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جو یہودی یا عیسائی نہ ہو۔ بھلا یہود و نصاریٰ سے مسلمانوں کے حق میں انصاف کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بڑے واضح انداز میں ارشاد فرمایا ''یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ'' کیونکہ ان کی فطرت میں مسلمانوں کے خلاف بغض عناد اور نفرت و کدورت کی چنگاریاں سلگ رہی ہیں۔

عالمی عدالت انصاف کے اس فیصلہ میں سولہ ججوں کے پینل میں سے صرف دو ججوں نے اختلاف کیا ان میں سے ایک جج ''الخاصاوانہ'' اور دوسرا ایڈہاک جج شریف الدین پیرزادہ ہیں۔ ان دو ججوں نے عدالت کے فیصلے پر اختلافی نوٹ لکھتے ہوئے احتجاج کیا کہ عدالت کا پاکستان کی درخواست کی مزید سماعت سے انکار پر یہ جواز پیش کرنا کہ بھارت اس مقدمے کا فریق ہی نہیں ہے اور نہ ہی بھارت اس قسم کے مقدمات میں عدالت کے دائرہ اختیار کو تسلیم کرتا ہے۔ ایک لایعنی فضول اور بھونڈی دلیل ہے جج ''الخاصاوانہ'' نے اپنے اختلافی نوٹ میں لکھا کہ ''عدالت کے اختیار نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تنازعہ قابل التفات ہی نہیں ہے۔ عدالت کو حکم دینا چاہیے تھا کہ دونوں ممالک یہ تنازعہ اور

Marfat.com

دیگر تنازعات پر امن طریقے سے حل کریں کیونکہ بھارت کا انکار خطرناک صورت حال اختیار کر سکتا ہے'' اس طرح ایڈہاک جج شریف الدین پیرزادہ نے بھی اپنے اختلافی نوٹ میں کہا کہ '' پنڈت نہرو نے لیاقت علی خان کو ستائیس اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ایک خط میں لکھا کہ بھارت کسی بھی تنازعہ کو کسی ٹربیونل میں بھیجنے کو ترجیح دے گا بلکہ نہرو نے اپنے خط میں واضح کیا کہ بھارت اپنے معاملات کو (۱) مذاکرات کے ذریعے (۲) ثالثی سے (۳) عدالتی ٹربیونل کے ذریعے یا پھر (۴) عالمی عدالت انصاف میں اپیل کر کے مستقل بنیادوں پر حل کرنے کی کوشش کرے گا''۔

لیکن بے حس عالمی عدالت انصاف پر ان دلائل کا کوئی اثر نہ ہوا پاکستان نے باقاعدہ عدالتی دائرہ اختیار کو ثابت کرنے کے لئے '' جنرل ایکٹ برائے پیسفک سٹیمنٹ'' کا حوالہ دیا تھا جس پر چھبیس ستمبر 1928ء کو جنیوا میں دستخط کئے گئے جسے عموماً جنرل ایکٹ 1928ء کہا جاتا ہے اب اس ایکٹ کے آرٹیکل سترہ کے الفاظ یہ ہیں '' اپنے تمام تنازعات کے حل کے لئے تمام فریقین کا حق ہے کہ وہ آرٹیکل ۳۹ کے تحت قائم مستقل عالمی عدالت انصاف سے رجوع کریں'' اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ آرٹیکل عدالت کی حیثیت اور اس کے دائرہ کار کے اختیار کا تعین نہیں کرتا؟ جبکہ عالمی عدالت نے اس مقدمے کی سماعت پر بحث کے دوران خود اس بات کا انکشاف کیا تھا کہ '' نارویجن قرضوں '' کے مقدمے میں عدالت کے دائرہ اختیار کو چیلنج کیا گیا تھا لیکن عدالت اپنا فیصلہ کرنے میں آزاد تھی۔ پھر وہی سوال کہ اگر '' نارویجن قرضوں '' کے مقدمے میں عدالت اپنے دائرہ

Marfat.com

اختیار میں آزاد تھی تو پھر پاکستانی اٹلانٹک طیارے کی تباہی جس میں سولہ افراد شہید ہو گئے اس مقدمے کی سماعت پر عدالت کا دائرہ اختیار زنگ آلودہ کیوں ہو گیا ہے ؟ اور اسی عالمی عدالت انصاف نے جب ''Aegeansea Continental shell'' کیس میں اپنا فیصلہ سنایا تھا تو ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ یونان نے جنرل ایکٹ 1928ء پر بحث کئے بغیر کہ یہ قابل عمل ہے یا کہ نہیں عدالت کے ضابطے کو قبول کیا تھا۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ عالمی عدالت انصاف ہو یا اقوام متحدہ اور ذیلی ادارے یہ سب عالمی جارح امریکہ کے غلام ادارے ہیں۔ امریکہ ان سے اپنی مرضی کے فیصلے کرواتا ہے۔ کسے نہیں معلوم کہ جب امریکہ نے اسامہ بن لادن کی گرفتاری کے سلسلے میں افغانستان پر شدید میزائلوں کی بارش کی تھی اسامہ تو ''وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے'' کے مصداق مامون ومحفوظ رہے لیکن ان کے کئی ساتھی اور افغان مجاہدین شہید ہو گئے اور افغانستان کا مالی وجانی نقصان بھی ہوا اس حملے کا زیادہ افسوس ناک پہلو یہ تھا۔ کہ میزائل پاکستانی سرحد کے قریب سے پھینکے گئے چنانچہ کئی میزائل بلوچستان کے علاقے میں بھی گرے پاکستان نے اس وقت بھی اقوام متحدہ میں یہ مسئلہ اٹھایا تھا لیکن امریکہ کے ٹکڑوں پر پلنے والے سامراج کے اس غلام ادارے نے پاکستان کو اس مسئلے پر بحث کے لئے تاریخ ہی نہیں دی تھی۔

امت مسلمہ اور اس کے حکمران نجانے اتنے معصوم کیوں ہیں کہ وہ ظالم استعماری وصیہونی طاقتوں کے ہتھکنڈوں سے آگاہ ہونے کے باوجود پھر انہی کے چرنوں میں بیٹھنے کو ترجیح دیتے ہیں زخم خوردہ ملت اسلامیہ کے زخموں سے رسنے والا خون پکار پکار کر کہہ رہا ہے

Marfat.com

اے اس امت کے حکمرانو! اے ملت کا درد رکھنے والے ارباب دانش اور قائدین و مصلحین امت مسلمہ کے دکھوں کا مداوا امریکہ کے پاس ہے نہ اقوام متحدہ اور اس کے ذیلی اداروں کے پاس بلکہ یہ ظالم طاغوت کے گماشتے تو تمہارے زخموں پر مزید نمک پاشی کریں گے تمہیں اپنی عافیت اور روشن و تابناک مستقبل کے لئے غیرت مندانہ طریقے سے اپنے علیحدہ مسلم اقوام متحدہ، مسلم کامن ویلتھ اور مسلم عالمی عدالت انصاف جیسے ادارے تشکیل دینا ہوں گے ورنہ بھیڑیا نما خونخوار عالمی استعمار امت مسلمہ کی رگوں سے غیرت، حمیت اور حق خود ارادیت کے خون کا آخری قطرہ تک چوسنے کے لئے ٹھوس منصوبہ بندی کر چکا ہے''۔

Marfat.com

قانون توہین رسالت ﷺ انسانی حقوق اور مغرب کی سازش

پھر یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ قانون توہین رسالت ﷺ صرف غیر مسلم کو ہی سزا دینے کے لئے نہیں بنایا گیا بلکہ اگر کلمہ گو مسلمان بھی اس فعل کا ارتکاب کرے تو قانون کی رو سے اس کی سزا بھی موت ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ سلمان رشدی تسلیمہ نسرین اور یوسف کذاب جیسے دیوس مسلمان گھرانوں میں ہی پیدا ہوئے لیکن توہین رسالت ﷺ کی وجہ سے ان کی سیاہ بختی انہیں اسلام کی عالمگیر ضیاء پاشیوں سے نکال کر کفر کے ظلمت کدوں میں لے گئی اگر قانون توہین رسالت ﷺ کی مخالفت کے اسباب و محرکات کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکار ہو جاتی ہے کہ شاتمان رسول ﷺ کو یہ حوصلہ اس وجہ سے ملتا ہے کہ انہیں مغرب کے صیہونی گماشتوں کی طرف سے انعام و اکرام کا یقین ہوتا ہے

Marfat.com

1986ء میں پاکستان میں پہلی مرتبہ قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متعارف کروایا گیا جس کی رو سے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قولاً فعلاً یا تحریراً ادنیٰ گستاخی کرنے والے کی سزا سزائے موت مقرر کی گئی اور اسی طرح تعزیرات پاکستان میں 295 سی کا اضافہ کیا گیا۔ یہ سزا عین قرآن وسنت کے مطابق مقرر کی گئی۔ جب تیرہ کروڑ عوام کی نمائندہ پارلیمنٹ نے یہ قانون پاس کیا تو امریکہ نے حکومت پاکستان پر دباؤ ڈالا کہ یہ قانون ختم کیا جائے لیکن اسے ناکامی ہوئی۔

بعد ازاں ایمنسٹی انٹرنیشنل انسانی حقوق کی مغربی تنظیموں اور پاکستان میں مغربی سرمائے سے چلنے والی این جی اوز نے مسلسل اس قانون کو ختم کرنے یا بے اثر بنانے کیلئے پروپیگنڈہ کیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ 1995ء میں جب رحمت مسیح اور سلامت مسیح کیس سامنے آیا تو مغرب کی طرف سے مذکورہ قانون کی مخالفت شدت اختیار کر گئی' ابھی یہ مقدمہ چل ہی رہا تھا کہ جرمنی کے چانسلر ''ہلمٹ کوہل'' پاکستان کے دورے پر آئے انہوں نے پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھنے کے بعد پہلا پرزور مطالبہ یہ کیا کہ حکومت قانون توہین رسالت ﷺ ختم کردے لیکن پاکستانی حکومتوں کا اس قانون کو ختم نہ کرنا اس امر کی واضح دلیل تھی کہ پاکستان میں بسنے والے غیور مسلمان اپنے محبوب آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ذرا بھی گستاخی گوارا نہیں کر سکتے۔

حال ہی میں موجودہ فوجی حکومت نے اس قانون کو بالواسطہ چھیڑنے کی ہلکی سے ناکام کوشش کی ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ حکومت ملک میں مغرب کی تنخواہ یافتہ انسانی حقوق کی تنظیموں کے فریب سحر میں گرفتار ہوتی نظر آرہی ہے۔ حکمران طبقہ شاید اس بات سے بے خبر ہے کہ اس وقت عالم مغرب کو سوشلزم کے فکری اور سیاسی زوال کے بعد سب

Marfat.com

سے زیادہ خطرہ اسلامی نظریہ کے پہنچنے سے ہے مسلمانوں کو اپنے فکری تشخص سے محروم کرنا اور انہیں مغرب کے سیکولر فکری دھارے میں شامل کرنا مغرب کا اہم ترین ایجنڈا ہے اس وقت مغربی ذرائع ابلاغ کا مسلمان ممالک تک پہنچنا اور عالمی بستی (Global village) کے تصور کا فروغ اسی ایجنڈے کے اہداف کو حاصل کرنے کی حکمت عملی کا حصہ ہے۔ مسلمانوں کو فکری و نظریاتی اساس سے محروم کرنے کے لئے انہیں اسلام سے متنفر کرنا ضروری ہے اور اس کی آسان ترین صورت یہی ہے کہ ان کے ذہنوں میں پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کئے جائیں۔ توہین رسالت ﷺ قانون کی مخالفت اسی پالیسی کا نتیجہ ہے۔ کچھ عرصہ قبل امریکہ کی وزارت خارجہ نے ایک رپورٹ شائع کی، جس میں بطور خاص یہ ذکر کیا گیا کہ ''پاکستان میں عیسائیوں کے حقوق محفوظ نہیں ہیں'' حالانکہ اگر تعصب کے بغیر دیکھا جائے تو پاکستان میں مسیحی برادری کو جو حقوق حاصل ہیں وہ فرانس برطانیہ اور امریکہ میں مقیم مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کو حاصل نہیں ہیں پاکستان کی تو قومی اسمبلی میں مسیحی برادری کو مستقل نمائندگی دی جاتی ہے، عیسائی مشنری متعدد تعلیمی ادارے مکمل خود مختاری سے چلا رہی ہے، انہیں عبادت گاہوں میں اپنے مذہبی فرائض کی ادائیگی کی مکمل اجازت ہے۔ اس کے علاوہ کرسمس کے موقع پر جو مسیحی ملازمین کو سرکاری طور پر چھٹی دی جاتی ہے کیا یہ سارے حقائق انسانی حقوق کی ملکی و غیر ملکی تنظیموں کے کارندوں کو نظر نہیں آتے؟ دراصل انسانی حقوق کی آڑ میں امت مسلمہ کے خلاف سازشوں کا جال بنا جا رہا ہے۔ قانون توہین رسالت مآب ﷺ کسی بھی اعتبار سے انسانی حقوق کے خلاف نہیں بلکہ یہ انسانی حقوق کی روح اور فلسفے کے عین مطابق ہے۔ انسانی حقوق کا جو چارٹر 1948ء میں پیش کیا گیا بعد میں جنیوا کنونشن وغیرہ بھی سامنے آئے، کسی بھی دستاویز میں توہین رسالت ﷺ کے خلاف سزا کو انسانی حقوق کے خلاف قرار نہیں دیا گیا اس کے علاوہ

Marfat.com

عالم اسلام اور مغرب سمیت اعلیٰ عدالتوں کے جج صاحبان کی آبرو اور شخصیت کے تحفظ کیلئے "توہین عدالت" کے قوانین پوری دنیا میں تسلیم کئے جاتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ جب ایک ارب بیس کرڑ و مسلمانوں کی آنکھوں کے نور اور دل کے سرور محبوب خدا ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت کیلئے کوئی قانون بنایا جاتا ہے تو سارا مغرب اور اس کے ایجنٹ چیخ اٹھتے ہیں کہ یہ انسانی حقوق کے خلاف ہے حالانکہ مذاہب عالم کا سرسری مطالعہ رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ گستاخی رسول ﷺ کی سزا نہ صرف قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ میں موت مقرر کی گئی ہے بلکہ بائبل اور انجیل کے علاوہ دیگر الہامی کتب کی مصدقہ روایات کے مطابق بھی توہین رسالت ﷺ کی سزا موت ہے۔ اس لحاظ سے توہین رسالت ﷺ کا قانون مسیحی عقائد کے بھی عین مطابق ہے۔

پھر یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ قانون توہین رسالت ﷺ صرف غیر مسلم کو ہی سزا دینے کے لئے نہیں بنایا گیا بلکہ اگر کلمہ گو مسلمان بھی اس فعل کا ارتکاب کرے تو قانون کی رو سے اس کی سزا بھی موت ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ سلمان رشدی تسلیمہ نسرین اور یوسف کذاب جیسے دیوس مسلمان گھرانوں میں ہی پیدا ہوئے لیکن توہین رسالت ﷺ کیوجہ سے ان کی سیاہ بختی انہیں اسلام کی عالمگیر ضیاء پاشیوں سے نکال کر کفر کے ظلمت کدوں میں لے گئی اگر قانون توہین رسالت ﷺ کی مخالفت کے اسباب و محرکات کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکار ہو جاتی ہے کہ شاتمان رسول ﷺ کو یہ حوصلہ اس وجہ سے ملتا ہے کہ انہیں مغرب کے صیہونی گماشتوں کی طرف سے انعام و اکرام کا یقین ہوتا ہے اور یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ سلمان رشدی ملعون اپنے "شیطانی ہفوات" اور بعد میں دیئے جانیوالے انٹرویو کے بدلے دس کروڑ کی خطیر رقم کما چکا ہے تسلیمہ نسرین جرمنی میں تعیش کی زندگی گزار رہی ہے، سلامت مسیح یورپ کی جنتوں کی سیر کر رہا ہے، مغرب کی طرف سے اس

Marfat.com

طرح کے فوائد بہت سے گمراہ نوجوانوں کو آزادی فکر کے نام پر توہین رسالت ﷺ کے جرم کے ارتکاب کی ترغیب دیتے ہیں۔

عالم مغرب اور اس کے سرمائے پر چلنے والی پاکستانی این جی اوز کو یہ بات کھلے دل سے سوچ لینی چاہیے کہ ہر زمین پاکستان پر جب تک محمد عربی ﷺ کا ایک غلام بھی زندہ ہے۔ وہ کٹ تو سکتا ہے۔ لیکن انسانی حقوق کے نام پر رسالت مآب ﷺ کے ناموس کی حفاظت کیلئے بنائے جانے والے قانون کو ختم کرنے تبدیل کرنے یا بے اثر کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا اس کا عقیدہ ہے۔

جب تک نہ کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

Marfat.com

اعتقادیات

- ☆ عشق وجنوں کی انتہاء
- ☆ ختم نبوت کے متوالے
- ☆ بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں
- ☆ عورتوں کی گم کردہ جنت
- ☆ رمضان المبارک مسلمانوں کے لئے روحانی ریفریشر کورس ہے۔

Marfat.com

عشق وجنون کی انتہا

اچانک میری نگاہ ایسی جگہ پر پڑتی ہے۔ وہ آرام گاہ سرکارِ دو جہاں جس نے معرفت کی قندیلوں سے سارے عالم کو منور کر رکھا ہے جو تجلی گاہ ربانی ہے جو کوثر کے مالک کا مسکن ہے مجھے اس گنبد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارد گرد دو خاک کے ذرے بھی جگمگ جگمگ کرتے دکھائی دے رہے ہیں جنہوں نے کئی بار قدم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لپٹ لپٹ کر آپ کے تلووں کے بوسے لیے ہوں گے۔ وہ فضائیں آج بھی معطر دکھائی دیتی ہیں جنہوں نے کئی بار گلاب کی پتیوں سے نرم و نازک عربی جوان کے رخساروں کو چوما ہو گا وہ ہوائیں آج بھی عطر بیز دکھائی دیتی ہیں جنہوں نے کئی بار واللیل کی زلفوں کو چھوا ہو گا۔

Marfat.com

میں نے اپنی چشم سر سے ابھی تک غلاف کعبۃ اللہ کا نظارہ نہیں کیا۔ جو کہ انوار و تجلیات الٰہی کا مرکز ہے نہ ہی حجر اسود کا بوسہ لیا ہے' نہ آب زم زم سے تشنگی بجھائی ہے۔ نہ مقام ابراہیم پر سجدہ ریزی کی ہے اور نہ ہی صفا و مروی کی پہاڑیوں پر دیوانوں کی طرح دوڑا ہوں ۔ نہ شہر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گلیوں میں آبلہ پا ہوا ہوں نہ سبز گنبد اور سنہری جالیوں کی چھاؤں میں سانس لیے ہیں اور نہ ہی مواجہ شریف کے سامنے دست بدستہ کھڑے ہو کر درود و سلام کے پھولوں کا گلدستہ بارگاہ حبیب میں پیش کیا ہے۔

لیکن میں ان گنہگار آنکھوں کے سوا ایک چشم تخیل بھی رکھتا ہوں جو اس وقت بھی بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں لاکھوں فرزندان توحید کے عظیم اجتماع کا نظارہ کر رہی ہیں۔ میری یہ چشم تصور جب اس اجتماع میں عشق و جنوں کے نظارے کرتی ہے تو وہ متحیر ہو جاتی ہے کہ وہ آدمی جو اپنے کپڑوں کی سلائیں بھی خراب نہیں ہونے دیتا' اپنے قیمتی فیشنی اور بڑے چاہ سے سلائے ہوئے کپڑے اتار کر پھینکتا ہے دو سفید ان سلی کفن کے مشابہ چادریں زیب تن کر کے عاشقوں کی صف میں شامل ہو جاتا ہے سر سے ٹوپی دستار جو عزت و آبرو کی علامت ہوئی ہے بھی اتار پھینکتا ہے ننگے سر اور ننگے پاؤں دیوانوں کی طرح کعبہ کے ارد گرد چکر لگاتا ہے گویا

حسن کے سو لباس ہیں پھر بھی مطمئن نہیں
عشق پہن کے مست ہے اک دریدہ پیرہن

پھر بیت اللہ کے ایک طرف نصب حجر اسود پر جب اس کی نگاہ پڑتی ہے تو دیوانہ وار اس کی طرف لپکتا ہے' انتہائی دھکم پیل میں اس سیاہ پتھر کو چومتا ہے عقل فوراً فتوی لگاتی ہے۔ اے صاحب فہم و ذکا ہوش کر' اشرف المخلوق ہو کر ایک کالے پتھر کے بوسے لے رہا

Marfat.com

ہے۔ عشق بول اٹھتا ہے ناداں خاموش رہ تجھے کیا خبر میں اس پتھر کے بوسے کیوں لے رہا ہوں کہ میرے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نرم و نازک لالیں لب اسی پتھر کی سیاہ سلوں پر لگے ہیں۔ بس ادائے محبوب کی یاد تازہ کر کے جذبہ محبت کی تسکین کر رہا ہوں اور اپنے محبوب کی یاد میں مچلنے والے دل کو تسلی دے رہا ہوں۔

عقل والوں کی قسمت میں کہاں ذوق جنوں
عشق والے ہیں جو ہر چیز لٹا دیتے ہیں

حج بیت اللہ کے موقع پر قدم قدم پر عشق و دیوانگی پر مبنی افعال و اعمال مثلاً کبھی مقام ابراہیم پر سجدہ ریزی کرنا کبھی صفا و مروی پر فرزانوں کی طرح دوڑنا کبھی ننھے اسماعیل علیہ اسلام کے قدموں کی ضرب سے سنگلاخ زمین کے سینے سے پھوٹنے والے پانی کے چشمے سے تشنگی بجھانا' کبھی میدان عرفان میں آبلہ پائی کرنا' کبھی مزدلفہ کے صحراؤں میں پھرنا اور کبھی رمی جمار کرنا' عقل لحظہ بہ لحظہ ٹوکتی ہے اے انسان یہ کیسی عبادت ہے دن کو آرام کرتا ہے نہ رات کو چین نہ دوپہر کو سکون یہ محبت کیسی یہ جنوں کیسا ہے۔ عشق بس ایک ہی جواب دیتا ہے۔

طواف کوئے یار کرتے ہیں
ہم یہی کاروبار کرتے ہیں

حج بیت اللہ جو عشق و دیوانگی کی انتہا ہے کا نظارہ کرنے کے بعد' عطر بیز فضاؤں کے دوش پر میرا تصور مجھے کشاں کشاں بطحا لیے چلتا ہے تو میں عقیدت کے پھول اور عشق نبی ﷺ کی کلیاں چنتا ہوں گلہائے عقیدت کی ان مالاؤں کے ساتھ جب صحن نبوی ﷺ میں پہنچتا ہوں تو مسجد نبوی ﷺ کا ہر ہر گوشہ عقیدت مندوں کے ذوق جمال کا مظہر دکھائی دیتا ہے اچانک میری نگاہ ایسی جگہ پر پڑتی ہے۔ وہ آرام گاہ سرکار دو جہاں جس نے

Marfat.com

معرفت کی قندیلیوں سے سارے عالم کو منور کر رکھا ہے جو تجلی گاہ ربانی ہے جو کوثر کے مالک کا مسکن ہے مجھے اس گنبد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارد گرد وہ خاک کے ذرے بھی جگمگ جگمگ کرتے دکھائی دے رہے ہیں جنہوں نے کئی بار قدم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لپٹ لپٹ کر آپ کے تلوؤں کے بوسے لیے ہوں گے۔ وہ فضائیں آج بھی معطر دکھائی دیتی ہیں جنہوں نے کئی بار گلاب کی پتیوں سے نرم و نازک عربی جوان کے رخساروں کو چوما ہو گا وہ ہوائیں آج بھی عطر بیز دکھائی دیتی ہیں جنہوں نے کئی بار واللیل کی زلفوں کو چھوا ہو گا۔ جب حاجی اس مقام پر پہنچ کر میرے برعکس چشم سر سے یہ نظارے کرتا ہے تو عقل کہہ اٹھتی ہے اے زاہد و عابد حاجی تو کن نظاروں میں کھویا ہوا ہے عشق چیخ کر عرض کناں ہوتا ہے اے عقل خدارا تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر جاؤ وگرنہ وہ سرمایہ کھو جائے گا وہ حقیقت اوجھل ہو جائے گی جو پیار و محبت کا غبار بن کر اڑ رہی ہے اس تصور کا تسلسل ٹوٹ جائے گا جو روشن ماضی کے دھندلکوں سے ابھر رہا ہے بس اسی مقام پر عاشق صادق بول اٹھتا ہے۔

اے آندھیو! سنبھل کے چلو اس دیار میں
امید کے چراغ جلائے ہوئے ہیں ہم

عشق کہتا ہے اے عقل میں یہاں حاجی بننے نہیں آیا بس یار کی اداؤں کو دوہرانے آیا ہوں اور دل پر دنیا کی چاہتوں کی جو میل کچیل جمع ہو چکی ہے اس پر محبت مصطفوی کا پانی بہا کر اسے دھونے آیا ہوں الغرض حج بیت اللہ عشق و محبت الٰہی و مصطفوی کا مظہر اتم ہے جگہ جگہ پر عقل و عشق کے مباحثے ہوتے ہیں۔ لیکن کامیاب وہی لوٹتے ہیں جو عقل کو چھوڑ کر عشق کے دامن سے لپٹ جاتے ہیں۔ اس سفر کا راہی اپنے ہمراہ اگر کاسہ صدق و خلوص لے کر جائے گا تو یقیناً واپسی پر کشکول گدائی کو علاوہ فضل، محبت عشق اور جود و سخا

Marfat.com

سے بھر کر لائے گا اور وہ بچشم سر مشاہدہ کرے گا کہ اس کے سفر کی ابتداء عقل کی وادی سے ہوئی تھی لیکن جب وہ انتہائے سفر پر پہنچے گا تو سامنے عشق وجنوں کے دریا بہہ رہے ہوں گے تو وہ عرض کناں ہوگا یا رسول اللہ ﷺ۔

تیری منزل تک پہنچنا آسان نہ تھا
سرحد عقل سے گزرے تو یہاں تک پہنچے

Marfat.com

”ختم نبوت کے متوالے“

جن اکابرین ملت اسلامیہ نے برصغیر میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں ان میں امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا خاندان نمایاں رہا ہے مگر آپکا محاذ علمی تھا آپ نے قادیانیت کے رد میں کئی کتب بھی تصنیف کیں جبکہ عملی میدان میں برصغیر میں مرزائیت کو چاروں شانے چت کرنے کا سہرا حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے سر سجتا ہے اور فکری محاذ پر علامہ محمد اقبال نے اس عقیدہ کا بڑی جانسوزی سے تحفظ کیا ہے۔

Marfat.com

عقیدہ ختم نبوت مسلمانان عالم کا ایک ایسا مسلمہ اور متفق علیہ عقیدہ ہے کہ مسلمان اپنے تمام فروعی اختلافات کے باوجود باہم متحد ہو کر جان سے بھی بڑھ کر اس عقیدہ کی حفاظت کرتے ہیں اور یہ عقیدہ (Faith) اتفاقی یا حادثاتی بھی نہیں بلکہ اس عقیدے کی بنیاد ایک سو آیات قرآنیہ اور دو سو دس (210) احادیث نبویہ پر ہے ہر دور کے علماء وصوفیاء کا اس عقیدے کی صداقت پر اجماع رہا ہے یہ الگ بات ہے کہ جب ہم تاریخ کے بند دریچے وا کرتے ہیں تو ہمیں کئی ایسے طالع آزما ملتے ہیں جن کے ذہنوں پر جب شہرت و ناموری کا خبط سوار ہوا تو انہوں نے ختم نبوت کے قصر رفیع میں رخنہ اندازی شروع کر دی پہلا سیاہ بخت انسان جس نے رسالت مآب ﷺ کی ختم نبوت کی عمارت میں دراڑیں ڈالنے کی ناپاک اور مذموم کوشش کی وہ اسود عنسی تھا لیکن وہ زیادہ دیر اپنا مکروہ دھندہ جاری نہ رکھ سکا کہ ختم نبوت محمدی ﷺ کے پروانے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اس بد بخت کا سر قلم کر کے رکھ دیا اس کے بعد جوں ہی کوئی سر پھرا امت مسلمہ کے اس اجماعی عقیدہ کو ختم کرنے کی کوشش کرنے لگا تو اپنے وقت کا کوئی فیروز دیلمی اٹھا جس نے اس کی تکہ بوٹی کر کے رکھ دی۔

اصل المیہ یہ رہا ہے کہ یہودیت وعیسائیت نے ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف زمین دوز سازشیں کی ہیں یہ انہی ریشہ دوانیوں کا نتیجہ تھا کہ انگریز سامراج نے مسلمانوں کی محبت وعقیدت کی مرکز ومحور ذات نبوت سے قلبی وجبی تعلق کی ڈوری کاٹنے کیلئے برصغیر میں مرزائیت کا پودا لگایا مرزا غلام احمد قادیانی خود کہا کرتا تھا کہ ''وہ انگریز کا احسان مند ہے۔ کہ اس نے میری فکری تربیت کی ہے اور یہ بات تو اب پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی جھوٹی نبوت کیلئے جہاں اور کئی پاپڑ بیلے وہاں اس نے '' ہولگر کرسٹن

Marfat.com

"(Holger Criston) کی کتاب "Jesus Lived in India" کا بہت گہرا مطالعہ کیا اور اسی سے کافی چیزیں لیکر اپنی کتاب "مسیح ہندوستان" (Jesus of India) لکھی۔ مرزا غلام قادیانی نے جھوٹی نام نہاد نبوت تک پہنچنے کیلئے گرگٹ کی طرح کئی رنگ بدلے اس کا ہر پینترا پہلے کی نسبت زیادہ بھیانک اور حیران کن تھا کبھی وہ مسیح موعود بنا تو کبھی اس نے ظلی اور بروزی نبوت کی اصطلاحیں گھڑ کر اپنے خبث باطنی کو چھپانے کی کوشش کی لیکن بالآخر اس کا نظری تقاذ فکری کوراپن اور عملی الجھاؤ ظاہر ہو کر ہی رہا۔

جن اکابرین ملت اسلامیہ نے برصغیر میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں ان میں امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا خاندان نمایاں رہا ہے مگر آپکا محاذ علمی تھا آپ نے قادیانیت کے رد میں کئی کتب بھی تصنیف کیں جبکہ عملی میدان میں برصغیر میں مرزائیت کو چاروں شانے چت کرنے کا سہرا حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے سر بجتا ہے اور فکری محاذ پر علامہ محمد اقبال نے اس عقیدہ کا بڑی جانسوزی سے تحفظ کیا ہے۔ اقبالؒ کے خلاف جہاں اور کئی سازشیں ہوئی ہیں وہاں "ربوہ" سے عبدالمالک نے اپنی تالیف "احمدیت اقبال کی نظر میں" میں یہ ثابت کرنے کی بھونڈی کوشش کی ہے کہ علامہ اقبال فرقہ احمدیہ کے حامی و موید تھے حالانکہ اقبال کو پڑھنے والے جانتے ہیں کہ علامہ اقبال کا صرف ایک شعر ہی ان کے عقیدے کی وضاحت کیلئے کافی ہے جس میں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل دین اور مقصود کائنات سمجھتے ہیں شعر ملاحظہ فرمائیں۔

بمصطفیٰ ﷺ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باؤ نہ رسیدی تمام بولہبی است

Marfat.com

اقبال جو مزاج شناس نبوت تھے وہ قادینت کے جو ہڑ نما افکار سے کیسے متاثر ہو سکتے تھے قادیانی فتنہ جب برصغیر میں اپنی زہریلی کونپلیں پھیلا رہا تھا اقبال نے اس فتنے کا رد کرتے ہوئے مسلمانان عالم کو یہ پیام دیا۔

وہ نبوت ہے مسلماں کیلئے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیغام

1935ء میں قادیانیوں کے خلاف اقبال کا ایک بیان شائع ہوا جو بعد میں ''Islam and Qadianism'' کے عنوان سے ایک کتابچے کی صورت میں شائع ہوا۔ اس کتابچے کے جواب میں پھر قادیانیوں کے لاہوری گروپ کے لیڈر محمد علی نے ایک کتابچہ شائع کیا جس کا عنوان تھا۔

Sir Muhammad Iqbal`s statement Regarding the ''

Qadiani'' اسی دور میں کلکتہ سے ''ماڈرن ریویو'' نکلتا تھا جس میں جواہر لال نہرو کے تین مضامین شائع ہوئے ان کے جواب میں علامہ اقبالؒ نے انگریزی میں ایک مضمون لکھا جس کا عنوان ''Islam and Ahmadism'' تھا اس مضمون میں اقبال نے قادیانیوں کے رد اور نہرو کے شائع شدہ مضمون کا تنقیدی تجزیہ اور علمی محاکمہ کرنے کیساتھ ساتھ عقیدہ ختم نبوت کے تاریخی' تہذیبی' نظری اور نفسیاتی پہلوؤں پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی۔

قیام پاکستان کے بعد حضرت علامہ خواجہ قمر الدین سیالویؒ ' علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ ' اور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ جیسے مردان پاکباز نے فتنہ قادیانیت کی سر کوبی میں اپنی ساری کاوشیں صرف کردیں یہ انہی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ انگریزی استعمار کا یہ لشکر آگے بڑھنے کی بجائے قادیان' ربوہ اور انگلینڈ کی بلوں میں گھسنے لگا جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور

Marfat.com

میں قادیانیوں نے جنیوا میں پاکستان کے خلاف مقدمہ دائرہ کروایا کہ ''پاکستان میں مرزائیوں کے
حقوق غصب کیئے جاتے ہیں نیز یہ کہ ہم مسلمانوں کے نبی ﷺ کو مانتے ہیں اس کے باوجود ان کی
پارلیمنٹ نے ہمیں کافر قرار دیا'' جنرل ضیاء الحق نے قادیانیوں کے اس مقدمے کے توڑ اور
پاکستانی قوم کی نمائندگی کرتے ہوئے عقیدہ ختم نبوت کی وکالت کیلئے جس شخصیت کا انتخاب کیا وہ
ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی تھی۔ پیر صاحب نے جنیوا کی عدالت میں ٹھوس دلائل
کیساتھ قادیانیوں کے تحفظات بلکہ الزامات کا رد کیا اور جنیوا کی عدالت نے قبلہ پیر صاحب کے
دلائل کی مضبوطی کی بنا پر پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا اب انہیں پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کے
تیسرے سالانہ عرس کے موقع پر اسلام آباد کے ہالیڈے ان ہوٹل میں 25 فروری بروز اتوار ایک
عظیم الشان سیمینار ہو رہا ہے۔ جس میں ڈاکٹرز، جج صاحبان، اسکالرز اور اہل فکر و دانش عقیدۂ ختم نبو
ت کے جملہ اعتقادی و فکری پہلوؤں پر مقالے پڑھیں گے اس لحاظ سے یہ سیمینار مذہبی تیقن اور
فکری اعتقاد کا ذریعہ ہوگا۔

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

آج امت مسلمہ جس فکری افلاس اور عملی زوال کا شکار ہے اس کی بنیادی وجہ ہی اسلام کے عطا کردہ عالم گیر نظام حیات سے انحراف ہے ایک مسلمان کیلئے یہ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی بندگی کیلئے سجدہ ریزیاں تو دہلیز ربوبیت پر کرے لیکن اپنے معاملات اور دینوی زندگی میں نکھار پیدا کرنے کیلئے ماؤ لینن اور کارل مارکس کے فکری دروازوں پر دستک دیتا رہے۔ اسلام نے طبقاتی اور معاشرتی امتیازات کی دیواریں منہدم کر کے مساوات کا وہ ارفع و اعلیٰ نظام قائم کیا ہے کہ جہاں مجرم خواہ نسبی یا معاشرتی حوالے سے کتنا ہی معزز کیوں نہ ہو قانون سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

احتساب اسلام کا ایک اہم اصول ہے سیرت نبوی ﷺ میں احتساب کی بنیاد آئین اور قانون کی حکمرانی ہے جس طرح عالم صغیر یعنی انسان کیلئے کچھ ضابطے اصول اور قوانین ہیں ان کی خلاف ورزی سے انسانی جسم کا نظام تباہ ہو جاتا ہے اسی طرح عالم کبیر یعنی کائنات بھی اگر قوانین کے مطابق بالخصوص اسلامی ریاست الھامی و شرعی ضوابط کے مطابق چلتی رہے۔ تو اس کا نظام صالحیت کے نور سے منور رہتا ہے جبکہ ان ضوابط کی خلاف ورزی سے اسلامی معاشرہ بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے قرآن مجید میں ہمیں ان اصولوں اور کلیات کی اصل بنیاد ملتی ہے جبکہ سیرت نبوی ﷺ انہی قرآنی کلیات کو باقاعدہ آئین و قانون اور نظام کی صورت میں ڈھالتی نظر آتی ہے۔ احتساب کا نفاذ آئین اور قانون کی خلاف ورزی پر ہوتا ہے قانون اندھا ہوتا ہے اور اس کی نظر میں شاہ و گدا برابر ہوتے ہیں۔ جو بھی آئین اور قانون کی خلاف ورزی کرے خواہ امیر ہو یا فقیر سیرت نبوی ﷺ میں اس کا کڑا اور بے لاگ احتساب ہوتا ہے ایک اسلامی ریاست کا نظام مساوات پر مبنی ہوتا ہے اور وہاں عدل و انصاف کی حکمرانی ہوتی ہے جہاں مساوات نہ ہو وہاں آمریت ہوتی ہے اور آمریت لا قانونیت کو جنم دیتی ہے مطلق العنانیت میں کوئی شخص حکمران وقت سے سوال کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ نہ ہی جواب حاصل کر سکتا ہے جبکہ اسلام کے نظام احتساب میں ایک عورت بھی خلیفہ وقت کو کسی مسئلہ پر ٹوک سکتی ہے۔

سیرت طیبہ میں لوگوں کا احتساب بے لاگ اور کڑا تو ہے لیکن ساتھ کھرا بھی ہے جب ہم فلسفہ احتساب کے مفہوم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمے کے پانی سے بھی نکھری ہوئی سیرت کے پیمانے پر پرکھتے ہیں تو ہمیں گلشن سیرت مصطفوی ﷺ میں سے کچھ ایسی جانفزا کلیاں ملتی ہیں جو قولی احادیث سے مزین ہیں جبکہ بعض ایسے روح

Marfat.com

پرورواقعات ہیں جن میں نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ فلسفہ احتساب کی عملی صورت پیش کرتی ہے تو اس سے نہ صرف ذہن مطمئن ہوتے نظر آتے ہیں بلکہ اس کی دلکشی و چاشنی مشام جاں کو معطر و منور کرتی چلی جاتی ہے۔ عموماً جب ہم بڑے لوگوں کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایک طرف تو ان کے خوبصورت اور بسیط افکار و نظریات دلوں کو مسحور کر دیتے ہیں۔ لیکن جب ان کی عملی زندگیوں میں ان کے افکار و نظریات کی جھلک ڈھونڈنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تو ان کے فکر و عمل کی ہم آہنگی تو کجا ان کے نظریات اور عملی زندگی میں اس قدر تضاد نظر آتا ہے کہ اس کی عفونتوں سے انسان کا دماغ پھٹنے لگتا ہے یعنی ایک طرف تو انسانیت کی فلاح و بقا کیلئے ان کے پیش کردہ خوبصورت فلسفے جگمگ کر رہے ہوتے ہیں تو دوسری طرف خود ان کی اخلاق باختگی اور سیاہ کاریوں نے ان کی اپنی زندگیوں میں گھپ اندھیرا برپا کیا ہوتا ہے۔

فلسفہ احتساب پر روشنی ڈالتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے (اسے برا کہے) اور اگر ایسا (بھی) نہ کر سکے تو پھر دل سے (ضرور) برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے''۔ اسی طرح حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا ''میں نے عہد نبوت میں دیکھا کہ اگر لوگ غلّہ کے ڈھیر (بغیر وزن) کے خرید لیتے اور اسے اپنے ٹھکانوں پر لے جانے سے قبل فروخت کر دیتے تو ان کو سزا دی جاتی''۔ اس حدیث مبارکہ سے امام سیوطی یہ استنباط کرتے ہیں کہ یہ روایت بازار والوں پر محتسب مقرر کرنے کی اصل ہے اور اسی سے یہ استشہاد بھی کیا جاسکتا ہے کہ اگر تاجر اپنے معاملات میں احکام شرعی کی خلاف ورزی کرے تو اسے سزا دی جاسکتی ہے''۔

Marfat.com

امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ والی امر کو بیع فاسد کرنے والے شخص کو ضرب وغیرہ کی تعزیری سزا دینے کا اختیار حاصل ہے۔ اس حدیث میں ناپ تول میں کمی وبیشی پر تعزیری سزا کے حکم سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں محض احتساب نہیں بلکہ بے لاگ احتساب ہوتا تھا۔ جب ہم عہد رسالت مآب ﷺ میں نظام احتساب کے حوالے سے دیکھتے ہیں تو اگرچہ ''حسبہ یا احتساب'' کی باقاعدہ اصطلاحیں متعارف نہیں تھیں لیکن وہ تمام امور بحسن وخوبی سرانجام دیئے جاتے ہیں جو کسی طرح بھی ''حسبہ یا احتساب'' کے زمرے میں آتے ہیں بلکہ نام کے بغیر احتساب کا پورا نظام چل رہا تھا کیونکہ جب ریاست مدینہ کی حدود پھیلنے لگیں تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیلئے باقاعدہ افراد مقرر تھے مثلاً عہد نبوی ﷺ میں ہی اس فریضہ کی انجام دہی کیلئے مدینہ منورہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور مکہ مکرمہ میں حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو بطور محتسب مقرر کیا گیا۔

آج امت مسلمہ جس فکری افلاس اور عملی زوال کا شکار ہے اس کی بنیادی وجہ ہی اسلام کے عطا کردہ عالم گیر نظام حیات سے انحراف ہے ایک مسلمان کیلئے یہ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی بندگی کیلئے سجدہ ریزیاں تو دہلیز ربوبیت پر کرے لیکن اپنے معاملات اور دینوی زندگی میں نکھار پیدا کرنے کیلئے ماؤ، لینن اور کارل مارکس کے فکری دروازوں پر دستک دیتا رہے۔ اسلام نے طبقاتی اور معاشرتی امتیازات کی دیواریں منہدم کر کے مساوات کا وہ ارفع واعلیٰ نظام قائم کیا ہے کہ جہاں مجرم خواہ نسبی یا معاشرتی حوالے سے کتنا ہی معزز کیوں نہ ہو قانون سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتا بلکہ اگر ہم اسلامی قانون کا مادی اور اشتراکی قوانین کے ساتھ تقابلی مطالعہ کریں تو بسا اوقات انسان کے بنائے ہوئے قوانین شکست کھاتے اور مجرم دندناتے نظر آتے ہیں لیکن اس کے برعکس ہم عدالت محمدی

Marfat.com

ﷺ کے کٹہرے میں قانون عدل کو فاتح اور مجرم کو تختہ دار پر لٹکتا ہوا دیکھتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری حیات طیبہ میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ جہاں قانون کسی کے اقتدار دولت یا حسب ونسب کے مفاخر کے ہاتھوں مات کھا گیا ہو بلکہ ہمیشہ مظلوم سرخرو تو ظالم ناک رگڑتا نظر آتا ہے۔ عہد نبوی ﷺ میں ایک مرتبہ خاندان مخذوم کی ایک عورت فاطمہ بنت اسد چوری کا ارتکاب کرتی ہے یہ خاندان چونکہ قریش میں بڑی عزت و وجاہت کا حامل تھا اس لئے لوگ چاہتے تھے کہ یہ عورت شرعی حد کے نفاذ سے محفوظ رہے کیونکہ اگر اس پر عملدرآمد ہو گیا تو اس خاندان کا وقار خاک میں مل جائے گا چنانچہ اس خاندان کے چند سرکردہ لوگوں نے باہم مشورہ کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی قریبی رشتہ دار یا عزیز کو بارگاہ نبوت میں سفارش کیلئے بھیجتے ہیں آخران لوگوں کی نگاہ انتخاب نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو چنا کیونکہ حضور اکرم ﷺ ان سے اس طرح پیار فرماتے تھے جس طرح حسنین کریمین پر آپ کی شفقت ومحبت کا بادل برستا تھا۔ حضرت اسامہ لوگوں کے اصرار پر اس کام کیلئے تیار ہو گئے جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں اس عورت کی شرعی حد کی معافی اور احتساب سے بچاؤ کیلئے سفارش کی تو آپ ﷺ کا چہرہ انور غصے سے سرخ ہو گیا آپ فرمانے لگے "کیا تو حدود اللہ کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتا ہے۔ بنی اسرائیل اسی لئے تباہ ہو گئے کہ وہ غریبوں پر بلا تامل حد جاری کر دیتے تھے اور امراء سے درگزر کرتے۔ قسم ہے اس رب ذوالجلال کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ بھلا کڑے اور کھرے احتساب کی اس سے بھی بڑھ کر کوئی مثال ہو سکتی ہے کہ ایک طرف وہ ذات جس کی زبان اقدس سے نکلنے والا لفظ اللہ تعالیٰ کا قانون بن جاتا ہو اور جن کے کریم رب نے انہیں بیشمار اختیارات سے نواز رکھا ہو مگر وہ ذات

Marfat.com

انصاف کے دامن کو استحصال کے ناپاک خون کے چھینٹوں سے بچانے کیلئے یہ فرمارہی ہو کہ بنومخذوم کی خاندانی عزت وتکریم خاندان نبوت سے زیادہ نہیں ہے یہ تو قریشی خاندان کی ایک خاتون ہے اگر میری لخت جگر بھی ایسے فعل کا ارتکاب کرتی تو میں تمام نسبتوں کا لحاظ کئے بغیر خدا تعالیٰ کے قانون کی بالادستی کیلئے اس کے ہاتھ کاٹنے کا اعلان کر دیتا۔ امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ایک بہت ہی پیارے اور چہیتے صحابی حضرت عمارؓ تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو بھی ان سے اس لئے محبت تھی کہ وہ جب بھی بارگاہ نبوی ﷺ میں آتے تو اپنی شگفتہ مزاجی کی بنا پر کوئی ایسی بات کرتے جس سے اپنے محبوب آقا ﷺ کو خوش کرنا مقصود ہوتا چنانچہ ان کے مزاج کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ تبسم فرماتے تو ایک دلنواز مسکراہٹ آپ کے چہرے پر پھیل جاتی جس سے جانثار ان مصطفیٰ ﷺ کی طبیعتیں بھی مچل جاتی تھیں ایک دفعہ اپنی فطرت طبعی کے ہاتھوں مجبور ہوکر حضرت عمار رضی اللہ عنہ شراب پی بیٹھے جب اس واقعہ کی خبر آپ ﷺ کی بارگاہ عظمیٰ میں پہنچی تو آپ نے ذاتی تعلقات کو بلائے طاق رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عمار کو کوڑے لگائے جائیں۔ ان کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مراسم بے لاگ احتساب کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکے چنانچہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرامؓ کے سامنے شرعی حد پر عمل کرتے ہوئے کوڑے مارے گئے البتہ جب انہیں کوڑے مارے جارہے تھے۔ تو ایک صحابی نے انہیں برا بھلا کہا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صحابی کو منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اسے ایسا نہ کہو'' یہ گنہگار ضرور ہے مگر مجھ سے محبت کرتا ہے۔

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں احتساب کی اہمیت کتنی زیادہ ہے نیز اسلام فرد کی شخصی زندگی سے لیکر اجتماعی زندگی تک کس قدر مساوات کا داعی ہے۔

Marfat.com

عورتوں کی گم کردہ جنت

مغربی تہذیب وتمدن کی کوکھ میں پرورش پانے والی عورت اسے اپنی آزادی سمجھتی ہے میرے نزدیک جتنی تذلیل آج عورت کی ہو رہی ہے شاید اس سے پہلے نہ تھی۔ آج عورت پورے الیکٹرانک میڈیا پر چھائی ہوئی ہے۔ اس کے بغیر ٹی وی پروگرام بدمزہ اور بے کیف دکھائی دیتے ہیں غیر محرموں کیساتھ ناچ، گانا گا رہی ہوتی ہے ہر روز اخبارات کی زینت بن کر لوگوں کے قدموں کے تلے مسلی جا رہی ہے۔ جسم فروشی کے اس کالے دھندے سے یہ پوری نسل انسانی کو بے حیائی اور بے راہ روی کے راستے پر چلانے کیساتھ ساتھ خود بھی جہنم کی آگ کا ایندھن بن رہی ہے۔

Marfat.com

آج کے ترقی یافتہ دور میں مسلمان عورت سکون قلب کی تلاش میں مغربی تہذیب وتمدن کی خارداروادیوں میں ٹامک ٹوئیاں کھارہی ہے گھر کی چاردیواری اور عفت وعصمت کی دیواریں پھلانگ کر میدان عمل میں کود پڑی ہے اس کے ساتھ ساتھ عورت نے شرم وحیا اورغیرت دینی کا ڈوپٹہ اتار کر عریانی' فحاشی اور لادینی کی چادریں اوڑھ لی ہیں مجھے یہ کہنے میں کوئی تأمل نہیں ہے کہ آج مسلمان عورت مغربی کلچر کے لحاف میں لپٹ کر صفحہ زیست پر نمودار ہونا چاہتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مغرب کی وہ قومیں جو اسلام کی عملی برکات سے محروم رہیں۔انہوں نے آزادی نسواں کا یہ تصور دیا کہ عورت ہمیشہ مظلوم رہی ہے مرد اس کے حقوق غصب کرتا رہا ہے لہٰذا اسے میدان عمل میں کود کر اپنے حقوق حاصل کر کے بام عروج پر پہنچنا چاہیے۔عورت نے لپک کر اس تصور کو قبول کیا۔لہٰذا وہ آہستہ آہستہ معاشی' معاشرتی سماجی اور تہذیبی امور میں مرد کی شریک سفر بنتی چلی گئی۔وہ ایک طرف کارخانوں دفتروں اور کالجوں میں مرد کے شانہ بشانہ معاشی جدوجہد کرنے لگی تو دوسری طرف پارکوں' کلبوں اور تفریح گاہوں میں اس کے ساتھ لہو ولعب میں مشغول ہوگئی۔اس کا وجود ہر شعبہ حیات میں ضروری قرار پایا مغرب کی اسلام دشمن تہذیب نے اس کے ذہن میں یہ تصور راسخ کر دیا کہ عورت کے حسن وجمال کی توہین ہے کہ اسے سات دبیز پردوں میں چھپا دیا جائے مسلمان عورت مغربی تہذیب وتمدن کے ظاہر حسن پر فریفتہ ہوگئی ہے لیکن وہ اس کے بطن میں چھپی خرابیوں کو نہیں دیکھ رہی ہے اس کا یہ نتیجہ نکل رہا ہے وہ عورت جس کے سر سے دوپٹے کا اتر جانا معیوب سمجھا جاتا تھا آج نیم عریاں حالت سے اس کے جسم کے سارے پیچ وخم نمایاں ہونے لگے ہیں۔عورت کی اس بے قید اور بے لگام آزادی نے پوری نسل انسانی کو غلط راستے پر چلا دیا ہے۔

Marfat.com

مغربی تہذیب وتمدن کی کوکھ میں پرورش پانے والی عورت اسے اپنی آزادی سمجھتی ہے میرے نزدیک جتنی تذلیل آج عورت کی ہو رہی ہے شاید اس سے پہلے نہ تھی۔ آج عورت پورے الیکٹرانک میڈیا پر چھائی ہوئی ہے۔ اس کے بغیر ٹی وی پروگرام بدمزہ اور بے کیف دکھائی دیتے ہیں غیر محرموں کیساتھ ناچ' گانا گا رہی ہوتی ہے ہر روز اخبارات کی زینت بن کر لوگوں کے قدموں کے تلے مسلی جا رہی ہے۔ جسم فروشی کے اس کالے دھندے سے یہ پوری نسل انسانی کو بے حیائی اور بے راہ روی کے راستے پر چلانے کیساتھ ساتھ خود بھی جہنم کی آگ کا ایندھن بن رہی ہے۔ جب اس کے سامنے قوانین شریعت اور پردے کی بات کی جاتی ہے تو اسے بنیاد پرستی اور قدامت پسندی کا طعنہ دے کر رد کر دیتی ہے کیا اتنی چرب زبانی سے اپنے حق میں دلائل دینے والی عورتوں کو اپنی ماضی کی تاریخ یاد نہیں جبکہ اس کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ یونان' مصر' روم' عراق 'ہند چین اور عرب میں عورت ایک عرصہ ملک ظلم وستم کی چکی کے دو پاٹوں میں پستی رہی۔ بازاروں اور میلوں میں اس کی خرید و فروخت ہوتی رہی۔ یونان میں عرصہ تک یہ بحث جاری رہی کہ عورت کے اندر روح ہے بھی کہ نہیں؟ اہل عرب اس کے وجود کو ہی باعث عار سمجھتے تھے بعض بدبخت اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ ہندوستان میں شوہر کی چتا پر اس کی عورت کو جلا کر راکھ کر دیا جاتا رہا۔ راہبانہ مذاہب آج بھی عورت کو معصیت کا سرچشمہ' گناہ کا دروازہ اور مجسمۂ پاپ سمجھتے ہیں دنیا کی بیشتر تہذیبوں نے اسے انسانیت کے مقام سے گرا کر حقیر و ذلیل کر دیا۔

اے مسلمان عورت ماضی کی تاریخ کے کوٹھڑے میں جھانکنے کے بعد اپنی ذات کے بارے میں اسلام کے احکام پڑھ۔ تو تجھ پر یہ حقیقت آشکار ہو گی کہ اسلام نے تجھے ظلم و ستم کی دلدل سے نکال کر عزت و رفعت کی اوج ثریا پر پہنچا کر تجھ پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔

Marfat.com

اسلام نے عورت کو درندگی کی غلیظ وادیوں سے اٹھا کر ماں کا رتبہ دیا اور پوری امت مسلمہ کو جنت کی تلاش میں اس کے قدموں سے لپٹ جانے کا راستہ بتایا اسلام نے عورت کو بیٹی اور بہن جیسے پاکیزہ رشتے میں باندھ کر اس کی عزت کو چار چاند لگا دیئے ہیں آج کی مغرب سے مرغوب زدہ عورت اسلام کے کس کس احسان کو جھٹلائے گی ماں کی گود اولاد کی تربیت اور علم وآگہی کا پہلا مدرسہ ہے لیکن اسی گود سے آج فسق وفجور کے چشمے پھوٹ رہے ہیں جب مائیں تہجد کے وقت اٹھ کر بچوں کو گود میں لے کر قرآن پڑھایا کرتی تھیں اور اللہ ھو اللہ ھو جیسے مقدس نغموں سے بچوں کو لوریاں دیکر سلاتی تھیں تو بچے بھی سلطان باہو۔ بابا فریدؒ اور معین الدین چشتی ؒ جیسے پیدا ہوتے تھے لیکن جو مائیں صبح وشام مسحور کن گانوں اور ڈھولک کی تھاپ پر بچوں کو کھلاتی اور سلاتی ہوں تو ان کی کوکھ سے اداکار اور فنکار تو پیدا ہو سکتے ہیں لیکن کوئی مرد مجاہد نہیں پیدا ہو سکتا۔ آج بھی اگر مسلمان عورت یورپ کی ننگی اور زہر آلود تہذیب و تمدن کا پٹہ اپنے گلے سے اتار دے اور شرم وحیا اور اسلامی غیرت وحمیت کا زیور پہن کر دہلیز اسلام کی طرف پلٹ آئے تو یقیناً وہ اپنی فردوس گم گشتہ کو پا سکتی ہے۔

Marfat.com

رمضان المبارک مسلمانوں کیلئے روحانی ریفریشر کورس ہے

اہل مغرب نے اپنے مذہب کی ناقص تعلیم کے باعث روزہ کو محض بھوک اور پیاس برداشت کرنے۔اور راہبانہ روش اختیار کرنے کا نام دیا ہے۔روزہ کے اس غیر معقول تعارف کے بعد انسان سوچتا ہے کہ بھلا ایسی غیر مقصد عبادت سے کیا فائدہ ہے؟ یہی تصور ہمارے جدید تعلیم یافتہ طبقے میں عام ہے اس تصور کے پیدا ہونے کی اصل وجہ مذہب سے کم لگاؤ اور مغرب کی اندھی تقلید ہے جبکہ اسلام میں روزہ کا تصور اس سے کہیں بلند ہے۔

Marfat.com

رمضان المبارک کی مہمان اور پرنور ساعتیں اپنے دامن میں نیکیوں کی بہار کے جھونکے لئے ہر سو ضوفشانی کر رہی ہیں اور قلوب مومنین کو اپنی کرنوں سے مستیز کرتے ہوئے بقدر ظرف شراب محبت الٰہی سے فیض یاب کر رہی ہیں۔ مختلف مذاہب وادیان کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ ہر مذہب میں تزکیہ نفس تصفیہ قلب اور باطن کی طہارت کے لئے کوئی نہ کوئی نظام عبادت رائج رہا ہے اور انسانی فطرت ہمیشہ کسی مافوق الفطرت ہستی کی تلاش میں سرگرداں رہی ہے اس کیلئے مختلف وظائف و اعمال کا سہارا لیا جاتا رہا ہے اس مقصد کے لئے کسی نے تو اپنا گھر بار چھوڑا اور جنگلوں میں زندگی بسر کرنا شروع کر دی اور کسی نے درختوں کے پتے کھانے اور اپنے جسم کو مختلف اذیتیں دینے کا نام عبادت رکھ لیا۔ چنانچہ دینی و دنیاوی زندگی میں ایک وسیع خلیج حائل ہو گئی۔ ہندو مذہب نے ایسا کرنے والوں کو جوگی' بدھ مت' بھکشو اور عیسائیت نے راہب کہا ہے۔ جب اسلام کا آفتاب طلوع ہوا تو اس نے ان سارے غیر فطری اور جاہلانہ طریقوں سے منع فرما دیا۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا کہ ''اسلام گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں ہی زندگی بسر کرنے کا نام نہیں'' انجیل میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنگل میں چالیس دن تک بھوکے اور پیاسے رہے لیکن اس فاقے سے مقصود کیا تھا؟ انجیل اس کی وضاحت نہیں کرتی۔ اس کے برعکس قرآن مجید نے روزہ کا مقصد یہ بیان فرمایا کہ روزہ انسانی قلب کو گناہوں کی آلائشوں اور کثافتوں سے نجات دلا کر اسے انوار و تجلیات الٰہی کے جذب کرنے کی صلاحیت بخشتا ہے دراصل اسلام نے انسانی فطرت کے عین مطابق عبادات کا ایسا جامع اور حسین نظام تشکیل دیا ہے جو انسان کو مادہ پرست اور نہ راہب بناتا ہے بلکہ دینی و دنیاوی لحاظ سے اسے بہترین انسان بناتا ہے۔

Marfat.com

اہل مغرب نے اپنے مذہب کی ناقص تعلیم کے باعث روزہ کو محض بھوک اور پیاس برداشت کرنے اور راہبانہ روش اختیار کرنے کا نام دیا ہے۔روزہ کے اس غیر معقول تعارف کے بعد انسان سوچتا ہے کہ بھلا ایسی غیر مقصد عبادت سے کیا فائدہ ہے؟ یہی تصور ہمارے جدید تعلیم یافتہ طبقے مین عام ہے اس تصور کے پیدا ہونے کی اصل وجہ مذہب سے کم لگاؤ اور مغرب کی اندھی تقلید ہے جبکہ اسلام میں روزہ کا تصور اس سے کہیں بلند ہے۔ اگر روزہ کے سارے تقاصوں کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ انسانی کردار کی تعمیر کرتا ہوا اسے ملکوتی صفات سے متصف کر دیتا ہے۔روزہ دراصل انسان کو قرب الٰہی کے مقام رفیع پر فائز کرتا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ کسی کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس کی صفات اختیار کرنا پڑتی ہیں۔اگرچہ نماز حج صدقات اور زکوۃ بھی قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں۔لیکن نماز پڑھنا حج کرنا یا زکوۃ دینا اللہ پاک کی صفات نہیں ہے کیونکہ وہ ذات ان چیزوں سے پاک ہے۔جبکہ اس کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ ذات کھانے پینے اور عمل زوجیت سے پاک ہے او رروزہ جسے عربی میں صوم کہتے ہیں لغت کی کتابوں میں اس کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ''روزہ مخصوص وقت میں کھانے پینے اور عمل زوجیت سے رک جانے کا نام ہے'' جب انسان روزہ رکھتا ہے گویا وہ اپنے آپ کو اللہ پاک کی صفت کے رنگ میں رنگ لیتا ہے اور حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی کی عملی تصویر بن جاتا ہے کہ '' اپنے آپ کو اللہ پاک کے اخلاق سے مزین کرو'' اور روزہ اس کی بہترین صورت ہے۔

روزہ ایک روحانی تربیتی نصاب ہے جس طرح مختلف محکموں میں علمی فکری اور فنی حوالے سے ریفریشر کورسز کا اہتمام کیا جاتا ہے اسی طرح اسلام نے سال میں تیس دن کا ایک روحانی ریفریشر کورس مرتب کیا ہے جس کے ذریعے انسان کو نفسانی خواہشات اور ذاتی وسطحی اغراض سے نجات دلا کر اخلاق وتقوی اور اخوت ومساوات کے زیور سے آراستہ

Marfat.com

کیا جاتا ہے اس روحانی ورکشاپ میں تیس دن لگانے والا فیل نہیں ہوتا بلکہ اسے جو سند ملتی ہے۔ وہ حسن الوہیت کے نقاب کو پلٹا کر روزہ دار کو جمال ربوبیت کا نظارہ کرواتی ہے۔
روزہ کے بے شمار مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہر مسلمان کو جہاد کی عملی تربیت دیتا ہے۔ اسلام اپنے ہر فرزند کو سپاہیانہ زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ لیکن آرام پسند اور تن آسان آدمی کے اندر مجاہدانہ روش پیدا نہیں ہو سکتی لہٰذا اسلام سال میں تیس دن مختص کر کے ہر مسلمان کو ضبط نفس اور بھوک و پیاس برداشت کرنے کی مشق کرواتا ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ رات کو نماز تراویح پڑھوا کر اور سحری کے وقت جب پچھلی رات کا جادو انسان کو گہری اور میٹھی نیند میں مبتلا کر دیتا ہے اسے جگا کر جہاد کی عملی ٹریننگ دی جاتی ہے کہ نہیں؟ یقیناً دی جاتی ہے اور اسلام کی تعلیمات کی روح بھی یہی ہے کہ مسلمان ہمہ وقت کفر سے ٹکرانے اور کلمتہ اللہ کی بلندی کے لئے سراپا عمل بن جائے۔

روزہ میں اسلام کی شان اجتماعیت کی جھلک نظر آتی ہے آپ اندازہ فرمائیں کہ رمضان المبارک میں روئے زمین پر کروڑوں انسان جب یک سحری اور افطاری کرتے ہیں تو معاشرتی مساوات کی ایک حسین مثال قائم ہو جاتی ہے۔ اس وقت جب محمود ایاز ایک نظم و ضبط کے تحت کھانا کھاتے ہیں تو آسمان کے فرشتے بھی ان پر ناز کر رہے ہوتے ہیں۔ اور یہ ماہانہ ریفریشر کورس مسلم معاشرے کو نیکی تقوی' اخوت اور رواداری کی ارفع منزلوں کی طرف لے جاتا ہے جس کی بلندی کو ملائکہ بھی نہیں پہنچ سکتے۔ یقیناً ایسی شان مرکزیت کی حامل عبادت کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔

روزہ دار اصل اپنے آپ کو اطاعت الٰہی اور اطاعت نبوی ﷺ کے رنگ میں یوں رنگ لیتا ہے کہ انسان کے انگ انگ میں اس اطاعت و محبت کی جھلک نظر آئے۔ لیکن یہ المیہ ہے کہ ہم روزہ رکھ کر حلال کردہ چیزیں چھوڑ دیتے ہیں مثلاً جب پیاس لگی ہوتی ہے تو

Marfat.com

ٹھنڈے مشروبات کی صراحیاں پاس پڑی ہوتی ہیں کوئی دیکھ بھی نہیں رہا ہوتا تو مسلمان صرف اس لئے پانی نہیں پیتا کہ میرا پروردگار دیکھ رہا ہے یعنی وہ چیزیں جو فی نفسہ حلال ہیں جب رضائے الٰہی کی خاطر چھوڑ دیتے ہیں تو کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم حرام چیزیں جن کا استعمال ان کی ذات کے لحاظ سے ہی ناجائز ہے مثلاً رشوت لینا دھوکہ دینا جھوٹ بولنا عصمت دری کرنا اور دیگر دینی یا ریاستی قوانین کو پامال کرنا روزہ کی حالت میں بھی نہیں چھوڑتے۔ شریعت کی اصطلاح میں روزہ صرف بھوک اور پیاس برداشت کرنے کا نام نہیں بلکہ شریعت روزہ کے ذریعے مسلمان کو کسی اعلیٰ مقصد کی طرف لے جانا چاہتی ہے جو مسلمان روزہ رکھ کر بھی نظر بازی سے باز نہیں آتا روزہ رکھنے کے بعد بھی اس کی زبان ناپاک ہے یا اس کے ہاتھ چوری کر رہے ہیں اور قدم برائی کی طرف اٹھ رہے ہیں اور کان لغو اور بے ہودہ گانے اور باتیں سن رہے ہیں تو ایسے بے مقصد روزہ دار کو سوائے بھوک اور پیاس کے بارگاہ ربوبیت سے کوئی اجر نہیں ملتا۔ حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو مسلمان (روزہ رکھ کر) جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا اللہ پاک کو (اس کے روزہ کی) کوئی ضرورت نہیں سوائے اس کے کہ وہ بھوکا اور پیاسا رہے'' یعنی ایسے شخص کی سزا یہ ہے کہ جانوروں کی طرح بھوکا اور پیاسا تو رہتا ہے لیکن اس کے روزے کے حقیقی نتائج مرتب نہیں ہوتے۔

روزہ سے مقصود دراصل انسان کے کردار و عمل کی تطہیر کرنا ہے اگر یہ حاصل نہ ہو سکے تو روزہ کی مقصدیت فوت ہو جاتی ہے کیا آپ جانتے نہیں کہ ایک ڈاکٹر سر درد کے مریض کے لئے دوائی اس لئے تجویز کرتا ہے کہ اسے سر درد سے آرام مل جائے اگر یہ دوائی اپنا عمل نہ دکھائے تو پھر اس کے تجویز کرنے کا فائدہ کیا ہے؟ بالکل اسی طرح اس حکیم نے انسان کی جسمانی و روحانی اصلاح کے لئے روزوں کا نصاب مقرر فرمایا ہے۔ روزہ کے

Marfat.com

جہاں بے شمار روحانی و دینی فوائد ہیں وہاں اس کا جسمانی فائدہ یہ ہے کہ یہ انسان کو کئی ایسی بیماریوں سے نجات دلاتا ہے جنکا علاج ادویات سے نہیں کیا جا سکتا۔ جدید میڈیکل سائنس اس بات کا اعتراف کرتی ہے کہ روزہ کی حالت میں معدہ خالی ہونے کی وجہ سے انسان مختلف بیماریوں سے شفایاب ہو جاتے ہیں۔ بہر حال انسان اپنی ناقص عقل سے لاکھ روزہ کی افادیت سے انکار کرتا رہے لیکن جوں جوں جدید سائنسی عقلی اور فنی علوم ترقی کرتے جائیں گے بالآخر انہیں رمضان المبارک کی مقصدیت اور افادیت کی دہلیز پر سجدہ ریز ہونا پڑے گا۔

Marfat.com

فکریات

☆ قیادت کا فکری افلاس

☆ مذہبی سیاست کے المیے

☆ عاصمہ جہانگیر صاحبہ حقائق حاضر ہیں

i..... آزادی نسواں و خاندانی نظام کی بحث

ii..... نفاذ شریعت، حدود آرڈیننس اور غیرتی قتل کا مسئلہ

iii..... عدلیہ کی یرغمالی اور قانون توہین رسالت

☆ ہماری مذہبی سوچ اور اس کا خوفناک انجام

☆ امریکہ کا دوہرا عالمی معیار اور تاریخ کا جبر

☆ مسلمانوں کے احیاء کا مسئلہ

☆ اٹھو کہ طوفانوں میں اپنی رہگزر پیدا کریں۔

☆ ایک عظیم الشان علمی وفکری سیمینار

Marfat.com

قیادت کا فکری افلاس

ہماری قیادت کو امریکہ یا مغرب سے مذاکرات کے وقت آنکھیں بند کر کے بات کرنے کی بجائے جرات مندانہ طریقے سے گفتگو کرنی چاہیے کیونکہ نمرود کے لہجے میں بولنے والوں کیلئے ابراہیمی انداز تکلم کی ضرورت ہوتی ہے اور فرعون کے طنطنے کا جواب موسیٰ کے طمطراق سے ہی دیا جا سکتا ہے پھر ہم تو ان سلف صالحین کے نام لیوا ہیں جو کسریٰ' ایران اور قیصر روم کے درباروں میں بھی سر جھکا کر نہیں بلکہ سینہ تان کر چلتے تھے وہ اپنے نیزوں کی انیوں سے ان کی قالینوں میں سوراخ کرتے ہوئے جب جائے ملاقات پر پہنچتے تو ان کے رعب و دبدبہ سے شاہان وقت کے دربار لرز اٹھتے تھے۔

Marfat.com

ہمارے ہاں ایک عرصہ سے اسلام کے حوالے سے مختلف اصطلاحات استعمال ہو رہی ہیں۔ایک طبقہ اس بات کی رٹ لگا رہا ہے کہ ہم تاریخی نہیں بلکہ حقیقی اسلام کے داعی ہیں اور اس فکر کی تعبیر خلافت علی منہاج النبوۃ کی صورت میں کرتے ہیں۔ جبکہ خود کو ماڈرنسٹ (Modernest) کہلانے والا طبقہ روشن خیال اسلام کا داعی ہے جیسا کہ حال ہی میں چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے بھی اس طبقہ کی نمائندگی کرتے ہوئے سرسید میموریل سوسائٹی کی ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا "دنیا میں اسلام ایک پسماندہ متشدد اور انتہا پسند مذہب کے طور پر پہچانا جاتا ہے مسلمان علم کے میدان میں پیچھے رہ گئے ہیں۔لہٰذا آج کے دور کے مطابق اسلام کو روادار' روشن خیال اور عملی مذہب کے طور پر پیش کرنے کی اشد ضرورت ہے" اور بعض حلقوں کی طرف سے بڑی کثرت سے اعتدال پسند (Modrate) اسلام کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ یہ بھانت بھانت کی بولیاں تو عجیب تھیں۔ہی لیکن مجھے سے زیادہ حیرت اس وقت ہوئی جب جماعت اسلامی کے امیر محترم قاضی حسین احمد صاحب نے اپنے حالیہ دورہ امریکہ (اس دورہ کے عملی' فکری سیاسی اور فنی پہلوؤں سے قطع نظر) کے موقع پر اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ "ہمارا اسلام طالبان کے اسلام سے مختلف ہوگا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کو ان مختلف ناموں سے متعارف کروانے کی سند ہمارے مفکرین اور قائدین کو کس نے فراہم کی ہے؟ کیا وہ اسلام کو مختلف "ماڈلز میں پیش کر کے مغرب کے سامنے سرخرو ہو جائیں گے؟ سیاسی اور مذہبی قیادت کے فکری افلاس' انحطاط' بحران اور الجھاد کا ہی نتیجہ ہے کہ آج امریکہ یا مغرب میں جب اسلام پر بحث چھڑتی ہے۔تو وہ لوگ اسلام کی بجائے لفظ (islames) استعمال کرتے ہیں بلکہ

Marfat.com

بسا اوقات تو وہ کھل کر ایرانی اسلام' افریقی اسلام یا ایشیائی اسلام کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

آج مسلمان اپنی عاقبت نااندیشیوں کی وجہ سے زوال پذیر ہیں اور اپنی جہالت احکام اسلام کی اطاعت میں غفلت اور غیر محتاط رویوں کی بنا پر انہوں نے اسلام کی ترجمانی کے حوالے سے کچھ پیچیدگیاں پیدا کی ہیں تو اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ اسلام کی مختلف اقسام ہیں۔ جنہیں ہر علاقے کے لوگوں نے اپنے مخصوص ماحول اور مزاج کے مطابق اپنا رکھا ہے۔ بلکہ اسلام تو ایک عقیدے' نظریے اور نظام حیات کا نام ہے جو قرآن وسنت سے اخذ کردہ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے اور آج بھی اجتماعی سطح پر نہ سہی انفرادی سطح پر کروڑوں مسلمانوں کی زندگیوں میں اسلام کی عملی تصویر دیکھی جاسکتی ہے۔ امریکہ یا مغرب سے بحث کے وقت ہماری قیادت کا اصل محاذ تو یہ ہے کہ وہ اسے باور کرائے کہ کرہ ارض پر بسنے والے کروڑوں مسلمانوں کا اسلام ایک ہی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا اور قرآن وسنت کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے البتہ ان کے فہم اسلام یا اپنے سماجی ومعاشرتی حالات کے مطابق احکام اسلام کے اطلاق و انطباق میں معمولی سا فرق ہوسکتا ہے جس میں اچھنبے کی کوئی بات نہیں۔ دراصل یہ ہماری بد قسمتی رہی ہے کہ ہماری قیادت فکر اسلام کے حوالے سے خود احساس کمتری کا شکار رہی ہے افکار کی ڈوری الجھی ہوئی ہو اور اس کا ایک سرا دوسرے سے نہ مل رہا ہو تو بسا اوقات انسان نہ چاہتے ہوئے بھی ''کنفیوز'' ہو جاتا ہے کچھ عرصہ قبل ہمارے سابق آرمی چیف جنرل (ریٹائرڈ) مرزا اسلم بیگ امریکہ کے دورے پر گئے تو وہاں امریک یونیورسٹی کیلفورنیا برکلے'' کے اساتذہ سے ایک تقریب میں خطاب کرتے ہوئے وہ اسلام سے بنیاد پرستی کا لیبل اتارنے کیلئے دلائل دیتے رہے کہ اسلام میں بنیاد پرستی نام کی کوئی چیز نہیں۔ لیکن

Marfat.com

مغرب کے الزام سے بچنے کیلئے راہ فرار اختیار کرنے کی بجائے اسے ڈٹ کر جواب دینا چاہیے تھا۔ کہ ہماری بنیاد پرستی ہندومت یا عیسائیت کی طرح نہیں بلکہ ہماری بنیاد قرآن مجید کے الھامی احکام اور رسول کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے اور ہمیں اس بنیاد پر فخر ہے۔

دراصل اس وقت ہماری سیاسی و مذہبی قیادت نے مغرب سے سند قبولیت حاصل کرنے کیلئے اس کے سامنے معذرت خواہانہ (Apologetic) انداز فکر اور طرز عمل اپنا رکھا ہے انہیں خبر نہیں کہ مغرب بڑا شاطر اور چالاک ہے ہم امریکہ یا مغرب کے سامنے جتنے بھی جھکتے چلے جائیں وہ کسی صورت میں بھی اسلام کا کوئی ''ماڈل'' قبول کرنے کو تیار نہیں ہوگا کیونکہ مغرب کو وہ اسلام قبول ہوگا جس میں قانونی و شرعی سزائیں جو کسی بھی معاشرے کو اخلاقی جواز فراہم کرتی ہیں انہیں معطل کر دیا جائے جس میں عورت کو گھر کی چار دیواری سے نکال کر اخلاق باختہ عشرت کدے میں لا کر کھڑا کر دیا جائے جس میں مسلمان جبر کی چکی میں پستے تو رہیں لیکن اف تک نہ کریں اور بطور خاص وہ اسلام جو مغرب کے مفادات کا تحفظ کر سکے۔ کیونکہ امریکہ اور اس کی حلیف عیسائی طاقتوں کی اپنوں اور بیگانوں کے بارے میں اپنی ایک فلاسفی ہے جس سے وہ کسی صورت انحراف نہیں کر سکتا اسلام کے خلاف تعصب تو مغرب کی نس نس میں رچا ہوا ہے اور اس کے دل میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کے انگارے دہک رہے ہیں۔ یہ صرف جذبات کے شگوفے اور الفاظ کی سحر انگیزیاں ہی نہیں ہیں بلکہ کچھ عرصہ قبل معروف برطانوی صحافی ''رابرٹ فسلک'' جو ''انڈیپنڈنٹ'' اخبار سے منسلک ہیں انہوں نے ایک میڈیا کانفرنس میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مغرب کے انتقامی رویوں پر کھل کر تنقید کی ''رابرٹ'' نے اپنے ہم پیشہ صحافیوں سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ جب ایک عرب مجاہد (اسامہ بن لادن) امریکہ کو دھمکی دیتا ہے تو ہم فوراً اسے انتہائی درجے کا دہشت گرد قرار دیتے ہیں لیکن جب ایک یہودی اپنے ہی وزیر اعظم کو

Marfat.com

قتل کر دیتا ہے تو ہم اسے ''کیتھولک دہشت گرد'' کی بجائے جوشفیلا' کٹر اور مذہبی جنونی کہہ کر اس کی مدح سرائی کرتے ہیں اس نے کہا' کیا آپ نہیں جانتے کہ ہالی وڈ میں ''نیوی سیلز نرولائیز' ڈیلٹا فورس اور دی امریکن پریذیڈنٹ'' سمیت درجنوں فلموں میں مسلمانوں کو دہشت گرد ظالم و جابر اور غاصب کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔'' رابرٹ فسک'' نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ میں جانتا ہوں کہ 1944ء میں سیاسی ہیرالڈ نے بن مانس نما باریش مخلوق کا کارٹون شائع کیا جس میں ایک شخص نے پگڑی پہن رکھی تھی جس کارٹون پر واضح الفاظ میں درج تھا۔ ''اسلام'' نیچے کیپشن میں درج تھا ''ہم بے گناہ' معصوم عورتوں اور بچوں کو بم مار کر اور انہیں قیمہ بنا کر ہی تسکین پاتے ہیں'' یہ کارٹون ورلڈ ٹریڈ سینٹر میں بم دھماکے کے دو روز بعد شائع کیا گیا اخبار نے اس کارٹون کے ذریعے واضح پیغام دیا کہ یہ دھماکے مسلمانوں نے کئے ہیں لیکن چند دن بعد جب امریکیوں پر یہ راز کھلا کہ ''امریکیوں'' کی سرکاری عمارت کو بم سے اڑانے کی کاروائی خود امریکیوں نے کی تو شرمندگی کی بجائے ''ڈبل کراس'' امریکیوں نے اس دھماکے میں ملوث امریکیوں کو مذہبی جنونی کہہ کر اپنے دوہرے معیار کا ثبوت دیا۔ تو یہ ہے مغرب کا اسلام کے بارے میں تصور اور عالم اسلام کے ساتھ رویہ۔ اس لئے ہماری قیادت کو امریکہ یا مغرب سے مذاکرات کے وقت آنکھیں بند کر کے بات کرنے کی بجائے جرات مندانہ طریقے سے گفتگو کرنی چاہیے کیونکہ نمرود کے لہجے میں بولنے والوں کیلئے ابراہیمی انداز تکلم کی ضرورت ہوتی ہے اور فرعون کے طنطنے کا جواب موسیٰ کے طمطراق سے ہی دیا جا سکتا ہے پھر ہم تو ان سلف صالحین کے نام لیوا ہیں۔ جو کسریٰ ایران اور قیصر روم کے درباروں میں بھی سر جھکا کر نہیں بلکہ سینہ تان کر چلتے تھے وہ اپنے نیزوں کی انیوں سے ان کی قالینوں میں سوراخ کرتے ہوئے جب جاتے ملاقات پر پہنچتے تو ان کے رعب و دبدبے سے شاہان وقت کے دربار لرز اٹھتے تھے۔ لہذا جب

Marfat.com

مغرب یا امریکہ سے ڈائیلاگ کی ضرورت پڑے تو اپنی وکٹ چھوڑے بغیر اور تاویلات کا سہارا لینے کی بجائے دوٹوک انداز میں ان پر اسلام کی حقانیت اور آفاقیت واضح کرنی چاہیے وگرنہ پاکستانی بم کو اسلامی بم کہنے والا مغرب سوشلزم کی بطور نظام ناکامی کے بعد اور اس کے متبادل کسی ٹھوس ''آئیڈیالوجی'' کے نہ ہونے اور اسلامی نظریہ حیات کے تیزی سے پھیلنے اور پنپنے سے اس قدر خائف اور بوکھلاہٹ کا شکار ہے کہ وہ عالم اسلام کے خلاف انتہائی غیر ضروری اقدام اٹھانے سے بھی گریز نہیں کرے گا۔

Marfat.com

مذہبی سیاست کے المیے

اس وقت ضرورت تھی کہ مذہبی قائدین سیاسی میدان ہاتھ سے چلے جانے کی وجہ سے دعوتی کام پر ہی اپنی تمام تر توجہ مرکوز رکھتے اور ایسے باکردار رجال کار تیار کرتے جو محمدی ﷺ انقلاب کے لئے ہراول دستے کا کام دیتے لیکن ''برا ہو سیاست دوراں کا اس کے چسکے نے کئی تخت رنگین کئے ہیں'' دعوتی و تبلیغی منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ تصنیفی و تالیفی کام میں تعطل واقع ہونے لگا لیکن ہمارے مذہبی قائدین (میں جان بوجھ کر دینی قائدین کا لفظ استعمال نہیں کر رہا کیونکہ دینی لیڈر وہ ہوتا ہے جس کی فکر میں پوری امت کا درد سمٹا ہوتا ہے) انتخابی سیاست چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوئے کیونکہ سیاست چیز ہی ایسی ہے'' سو بوتلوں کا نشہ ہے اس ایک چیز میں'' پھر المیہ یہ ہوا کہ انہوں نے اسلامی کی آفاقی انقلابی فکر پر مغربی سیاست کے ناکام تجربے کئے نتیجتاً ''نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم'' کے مصداق نہ تو وہ اقتدار میں موثر طور پر شریک ہو سکے اور نہ ہی ان کا اخلاق تربیت اور تزکیہ قلب کا نظام بحال رہا اور آج ان جماعتوں کی حیثیت ''پریشر گروپوں'' کے سوا کچھ نہیں۔

Marfat.com

پاکستان کی تقدیر بدلنے کے لئے نصف صدی میں کئی نعرے تراشے گئے کئی سیاسی فلسفے وجود میں آئے' مذہبی جماعتوں نے نفاذ اسلام' نظام مصطفیٰ ﷺ' نفاذ شریعت اور اسلامی انقلاب کے نام پر عدل وقسط پر مبنی معاشرہ قائم کرنے کے لئے بھر پر تحریکوں کا آغاز کیا۔ لیکن بدقسمتی سے ملک کی لگام کاران لوگوں کے ہاتھوں میں رہی جنہوں نے لگام سے لگام نہیں زنجیر کا کام لیا ان میں سے اکثریت ان لوگوں کی تھی جنہوں نے نام تو اسلام کا لیا لیکن فکری اثاثہ دانش کدہ مغرب سے حاصل کرتے رہے اور مغربی مفکرین کے نظریات کے دستر خوان سے ریزہ چینی کو اپنے لئے سعادت سمجھتے رہے۔ یہ تو ہمارا قومی المیہ رہا کہ حکمران طبقہ مستعار لئے ہوئے سیکولر افکار کو ہی رائج کرتا رہا۔ اس سے بھی بڑا ستم یہ ہوا کہ وہ مذہبی جماعتیں اور قائدین جن کا کام ہی فکر اسلامی کی ترویج واشاعت تھی وہ بھی سیاسی بکھیڑوں میں الجھ کر اپنے دعوتی وفکری کام کو سمیٹ بیٹھے اور دینی سطح پر تفرقہ کا شکار ہو گئے۔

امت مسلمہ میں پہلی فرقہ بندی مذہبی سیاسی اختلافات کی بنا پر ہوئی۔ ان اختلافات نے دینی افتراق وانتشار کی شکل اختیار کر کے مزید سیاسی پارٹیوں کو جنم دیا۔ اس طرح یہ امت مستقل طور پر دو مذہبی فرقوں میں بٹ گئی اور آج صورت حال یہ ہے کہ تمام مذہبی سیاسی جماعتیں اور فرقے قرآن' وحدیث اور تاریخ کو اپنے علم کلام کے تابع سمجھتے ہیں۔ پاکستان میں مذہبی سیاست کا المیہ یہ ہے کہ ہر مذہبی جماعت کا موقف ہے کہ اس میں شمولیت کے بغیر نفاذ اسلام کی منزل حاصل نہیں کی جا سکتی۔ کیا یہ موقف قوم کے تمام مسلمانوں کے اجتماعی اسلام کو غیر معتبر ٹھہرانے کے قابل نہیں؟ میرے نزدیک یہ سوچ قوم

Marfat.com

کی دیگر مذہبی جماعتوں کو نفاذ اسلام کے فریضے کی ادائیگی سے خارج کر دینے کے مترادف ہے۔ اگر فرض کریں تمام مذہبی جماعتیں ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو جاتی ہیں (جس کے امکانات مسلکی و علاقائی اور لسانی بعد کی وجہ سے بہت کم ہیں) اور ان سیاسی جماعتوں کو للکارتی ہیں جن کے منشور میں نفاذ اسلام کی شق ہی شامل نہیں ہے اور سیکولر جماعتیں ان کے مقابلے کے لئے تیار ہو جاتی ہیں تو مذہبی سیاست اور قومی سیاست ایک دوسرے کے مقابلے میں محاذ آرائی پر اتر آئے گی اور یہ مسئلہ پھر انہی دو کلچرز کی نذر ہو جائے گا۔

بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ صورتحال مذہبی جماعتوں کی دعوتی و تبلیغی ذکر سے ہٹ کر سیاسی پٹڑی پر چڑھ کر نفاذ اسلام کی منزل حاصل کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی یہی وہ حد فاصل ہے جہاں ان جماعتوں کی صف اول کے بے شمار باصلاحیت لوگوں نے اس جماعت کی سیاسی پالیسی سے اختلاف کرتے ہوئے اپنی راہیں جدا کر لیں یعنی وہ جماعتیں جن سے دنیا بھر میں احیائی دینی تحریکوں نے "INSPIRATION" حاصل کی تھی وہ سیاسی جھگھٹوں میں الجھ کر اپنے دعوتی پروگرام کو محدود کر بیٹھیں۔ اس فکری انحطاط کا پس منظر یہ ہے کہ برصغیر میں جب مسلمان اپنی تہذیبی بقا کے لئے الگ وطن کے حصول کے لئے جدوجہد کرنے لگے تو انہوں نے بھی نعرہ "اسلام" ہی کا لگایا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ اس نعرے کو بھرپور عوامی تائید حاصل تھی او یہ نعرہ پورے برصغیر میں گونجنے لگا۔ اس وقت ضرورت اس امر کی تھی کہ ہمارے مذہبی قائدین اس عوامی جذبے کو حقیقی اسلامی رخ پر قائم رکھنے کے لئے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لیتے اور حکمت کے وہ مقاصد جو نفاذ اسلام کے لئے مطلوب تھے انہیں حاصل کر لیا جاتا لیکن یہ قائدین اس وقت "آئیڈیالوجیکل" بحثوں میں الجھے ہوئے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ سیکولر حلقے سیاست پر چھا گئے۔ اس وقت علامہ اقبال کی فلاسفی یہ تھی کہ مذہبی حلقوں کو آگے آنا چاہیے۔ اسی لئے انہوں نے فرمایا"

Marfat.com

جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی'' لیکن اس وقت مذہبی حلقوں نے دعوت و تبلیغ اور وعظ و تقریر کو ترجیح دی اور سیاست بطور خاص انتخابی سیاست کو ''شجر ممنوعہ'' قرار دیکر مدارس اور اسلامی مراکز میں گھس گئے لیکن ان مذہبی لوگوں کو اس وقت احساس ہوا جب حکومتی مشینری قومی معاملات میں مذہب کو ثانوی حیثیت دینے لگی تو یہ قائدین دعوت کے کام کو چھوڑ کر انتخابی سیاسی اکھاڑے میں اتر آئے لیکن اب وقت گزر چکا تھا کیونکہ جاگیر داروں' سرمایہ داروں اور وڈیروں نے انتخابی سیاست پر اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی تھی۔ اس وقت ضرورت تھی کہ مذہبی قائدین سیاسی میدان ہاتھ سے چلے جانے کی وجہ سے دعوتی کام پر ہی اپنی تمام تر توجہ مرکوز رکھتے اور ایسے باکردار رجال کار تیار کرتے جو محمدی ﷺ انقلاب کے لئے ہراول دستے کا کام دیتے لیکن ''برا ہو سیاست دوراں کا اس کے چسکے نے کئی تخت رنگین کیے ہیں'' دعوتی و تبلیغی منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ تصنیفی و تالیفی کام میں تعطل واقع ہونے لگا لیکن ہمارے مذہبی قائدین (میں جان بوجھ کر دینی قائدین کا لفظ استعمال نہیں کر رہا۔ کیونکہ دینی لیڈر وہ ہوتا ہے جس کی فکر میں پوری امت کا درد سمٹا ہوتا ہے) انتخابی سیاست چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوئے کیونکہ سیاست چیز ہی ایسی ہے ''سو بوتلوں کا نشہ ہے اس ایک چیز میں'' پھر المیہ یہ ہوا کہ انہوں نے اسلامی کی آفاقی انقلابی فکر پر مغربی سیاست کے ناکام تجربے کئے نتیجتاً ''نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم'' کے مصداق نہ تو وہ اقتدار میں موثر طور پر شریک ہو سکے اور نہ ہی ان کا اخلاق تربیت اور تزکیہ قلب کا نظام بحال رہا اور آج ان جماعتوں کی حیثیت ''پریشر گروپوں'' کے سوا کچھ نہیں۔

میرا غیر جانبدارانہ تجزیہ یہ ہے کہ ہماری مذہبی جماعتیں مزید ایک صدی تک بھی انتخابات کے ذریعے اسلامی انقلاب نہیں لا سکتیں۔ اب اس کے متبادل ایک ہی آپشن (OPTION) باقی رہ جاتا ہے کہ یہ مذہبی جماعتیں پھر دعوت کے کام کی طرف پلٹ

Marfat.com

آئیں لوگوں کی فکری تطہیر اور باطنی تربیت کا فریضہ سرانجام دیں۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا موثر نظام قائم کریں اور ساتھ سر بکف افراد کا ایسا قافلہ نور تیار کریں جو اسلامی انقلاب کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے کے لئے تیار ہو جب یہ کام ہو جائے گا تو پھر کون نہیں جانتا کہ سیلاب چٹانوں کا سینہ چیر کر بھی اپنا راستہ بنالیتا ہے۔

Marfat.com

عاصمہ جہانگیر صاحبہ! حقائق حاضر ہیں

آزادی نسواں و خاندانی نظام کی بحث

اسلام کا آفتاب ضوفشانی کرنے لگا تو اس نے نہ صرف بچی کی پیدائش اور اس کی تعلیم و تربیت کے بعد اس کی باعزت رخصتی پر جنت کے وجوب کی خوشخبری سنائی بلکہ ماں کے قدموں سے لپٹ جانے کو جنت قرار دے کر عورت کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے تاریخ گواہ ہے کہ مکتب اسلام سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی صاحب فتویٰ (جدید معانی میں قانون ساز و پارلیمنٹیرین) خاتون، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جیسی عالمہ، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا جیسی مجاہدہ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جیسی زاہدہ اور عابدہ خواتین فیض یاب ہو کر معاشرے کو جنت نظیر بنانے میں اہم کردار ادا کرتی رہیں۔

Marfat.com

عاصمہ جہانگیر صاحبہ سے میں اس حد تک متفق ہوں کہ انہوں نے ہمارے اس جہالت زدہ معاشرے میں عورتوں کے حقوق کی بحالی اور بعض مردوں کی عورتوں پر بے جا بالادستی کے خلاف آواز اٹھائی ہے کیونکہ پاکستان کے بعض علاقوں میں خصوصاً سندھ کے نسبتاً پسماندہ علاقوں میں جاگیرداروں اور وڈیروں نے غریب مزارعوں کی عورتوں کو اپنی داشتہ بنا رکھا ہے اگر بات صرف جبر کے اس ماحول کے خلاف آواز اٹھانے کی حد تک ہوتی تو وہ قابل تحسین ہی نہیں قابل تقلید بھی تھی۔ لیکن عاصمہ جہانگیر اور ان کے انسانی حقوق کمیشن نے سستی شہرت حاصل کرنے کیلئے بات کافی آگے بڑھا دی ہے اور انسانی حقوق کی آڑ میں اسلام کے آفاقی و عالمگیر اصولوں اور ضابطوں' مشرقی روایات اور پاکستانی اقدار کے خلاف تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے ہیں گزشتہ دنوں جب عاصمہ جہانگیر اپنے وفد کے ہمراہ امن مشن لے کر بھارت گئیں تو انہوں نے نہ صرف ''لوڈی'' ڈالی بلکہ بھارتی فوجیوں کو مٹھائی بھی کھلائی۔ پاکستان واپسی پر انہوں نے دو انٹرویوز دیئے' جن میں اسلام اور پاکستان کے خلاف اپنے من کی بھڑاس نکالی' ان کے تحفظات کا مواخذہ اور حقائق کی وضاحت میں اپنا قومی و دینی فریضہ سمجھتا ہوں۔

بعض لوگ عاصمہ جہانگیر صاحبہ سے ناراض ہو کر انہیں مغرب کی ایجنٹ تک کہہ دیتے ہیں جب کہ میرے نزدیک وہ عورت جو مشرق کی روایات کی باغی ہو' غیرتی قتل کو قتل عمد سمجھتی ہو مشترکہ خاندانی نظام میں رہنے کے باوجود اس کی قائل نہ ہو' عدلیہ کے بعض ججوں پر دوسروں کو یرغمال بنانے کا الزام لگاتی ہو' شریعت اسلامی کے نفاذ کو مولویوں کی آمد اور عورتوں کے حقوق کی ضبطگی قرار دیتی ہو اور حدود آرڈی نینس و قانون توہین رسالت کی بد ترین مخالف ہو' اسے مغرب کی ایجنٹ کی بجائے ایسی عورت کہنا زیادہ مناسب ہے جو فکر

Marfat.com

اسلامی سے محرومی کے باعث مغرب کے افکار اور نظام حیات کے سامنے "Surrender" کر گئی ہو اور جو اپنے باحیا کلچر کی بجائے یورپ کے اس فحش اور بے لگام کلچر پر فریفتہ ہو چکی ہو جس کا گہرا مطالعہ و مشاہدہ کرنے کے بعد علامہ اقبالؒ نے کہا تھا۔

عریانی و مئے خواری و افلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کی فتوحات

اب ہم آتے ہیں عاصمہ جہانگیر صاحبہ اور ان کے ساتھ جدوجہد کرنے والی خواتین کے ان خدشات کی طرف جن کا اظہار وہ وقتاً فوقتاً کرتی رہتی ہیں اور پاکستانی عوام اور معاشرے کی ہتک عزت کا باعث بنتی رہتی ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ عورتوں کے حقوق کی بحالی و تحفظ کی بات ضرور ہونی چاہیے لیکن جس مغربی معاشرے کے تناظر میں وہ عورتوں کی آزادی کی بات کرتی ہیں وہ مضحکہ خیز بلکہ مخمل میں ٹاٹ کے پیوند لگانے کے مترادف ہے کیا انہیں معلوم نہیں کہ ہر معاشرے کا اپنا فلسفہ زندگی اور رسم و رواج ہوتے ہیں جن سے انحراف مشکل ہوتا ہے بطور خاص وہ خواتین کے بارے میں احکام اسلام پڑھے بغیر اور پھر اسی نہج پر جدوجہد کئے بغیر عورتوں کو ان کے مناسب حقوق دلوانے میں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ محترمہ عاصمہ جہانگیر کو چاہیے کہ وہ مذاہب عالم کا مطالعہ کریں تو ان پر واضح ہوگا کہ جب دنیا کی تمام تہذیبوں نے عورت کو معاشرے میں عزت کا مقام دینے سے انکار کر دیا تھا اس وقت اسلام نے عورت کو ذلت کی اتھاہ گہرائیوں سے اٹھا کر عزت و شرف کی اوج ثریا تک پہنچا دیا۔ مثلاً یونان میں عرصہ دراز تک یونانی فلاسفرز کے درمیان یہ بحث جاری رہی کہ عورت کے اندر روح بھی ہے یا نہیں، مصر کے مفکرین اسی گتھی کو سلجھانے میں الجھے رہے کہ عورت مجسمہ پاپ اور گناہوں

Marfat.com

کی جڑ ہے' عرب کے شعلے اگلتے معاشرے میں تو بچی کی پیدائش کو ہی باعث عار سمجھا جاتا تھا اور ہندی تہذیب میں آج بھی خاوند مر جائے تو اس کی بیوی کو اس کی چتا پر جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا جاتا ہے۔ ان حالات میں جب اسلام کا آفتاب ضوفشانی کرنے لگا تو اس نے نہ صرف بچی کی پیدائش اور اس کی تعلیم و تربیت کے بعد اس کی باعزت رخصتی پر جنت کے وجوب کی خوشخبری سنائی بلکہ ماں کے قدموں سے لپٹ جانے کو جنت قرار دے کر عورت کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے تاریخ گواہ ہے کہ مکتب اسلام سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی صاحب فتویٰ (جدید معانی میں قانون ساز و پارلیمینٹرین) خاتون' حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جیسی عالمہ' حضرت خولہ رضی اللہ عنہا جیسی مجاہدہ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جیسی زاہدہ اور عابدہ خواتین فیض یاب ہو کر معاشرے کو جنت نظیر بنانے میں اہم کردار ادا کرتی رہیں اگر اس حوالے سے عورتوں کے حقوق اور ان کی تعلیم و تربیت کی بات کی جائے تو اسے عوامی تائید کے علاوہ نصرت خداوندی بھی نصیب ہوگی اور پھر جس مشترکہ خاندانی نظام کو وہ اس معاشرے کا ٹوٹتا ہوا بندھن قرار دیتی ہیں اور مغرب کی نقالی میں جداگانہ خاندانی نظام کی قائل ہیں اس وقت مغرب کے دانشور اس نظام کی ستم ظریفی پر خود ورطہ حیرت میں ڈوبے ہوئے ہیں بھلا جس معاشرے کے مرد عورت کو گھروں سے نکال کر بازاروں' دفتروں' کارخانوں اور گلیوں میں لا کر کھڑا کر دیں' اس معاشرے کی چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ عورت کو تماشہ گاہ عالم تو بنایا ہی ان ہی معاشروں نے ہے۔ مغرب سے آنے والی تازہ ترین رپورٹوں کا مطالعہ کیجئے تو یہ امر واضح ہو جائے گا کہ آج امریکہ و یورپ کے دانشور سب سے زیادہ جس مسئلہ پر تشویش میں مبتلا ہیں وہ ان کا کرچی کرچی ہو جانے والا خاندانی نظام ہے۔ آپ خود اندازہ کیجئے کہ جس باپ کی شباب کی دہلیز پر قدم رکھنے والی خوبرو بیٹی رات کے ایک بجے گھر سے نکلتے وقت

Marfat.com

اپنے ماں باپ سے اجازت لینے کی زحمت بھی گوارہ نہ کرے اور اپنے ''بوائے فرینڈ'' کے ساتھ شب باشی کیلئے چلی جائے اس باپ کی غیرت پر کتنی بجلیاں کوندتی ہوں گی۔ لیکن مغربی معاشروں کے باپ اپنے قانون اور خاندانی نظام کے ہاتھوں شکست کھا کر بے بس ہو چکے ہیں۔

ہمیں تو شکر کرنا چاہئے کہ ہمارے خاندانی نظام سے ابھی عفت و حیا کے جذبات مفقود نہیں ہوئے اور نہ ہی ابھی ہماری عورت مغربی معاشروں کی طرح زندگی کی گاڑی کا دوسرا پہیہ بننے کی بجائے ''سٹیرنگ'' بنی ہے ہماری محترمہ عاصمہ جہانگیر صاحبہ تو کہتی ہیں کہ '' اگر میری بیٹی کچن میں کام کر سکتی ہے تو بیٹا کیوں نہیں کر سکتا اور اگر میرا بیٹا گاڑی چلا سکتا ہے۔ تو میری بیٹی کیوں نہیں چلا سکتی ہم کہتے ہیں کہ قدرت نے ہر چیز کی تخلیق کسی خاص محل و مقصد کیلئے کی ہوتی ہے اور ظلم کی تعریف ہی یہ ہے کہ '' کسی چیز کو اس کے اصل محل کی بجائے دوسری جگہ رکھنا'' تصور کیجئے کہ اگر انسان کی آنکھیں سر کے سامنے والے حصے کی بجائے پچھلے حصے میں ہوتیں یا ان میں سفیدی و سیاہی کی آمیزش کی بجائے صرف سیاہی ہوتی تو انسان کی شکل کتنی خوفناک اور ڈراؤنی لگتی مگر قدرت نے جو چیز جہاں زیادہ موزوں یا ''فٹ'' آ سکتی تھی انے اسی جگہ ہی تخلیق فرمایا چنانچہ عورت کی جسمانی ہیت و ساخت ان امور کی متحمل نہیں ہو سکتی جن کی انجام دہی کیلئے مرد کی تخلیق ہوئی ہے۔

Marfat.com

عاصمہ جہانگیر صاحبہ! حقائق حاضر ہیں..........

نفاذ شریعت' حدود آرڈیننس اور غیرتی قتل کا مسئلہ

اور پھر آرڈیننس کے خاتمے کے مطالبے سے تو یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ چور لوگوں کی زندگی بھر کی جمع پونجی لوٹتے رہیں' ہوس کے بچاری عورتوں کی عزتوں کی نیلامی کرتے رہیں اور صاحب ثروت شراب پی کر غل غپاڑے کرتے رہیں لیکن ان کا مواخذہ کرنے والا کوئی قانون نہ ہو' آپ خود ہی بتایئے کہ ایسے معاشرے کو انسانوں کا معاشرہ کہا جائے گا یا حیوانات کا ایسا باڑہ جہاں ہر شخص لذت کے صنم کی پرستش کر رہا ہو

Marfat.com

ہمیں تو شکر کرنا چاہئے کہ ہمارے خاندانی نظام سے ابھی صفت حیا کے جذبات مفقود نہیں ہوئے اور نہ ہی ابھی ہماری عورت مغربی معاشروں کی طرح زندگی کی گاڑی کا دوسرا پہیہ بننے کی بجائے ''سٹیرنگ'' بنی ہے ہماری محترمہ عاصمہ جہانگیر صاحبہ تو کہتی ہیں کہ'' اگر میرا بیٹا گاڑی چلا سکتا ہے۔ تو میری بیٹی کیوں نہیں چلا سکتی ہم کہتے ہیں کہ قدرت نے ہر چیز کی تخلیق کسی خاص محل و مقصد کیلئے کی ہوتی ہے اور ظلم کی تعریف ہی یہ ہے کہ'' کسی چیز کو اس کے اصل محل کی بجائے دوسری جگہ رکھنا'' تصور کیجئے کہ اگر انسان کی آنکھیں سر کے سامنے والے حصے کی بجائے پچھلے حصے میں ہوتیں یا ان میں سفیدی و سیاہی کی آمیزش کی بجائے صرف سیاہی ہوتی تو انسان کی شکل کتنی خوفناک اور ڈراونی لگتی مگر قدرت نے جو چیز جہاں زیادہ موزوں یا ''فٹ'' آسکتی تھی اسے اسی جگہ ہی تخلیق فرمایا چنانچہ عورت کی جسمانی ہیت و ساخت ان امور کی متحمل نہیں ہوسکتی جن کی انجام دہی کیلئے مرد کی تخلیق ہوئی ہے اگر زندگی کے ہر میدان میں مرد و عورت کی مساوات کی ''تھیوری'' تسلیم کر لی جائے تو پھر کل آزادی نسواں کا کوئی ٹھیکدار یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ''اگر عورت بچے جن سکتی ہے تو مرد کیوں نہیں جن سکتا'' کیا ایسے مطالبات فطرت کا چہرہ مسخ کرنے کے مترادف نہیں ہیں؟

عاصمہ جہانگیر صاحبہ کا یہ کہنا کہ'' اس ملک میں شریعت ہرگز نافذ نہیں ہونی چاہیے کیونکہ شریعت کے نفاذ کا مطلب مولویوں کی آمد ہے اور مولویوں کے آنے سے عورتوں کے حقوق ضبط ہو جائیں گے'' یہ بالکل غیر سنجیدہ اور استہزاء پر مبنی طرز فکر ہے انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مولوی صرف وہی نہیں جس نے داڑھی مبارک رکھی ہے بلکہ ہر وہ شخص جو شریعت اسلامی کے نظام فکر و عمل اور اس کی حکمتوں سے آشنا ہو وہ مولوی ہے اور اگر ایسے لوگ شریعت کے نفاذ کی بات کرتے ہیں تو اس سے عورتوں کے حقوق کی ضبطگی کا معنی کس

Marfat.com

طرح اخذ کیا جا سکتا ہے۔ جن معاشروں اور نظام ہائے حکومت و سیاست کی آپ دلدادہ ہیں وہ تو شریعت محمدی ﷺ کی آمد سے کئی صدیوں بعد جہالت کے گھرے اندھیروں سے نکلنے کے بعد بیدار ہوئے ہیں اور اس صدی میں آکر انہوں نے عورتوں کے حقوق کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کیا ہے۔ ڈنمارک کی تاریخ پڑھ لیں موجودہ صدی کی ابتداء یعنی 1952ء تک وہاں عورت کو قانونی شخص (Legal Person) نہیں سمجھا جاتا تھا اور امریکہ جیسے انسانی حقوق کے نام نہاد چیمپئن ملک نے بھی اسی صدی کے نصف اول یعنی 1935ء میں عورت کو ووٹ ڈالنے کا حق دیا بالفاظ دیگر اس صدی کے نصف اول تک مغربی و امریکی معاشروں کی پسماندگی کا یہ عالم تھا کہ ڈنمارک میں عورت قتل ہو جاتی تو مقدمہ درج نہیں ہوتا تھا اور امریکہ میں عورت کو اپنی رائے کے اظہار کی آزادی بھی حاصل نہیں تھی۔

اور جس شریعت کے نفاذ کے خدشے سے ہماری بعض مغرب زدہ خواتین پہ کپکپاہٹ طاری ہے اس میں وسعت قلب ونظر کا یہ حال تھا کہ دو براعظموں پر پھیلی اسلامی ریاست کے بااختیار خلیفہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنی پارلیمنٹ میں ایک بل پاس کرنا چاہتے ہیں کہ عورتوں کے حق مہر کی رقم مختص کر دی جائے مگر اس اسلامی معاشرے کی ایک خاتون اس بل کو چیلنج کرتے ہوئی کہتی ہے ''اے عمر رضی اللہ عنہ! جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قنطاراً کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کا مطلب ہے کہ اگر تم عورتوں کو ڈھیروں مال بھی دے چکو تو واپس نہ لو تو آپ کس طرح ایک نص قطعی کو مقید کر کے مہر کی رقم کی تخصیص کرنا چاہتے ہیں'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صرف ایک عورت کے پوائنٹ آف آرڈر پر یہ تاریخ ساز جملہ ارشاد فرماتے ہوئے (تحقیق ایک مرد سے غلطی ہوگئی ہے اور عورت حق پر ہے) اپنا بل واپس لے لیا اگر ہماری ان خواتین کو اسلامی تاریخ

Marfat.com

کے گہرے مطالعے کی توفیق نصیب ہو تو تاریخ کے مخزن میں حریت فکر اور شخصی آزادی کی ایسی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں جو لوگ ایسے الہامی' جامع اور فطرت پر مبنی نظام حیات کی موجودگی میں مغرب کے ان خود ساختہ نظاموں کے دروازوں پر دستک دیتے ہیں جن کی بنیاد وحی الٰہی کی بجائے عقل انسانی پر ہے تو ان کا فکری کاسہ گدائی خالی ہی رہتا ہے اور ان کے نصیب میں سوائے محرومی اور حسرت کے کچھ نہیں ہوتا۔

عاصمہ جہانگیر صاحبہ اور ان کا انسانی حقوق کمیشن عرصہ دراز سے حدود آرڈیننس کی بھی مخالفت کر رہا ہے بلکہ بعض اوقات تو ایسا بھی ہوا کہ اس کمیشن سے منسلک بعض عورتیں کتبے اٹھا کر کسی چوک میں کھڑی ہو گئیں اور مطالبہ کرنے لگیں کہ ''حدود آرڈیننس ختم کرو اور عورتوں کے حقوق بحال کرو'' سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حدود آرڈیننس تو قرآن و حدیث کے واضح احکامات کی روشنی میں مرتب ہوا ہے اسے چیلنج کرنا تو گویا خدا کی قدرت اور دین کو چیلنج کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ جو حکیم بھی ہے اور خبیر بھی' کیا اس نے یونہی بے مقصد یہ احکامات نازل فرما دیئے اور پھر آرڈیننس کے خاتمے کے مطالبے سے تو یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ چور لوگوں کی زندگی بھر کی جمع پونجی لوٹتے رہیں' ہوس کے بچاری عورتوں کی عزتوں کی نیلامی کرتے رہیں اور صاحب ثروت شراب پی کر غل غپاڑے کرتے رہیں لیکن ان کا مواخذہ کرنے والا کوئی قانون نہ ہو' آپ خود ہی بتایئے کہ ایسے معاشرے کو انسانوں کا معاشرہ کہا جائے گا یا حیوانات کا ایسا باڑہ جہاں ہر شخص لذت کے صنم کی پرستش کر رہا ہو ان کا یہ فلسفہ بڑا پیچیدہ ہے کہ اگر کسی بچی سے زیادتی ہوتی ہے تو اسے عدالت میں ثابت بھی کرنا پڑتا ہے لہٰذا وہ کیا کرے گی۔ ذرا غور فرمائیں اگر ان پیچیدگیوں اور قانونی موشگافیوں کو صاحب علم حل نہیں کریں گے تو کیا آسمان سے فرشتے اس مقصد کے لئے اتریں گے بعض مستور قانونی گوشوں کی تشریح و توضیح کی بجائے اس آرڈیننس کے ہی

Marfat.com

خاتمے کا مطالبہ کرنا کتنی کج فکری اور کور ذہنی کی علامت ہے۔

اب آیئے ان کی ایک اور فکری الجھن کی نقاب کشائی کر کے حقیقت کے رخ زیبا سے پردہ اٹھاتے ہیں عاصمہ جہانگیر صاحبہ کا کمیشن کئی سالوں سے غیرت کے نام پر کیے جانے والے قتل کو قتل عمد قرار دیئے جانے کا پرزور مطالبہ کر رہا ہے۔ اس پروپیگنڈے میں دوسری این جی اوز بھی شامل ہیں اور انہوں نے چند ماہ قبل چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف کی زبان سے ایک کانفرنس میں یہ کہلوا بھی دیا تھا کہ غیرت کے نام پر خون قتل عمد تصور ہوگا اس وقت بھی راقم الحروف نے جنرل صاحب کی اس اسٹیٹ منٹ کے جواب میں اسی اخبار میں تفصیلی کالم لکھا تھا کہ غیرت کے نام پر خون قتل عمد نہیں ہے اب دوبارہ ان کے ابہام کو دور کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں شک نہیں کہ غیرت کے نام پر خون ہمارے معاشرے کا ایک شرمناک فعل ہے اس کے خلاف ضرور قانون سازی ہونی چاہیئے اور کسی بھی شخص کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے لیکن غیرتی قتل کو قتل عمد قرار دے کر قصاص کا مطالبہ کرنا از خود پرلے درجے کی حماقت اور عالمی اسلامی قوانین سے بے خبری کا نتیجہ ہے جرم وسزا کے فلسفہ کے متعلق واجبی سا علم رکھنے والا شخص بھی اسی نقطہ نظر کی نامعقولیت کا ادراک کر سکتا ہے کیونکہ دنیا کی کسی بھی ریاست کا عدالتی و قانونی نظام جرائم کے پس پشت محرکات اور اسباب کا تعین کئے بغیر ان کی سزا کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کی حماقت نہیں کر سکتا مزید یہ کہ دنیا کے ہر ملک میں فوری اشتعال کے نتیجے میں کئے جانے والے جرائم کو ہمیشہ عام جرائم سے مختلف درجے میں رکھا جاتا ہے یہ معاملہ صرف قبائلی علاقائی اور اسلامی معاشروں کا ہی نہیں بلکہ یورپی ممالک بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب غیرت کے نام پر قتل اور قتل عمد کے عوامل (Factors) یکساں نہیں ہوتے تو ان کی سزا کیسے یکساں ہو سکتی ہے ویسے بھی اگر بنظر

Marfat.com

عمیق دیکھا جائے تو ایک باپ اپنی بیٹی یا ایک بھائی اپنی بہن کو قتل کرنے کے بعد اپنے آپ کو ایک ایسی اذیت ناک صورت حال بلکہ سزا سے دوچار کر لیتا ہے جو'' Self inflicted'' سزا ہی اس کے لیئے کافی ہے اس کے علاوہ کسی بھی اسلامی ملک بلکہ بعض یورپی ممالک میں بھی غیرتی قتل کو قتل عمد نہیں سمجھا جاتا مثلاً سپین اور پرتگال میں ایسی دفعات اب تک ان کے قانونی ڈھانچے کا حصہ ہیں جن میں غیرت کے سبب قتل کے نتیجے میں قاتل کو سزا میں تخفیف یا مکمل رہائی کی گنجائش رکھی گئی ہے تاہم بعض عرب ممالک کے مجموعہ ہائے تعزیرات میں ان امور کی تشریح میں معمولی سا اختلاف پایا جاتا ہے مثلاً کچھ نے اس کے نفاذ کو بدکاری کی عملی صورتوں تک محدود رکھا جن میں مصر، تیونس، لیبیا اور کویت وغیرہ شامل ہیں یہ ممالک ایسی صورت میں سزا میں کمی کے تو قائل ہیں لیکن مکمل رعایت کو روا نہیں سمجھتے جبکہ بعض دوسرے مسلم ممالک شام اور لبنان کے قوانین اس سزا کے نفاذ کے لیئے ناجائز بستر (Unlawful bad) تک اس کو وسعت دیتے ہیں مذکورہ جزوی اختلافات تو اپنی جگہ لیکن ان میں کوئی ملک بھی غیرتی قتل کو قتل عمد قرار نہیں دیتا اور جہاں تک تعزیراتی سزا کا تعلق ہے اس کے ہم بھی قائل ہیں اس کے علاوہ پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں کے سینکڑوں فیصلہ جات ریکارڈ پر ہیں جن میں غیرتی قتل کو قتل عمد قرار نہیں دیا گیا۔

Marfat.com

عاصمہ جہانگیر صاحبہ! حقائق حاضر ہیں......

عدلیہ کی یرغمالی اور قانون توہین رسالت

عاصمہ جہانگیر صاحبہ آپ احساس کمتری کی بنا پر مغرب کی ظاہری بالادستی کے سامنے ہتھیار ڈال چکی ہیں یا ان کی طرف سے ملنے والی ''فنڈنگ'' کے باعث ان کی احسان مندی کا قرض چکا رہی ہیں۔ جو صورت بھی ہے قابل مذمت ہے۔ کاش آپ نے اسلام کا ہمہ جہتی اور کثیر السمتی مطالعہ کیا ہوتا تو آپ کبھی بھی دین اسلام کو دنیاوی معاملات میں ثانوی حیثیت نہ دیتیں اور آپ پر یہ عقدہ کھلتا کہ جب انسانی شعور ابھی ابتدائی مراحل میں تھا' انسانی حقوق و ضابطے ذہنوں کے بند دریچوں میں مقفل پڑے تھے اور انسان وحیوان میں تمیز ناممکن تھی اس وقت اسلام نے دماغوں کے بت خانوں میں توہمات کے صنم پاش پاش کر کے ذہنوں کو سوچنے اور سمجھنے کے قابل بنایا۔

Marfat.com

جو شخصیت ہر چیز پر مغربی رنگ دیکھنے کی عادی ہو چکی ہو اسے پاکستان کا عدالتی نظام اور اس کا طریقہ کار کیونکر پسند آئے گا ہماری آزاد خیال خواتین کا تو یہ حال ہے کہ ہر وہ چیز جس کے ڈانڈے اسلام' پاکستان اور مشرق سے ملتے ہوں وہ ان کی نظروں میں معتوب ٹھہرتی ہے۔ اس سوال کے جواب میں کہ کیا ہماری عدلیہ بنیاد پرست ہے عاصمہ جہانگیر صاحبہ کہتی ہیں'' ساری عدلیہ تو بنیاد پرست نہیں البتہ جو بنیاد پرست بیٹھے ہوئے ہیں وہ دوسروں کو بھی یرغمال بنا لیتے ہیں۔''

اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر بنیاد پرستی سے ان کی مراد اپنی دینی واخلاقی اور معاشرتی تہذیبی روایات کی پاسداری ہے یا اپنے مذہب و آئین کے مطابق اپنے اقدار و روایات کا تحفظ و فروغ ہی ہے تو پھر ایسی بنیاد پرستی پر استقامت کو دوسروں کے خلاف یرغمالی کا ذریعہ قرار دینا از خود حماقت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے کیونکہ ایک جج کی شان ہی یہ ہے کہ وہ اپنے حلف میں بیان کردہ الفاظ کے مطابق قانونی و آئینی اور اخلاقی و شرعی حدود و قیود و احکام پر عملدر آمد کو یقینی بنائے اگر کسی معاشرے کی عدلیہ ہی وہاں کی اقدار و روایات سے بغاوت کا راستہ اختیار کر لے تو پھر ان کی حفاظت کی ضمانت کون سا ادارہ دے گا اس میں شک نہیں کہ ہمارے ہاں بعض عدالتی فیصلوں سے انصاف کی جھلک ذرا کم دکھائی دیتی ہے لیکن ایسی استثنائی صورتیں تو دنیا کے ہر عدالتی نظام میں پائی جاتی ہیں اور ہمارا عدالتی نظام اگر کچھ ممالک کے عدالتی نظاموں سے قدرے کمتر اچھا ہے تو بہت سے ممالک کے عدالتی نظاموں سے کافی حد تک بہتر ہے لیکن ان کمزوریوں کو بنیاد بنا کر بعض ججوں کے سر پر بنیاد پرستی کا الزام تھوپنا اور پھر انہیں دوسرے ججوں کی یرغمالی کا ذمہ دار قرار دینا تو ویسے ہی انصاف کے تقاضوں کا خون کرنے کے مترادف ہے کیا عاصمہ جہانگیر صاحبہ یہ بتانا پسند

Marfat.com

فرمائیں گی کہ ہماری عدالتی تاریخ میں آج تک کون سا ایسا کیس سامنے آیا ہے جس میں بعض ججوں نے اپنا فیصلہ سناتے وقت دوسرے ججوں کے ہاتھ باندھے ہوئے تھے کیونکہ یرغمالی کا تو یہی مطلب ہے کہ دوسروں کی آزادی کو صلب کر لینا۔ یا کوئی ایسا فیصلہ ہوا ہو جس میں انسانی حقوق کی دھجیاں اڑا دی گئی ہوں اور اس میں آپ کو بنیاد پرستی کی بو آتی ہو اور اگر واقعتہً ایسا کوئی کیس سامنے نہیں آیا تو آپ اپنے الفاظ سے توہین عدالت کی مرتکب ہوئی ہیں۔ عدالت کی توہین تو ایک طرف رہی وہ تو اکثر قانون توہین رسالت ﷺ کی تبدیلی کا واویلا کرتی رہتی ہیں۔ یہ مطالبہ سب سے پہلے 1995ء میں جرمنی کے چانسلر ''ہلمٹ کوہل'' نے پاکستانی دورے پر کیا تھا مغرب تو اس قانون سے اس لئے خوفزدہ ہوگا کہ کہیں یہ قانون ان کے خلاف استعمال نہ ہو لیکن عاصمہ اور ان کی ہم خیال عورتوں کو اس قانون کے نفاذ سے گھبراہٹ کے دورے کیوں پڑتے ہیں۔ ان خواتین کو عام انسان کے حقوق کی پامالی کا تو ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے۔ لیکن جو وحشی درندہ اس کائنات کے سب سے بڑے انسان جن کے صدقے انسانیت کو اپنے حقوق کا شعور حاصل ہوا اگر ان کے حقوق کا خیال نہ رکھے تو ایسے خونخوار شخص کیلئے بچانے ان کا احساس زنگ آلود کیوں ہو جاتا ہے اور پھر یہ قانون صرف حضور ختمی مرتبت ﷺ ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء و رسل کی عصمت کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ عاصمہ جہانگیر صاحبہ کا یہ کہنا کہ لوگ اس قانون سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں لہٰذا اسے ختم کر دینا چاہیے۔ بالکل ایک بھونڈی دلیل ہے کیونکہ ہر قانون کے کچھ مثبت اور کچھ منفی پہلو ہوتے ہیں۔ ان منفی پہلوؤں کی روک تھام کی بجائے اگر اس قانون کو ہی ختم کر دیا جائے تو یہ کتنی مضحکہ خیزی ہوگی اور یہ قانون جو 1986ء میں پہلی مرتبہ پاکستان میں متعارف ہوا اور PPC (تعزیرات پاکستان) کا حصہ بنا صرف اس کی دفعہ 295 سی کے مطابق ہی توہین رسالت کے مرتکب کی سزا، سزائے موت نہیں بلکہ قرآن مجید اور بائبل

Marfat.com

سمیت تمام الھامی کتب میں انبیاء ورسل کی عزت وشرف کی تاکید کرتے ہوئے ان کی توہین کے مرتکب کی سزا موت رکھی گئی ہے۔اور اس ضمن میں اہم ترین نقطہ یہ ہے کہ اللہ کریم جو ننانوے ماؤں سے بڑھ کر اپنے بندے سے پیار فرماتا ہے جب اس نے عصمت انبیاء کی مقدس چادر کو داغدار کرنے والے شخص کی سزا 'سزائے موت مقرر فرمائی ہے جو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے تو ہماری یہ خواتین انسانی حقوق کی کس طرح ٹھیکیدار بن بیٹھی ہیں کہ توہین رسالت کے مرتکب کی سزا کی معافی کا شور مچا رہی ہیں۔عاصمہ جہانگیر صاحبہ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ کو انسانی حقوق کی بے حرمتی کا اتنا ہی خوف دامن گیر ہوتا تو آپ کبھی انڈیا جا کر بھارتی فوجیوں کو مٹھائی نہ کھلاتیں کیونکہ انہیں بھارتی فوجیوں نے مقبوضہ کشمیر میں امن کے گلستانوں کو آگ لگا رکھی ہے۔انہوں نے مسلمان عورتوں کی عزتیں لوٹیں' مسلمان بچیوں کے دوپٹے اچھالے' ان کی آزادی پر شبخون مارا اور آج بھی کشمیریوں کے خون کے پیاسے بن کر کشمیر کے جنت نما مرغزاروں میں قیامت صغریٰ برپا کیے ہوئے ہیں۔آپ انسانی حقوق کی بحالی کا نعرہ لگاتی ہیں کیا آپ کو بھارتی فوجیوں کو مٹھائی کھلاتے وقت کشمیر کے نہتے شہریوں کے جسموں سے ابلتے ہوئے خون کے فواروں کا خیال نہیں آیا؟ مزید یہ کہ آپ نے وہاں جا کر ''لڈی'' ڈالی اور اسے علاقائی ثقافت قرار دیا کیا ظلم کے چناروں میں امن مشن لے کر جانے والے رقص کیا کرتے ہیں دو ناراض بلکہ دشمن ملکوں کے درمیان افہام وتفہیم اور امن وآشتی پیدا کرنے کا یہ تو کوئی طریقہ نہیں کہ ایک گھر میں صف ماتم بچھی ہوئی ہو اور آپ ان کے دشمن کو مٹھائیاں کھلا رہی ہوں مجھے تو یہ وہ امن لگتا ہے جس کے چرنوں میں ظلم عریاں ناچ رہا ہے۔

اور پھر عالمی سطح پر جس مغرب کے معاشرے اور ان کی اجتماعی دانش سے آپ متاثر ہیں ان کی منافقت کا تو یہ حال ہے کہ ان کے اپنے ہاں اگر کتا یا بلی بھی ناحق مر جائے

Marfat.com

تو وہ اس کی ہلاکت پر آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں لیکن کشمیر کی وادیوں میں بہتا ہوا انسانی لہو فلسطین کی سرزمین پر فضا میں اڑتے ہوئے انسانی لاشوں کے چیتھڑے اور بوسنیا اور صومالیہ میں مسلمانوں کی اجتماعی نسل کشی دیکھ کر اقوام متحدہ سمیت امریکہ ومغرب اور اس کے انسانی حقوق کی تنظیموں کے جذبہ انسانیت پر بے حسی کی برف کے بڑے بڑے تودے گر پڑتے ہیں اور وہ صدائے احتجاج بلند نہیں کرتے۔ عاصمہ جہانگیر صاحبہ آپ احساس کمتری کی بنا پر مغرب کی ظاہری بالا دستی کے سامنے ہتھیار ڈال چکی ہیں یا ان کی طرف سے ملنے والی ''فنڈنگ'' کے باعث ان کی احسان مندی کا قرض چکا رہی ہیں۔ جو صورت بھی ہے قابل مذمت ہے۔ کاش آپ نے اسلام کا ہمہ جہتی اور کثیر السمتی مطالعہ کیا ہوتا تو آپ کبھی بھی دین اسلام کو دنیاوی معاملات میں ثانوی حیثیت نہ دیتیں اور آپ پر یہ عقدہ کھلتا کہ جب انسانی شعور ابھی ابتدائی مراحل میں تھا' انسانی حقوق وضابطے ذہنوں کے بند دریچوں میں مقفل پڑے تھے اور انسان وحیوان میں تمیز ناممکن تھی اس وقت اسلام نے دماغوں کے بت خانوں میں توہمات کے صنم پاش پاش کر کے ذہنوں کو سوچنے اور سمجھنے کے قابل بنایا۔ آج اگر مسلمان حکمرانوں کی نالائقیوں کی وجہ سے مسلم امہ عالمی سطح پر اغیار کی دریوزہ گر ہے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اسلام کی ''آئیڈیالوجی'' دنیا کے نظریات سے مات کھا گئی ہے ۔ لکھنے کو تو اس موضوع پر دلائل کے انبار موجود ہیں مگر سو باتوں کی ایک یہ ہے کہ اگر آپ نے اپنے زاویہ فکر اور طرز عمل کو تبدیل کر لیا تو دنیوی کامیابی کے علاوہ آخرت کی عطا ئیں بھی آپ کی منتظر ہوں گی اور اگر اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہیں تو میں اقبال کی زبان میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں۔

سمجھ میں نقطہ توحید آ تو سکتا ہے
کسی کے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

Marfat.com

ہماری مذہبی سوچ اور اس کا خوفناک انجام

ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ ان حالات میں جبکہ عالمی استعماری و سامراجی طاقتیں اسلام کے خلاف زہر اگل رہی ہیں۔ طاغوتہائے زمانہ مسلمانوں کی رگوں میں دوڑنے والے آزادی کے خون کو چوس لینا چاہتا ہے' عالمی معیشت کی منڈیوں میں صیہونیت نے اپنے پنجے جمارکھے ہیں' مغرب کی بے حیا اور زہر آلود تہذیب کے جراثیم امت مسلمہ کی نوجوان نسل کے ایمانی جذبات کو کچل رہے ہیں' انٹرنیٹ اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے ابلاغیات کی جنگیں (Media Wars) لڑکر ذہنوں کو مسخر کیا جارہا ہے۔ مگر ہمارا مذہبی طبقہ ابھی تک ان موضوعات پر مناظرے کررہا ہے کہ گیارہویں شریف کا ختم دلانا جائز ہے یا نہیں؟ رفع دین کرنے والے کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ نیز نماز میں آمین بالجہر کہنا چاہیے۔

Marfat.com

اسلام اور امت مسلمہ کی اساس و بنیاد کسی رنگ نسل' علاقے یا زبان پر نہیں بلکہ ایک نظریے (Idealogy) پر ہے۔ جس قوم یا امت کی بنیاد ہی کسی نظریے پر ہوتی ہے اسے اپنی بقا کے لئے اس نظریہ کا تحفظ اس طرح کرنا پڑتا ہے جس طرح ایک جاندار اپنی جان اور ذی روح مخلوق اپنی روح کی حفاظت کرتی ہے۔ کیونکہ جب تک نظریہ قائم اور زندہ رہتا ہے وہ قوم یا امت باقی رہتی ہے لیکن جونہی نظریہ کمزور پڑتا ہے اس قوم کی وحدت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اس تناظر میں دیکھا جائے تو اسلام محض ایک مسلک یا مذہب ہی نہیں بلکہ ایک جامع دین ہے۔ جو زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے لیکن بدقسمتی سے آج اسلام مذاہب مسالک اور شخصیات کے خوشنما خولوں میں بند ہوتا جارہا ہے۔ جہاں تک اختلاف رائے کا تعلق ہے تو اسلام اس کی نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ اصول کی بجائے فروع میں اختلاف کرنیوالے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اور اس اختلاف کا مقصد انتشار پیدا کرنا نہیں بلکہ پیش آمدہ مسائل میں شریعت کا حکم تلاش کرنے کی سعی کرنا ہوتا ہے۔ اور اصل ہدف تلاش حق ہوتا ہے اسی اختلاف کے سبب علم کی ترویج و اشاعت ہوتی ہے اور یہی اختلاف کسی بھی معاشرے میں ترقی کی جان اور زندگی کی روح ہوتا ہے لہٰذا ایسا اختلاف ہمیشہ اس معاشرے میں پایا جائیگا جس میں صاحبان علم و فکر ہوں گے اور جو معاشرہ اختلاف رائے رکھنے والوں سے خالی ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس معاشرے میں تنفس نہیں بستے بلکہ پتھر کی بے جان مورتیاں ہیں جنہیں کسی نے معاشرتی بت خانے میں سجا رکھا ہے۔ اختلاف رائے صحابہ کرام' تابعین اور آئمہ کرام میں بھی رہا ہے لیکن صرف رائے کے اختلاف کی بنا پر کسی صحابی تابعی یا امام نے دوسرے پر نہ صرف یہ کہ کفر کے فتوے نہیں لگائے بلکہ جہاں تک ان کے لئے ممکن ہو سکا جس سے اختلاف کیا جارہا ہے اس کی تعظیم و تکریم

Marfat.com

میں فرق نہیں آنے دیا۔ یہی مسلم امہ کے اتحاد و یگانگت کا راز اور عالمی سطح پر ان کے تسلط و غلبہ کا بنیادی سبب تھا۔ لیکن جب سے اختلاف تنازعہ کا باعث بن گیا اور اپنے موقف و مسلک کو دوسرے پر ٹھونسنے اور دین پر ترجیح دینے کی بنیاد پڑی ہے اس وقت سے مسلمانوں کی وحدت کی عمارت میں دراڑیں پڑنا شروع ہو گئی ہیں اور کفر پر ان کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی ہے۔

اس وقت حالت یہ ہے کہ باقی مسلمان ممالک کو چھوڑ کر صرف پاکستان کو ہی لے لیں تو یہاں مسالک و مذاہب بے حد و حساب ہیں اور باعث حیرت بات یہ ہے کہ ہر شخص جس مسلک کا پیروکار ہے جس شخصیت کا عقیدت مند ہے وہ خود کو جنتی اور دوسرے کو جہنمی سمجھتے ہوئے اسے نہ صرف دین سے خارج بلکہ قابل گردن زنی سمجھتا ہے۔ شیعہ کو اعتراض ہے کہ دیوبندی حب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اظہار نہیں کرتا جبکہ بریلوی کا عقیدہ ہے کہ وہابی عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی ہے۔ اہلحدیث سنی کو شرک کی دلدل میں پھنسا ناچاہتا ہے اور دیوبندی شیعوں کو عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا منکر سمجھتا ہے اسی محدود مذہبی سوچ کا نتیجہ ہے کہ ہر مکتب فکر نے دوسروں کے خلاف محاذ جنگ کھولا ہوا ہے اور ان کی ساری دعوتی و تبلیغی کاوشوں کا مقصود صرف اور صرف اپنے مسلک کا تحفظ اور پرچار کرنا ہے اس مقصد کیلئے دھڑا دھڑ لٹریچر بھی چھاپا جارہا ہے اور کانفرنسز اور جلسے جلوس بھی کئے جارہے ہیں۔ چھوٹی سی بات پر دوسرے کو کافر قرار دینا معمول بن چکا ہے اپنے مسلک کی بقا کے لئے محدود مذہبی سوچ رکھنے والا طبقہ اتنا متشدد واقع ہوا ہے کہ وہ دوسرے مسلک کے شخص کو قتل کرنے کو جہاد اور اس کے مقابلے میں قتل ہونے کو شہادت سمجھتا ہے۔ اس طرح دین کی ان خود ساختہ تعبیروں نے امت مسلمہ کے وجود کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اگر ہم اکابرین کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو ان کی وسعت ظرفی اور وسیع المشربی کا یہ عالم تھا کہ اپنے

Marfat.com

شدید مخالفین کے بارے میں بھی وہ اپنے اندر نرم گوشہ رکھتے تھے۔ اہل شام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جو بغاوت کی اس سے کون صاحب علم واقف نہیں؟ سیاسی واجتہادی غلطیوں کے نتیجے میں جو خونریزی ہوئی وہ سارے واقعات تاریخ کے سینے میں محفوظ ہیں لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اہل شام جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے کیا وہ کافر ہیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں کفر سے تو وہ بھاگ کر اسلام کی طرف آئے ہیں پوچھا گیا تو کیا پھر وہ منافق ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں منافق کثرت سے خدا کو یاد نہیں کرتے اور یہ لوگ کثرت سے یادالٰہی کرتے ہیں پوچھا گیا تو پھر وہ کیا ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''وہ ہمارے ہی دینی بھائی ہیں۔ جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے''۔

اس روایت میں ہمارے مذہبی طبقے کے لئے فکر کا کتنا سامان موجود ہے۔ کاش ہم نے چھوٹے چھوٹے فروعی اختلافات کو بنیاد بنا کر ایک دوسرے کے خلاف دشمنیوں کے محاذ نہ کھولے ہوتے تو آج اجتماعی طور پر مسلمانوں کی یہ حالت زار نہ ہوتی۔

ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ ان حالات میں جبکہ عالمی استعماری و سامراجی طاقتیں اسلام کے خلاف زہر اگل رہی ہیں' طاغوت ہائے زمانہ مسلمانوں کی رگوں میں دوڑنے والے آزادی کے خون کو چوس لینا چاہتا ہے' عالمی معیشت کی منڈیوں میں صیہونیت نے اپنے پنجے جما رکھے ہیں' مغرب کی بے حیا اور زہر آلود تہذیب کے جراثیم امت مسلمہ کی نوجوان نسل کے ایمانی جذبات کو کچل رہے ہیں' انٹرنیٹ اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے ابلاغیات کی جنگیں (Media Wars) لڑ کر ذہنوں کو مسخر کیا جا رہا ہے۔ مگر ہمارا مذہبی طبقہ ابھی تک ان موضوعات پر مناظرے کر رہا ہے کہ گیارہویں شریف کا ختم دلانا جائز ہے یا نہیں؟ رفع دین کرنے والے کے پیچھے نماز ہوتی

Marfat.com

ہے یا نہیں؟ نیز نماز میں آمین بالجہر کہنا چاہیے۔ یا مخفی زمانے کے حقائق کو جھٹلایا نہیں جا سکتا یہ مصدقہ تاریخی حقیقت ہے کہ جب یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکانے کے لئے منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ اس وقت عیسائی علماء ان مباحث اور مناظروں میں مصروف تھے کہ کوا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو کی روٹی کھانا باعث ثواب ہے یا خمیری۔ اس مذہبی طبقے کی لاشعوریت کا جو نتیجہ نکلا وہ ساری دنیا کے سامنے ہے۔

آج نظریات کے افلاس کا شکار دنیا جب ہر طرف سے مایوس ہو کر اسلام کے سکون بخش اور دلکش نظریہ حیات کی طرف پلٹتی ہے تا کہ اپنے کھوئے ہوئے اطمینان کو حاصل کر سکے تو وہ دہلیز اسلام پر کھڑے طرح طرح کے نظریات دیکھ کر مایوس ہو کر واپس پلٹ جاتی ہے قبول اسلام کی تمنا رکھنے والا یہ سوچ کر کہ وہ مولانا امام احمد رضا خان صاحب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب یا امام خمینی صاحب میں سے کس کی دینی فکر اور تعبیر قبول کرے اور یہ کہ وہ بریلوی اسلام قبول کرے گا یا دیوبندی یا شیعہ مسلمان کہلائے گا' اپنی سابقہ حالت پر رہنے کو ہی ترجیح دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج یورپ کے متشدد پادریوں نے شور مچا رکھا ہے کہ جس امت کا مذہبی طبقہ ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ ان کا نبی ﷺ نور ہے یا بشر تو وہ دنیا کی قیادت کیا کرے گا؟ اور انہوں نے مسلمانوں کی غیرت کو للکارتے ہوئے اپنی نوجوان نسل کو کہا ہے کہ خبردار اسلام کے قریب نہ جانا ''یہ ایک چلا ہوا کارتوس ہے''۔

یہ کس قدر لرزا دینے والی بات ہے کہ ہمارا مخصوص مذہبی سوچ رکھنے والا مسلکی طبقہ جب دوست واحباب میں مل کر بیٹھتا تو بریلوی مکتب فکر کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کو کوستے ہیں کہ دیوبندی مسلک میں ہم سے آگے بڑھ گئے ہیں' انہوں نے زیادہ مدرسے بنا لئے ہیں جبکہ وہابی نقطہ نظر رکھنے والے باہم کف افسوس ملتے ہیں کہ ہماری نسبت بریلوی حضرات کے پاس زیادہ مساجد ہیں نیز ان کے خطیب ہم سے زیادہ ہوشیار

Marfat.com

ہیں۔ وہابی حضرات اپنی جگہ پریشان ہیں کہ پچھلی عید قربان پر اہلحدیث حضرات نے ہم سے زیادہ قربانی کی کھالیں کس طرح اکٹھی کرلیں؟ یہ بھانت بھانت کی بولیاں سن کر کبھی کبھی میرا کلیجہ پھٹنے کو آتا ہے کہ یہ لوگ دین اسلام کی بات کیوں نہیں کرتے؟ اور یہ کہ مذہبی طبقہ اس بات پر غور کیوں نہیں کرتا کہ اس وقت پوری دنیا میں یہودی بہت زیادہ پھیل رہے ہیں، عیسائی مشنری دعوت و تبلیغ اور لٹریچر و تعلیمی اداروں کے ذریعے دنیا میں عیسائیت کے فروغ کے لئے ٹھوس کام کر رہی ہے نیز قادیانی اپنی مذموم سرگرمیوں کے ذریعے مسلم امہ کے وجود کو دیمک کی طرح چاٹ کر اندر ہی اندر سے کھوکھلا کر رہے ہیں اور اس وقت اسلام کے خلاف کفر ملت واحدہ بن چکا ہے۔

اکیسویں صدی میں غیرت مندانہ طریقے سے داخل ہونے کے لئے جب دنیا کی تمام اقوام ٹھوس منصوبہ بندی کر چکی ہیں اگر ہمارے مذہبی طبقے کی سوچ یہی رہی جس کا ذکر کیا گیا ہے تو اس کا انجام کتنا بھیانک اور خوفناک ہوگا اس کا تصور کر کے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھیے حضرت امام مالک کا یہ قول کتنا مبنی برحقیقت ہے کہ "اس امت کے آخری حصے کی اصلاح ہرگز نہ ہو سکے گی مگر صرف اسی طریق پر جس پر پہلے حصے کی اصلاح ہوئی تھی"۔

Marfat.com

امریکہ کا دوہرا عالمی معیار اور تاریخ کا جبر

یہ حقائق چلا چلا کر کہہ رہے ہیں کہ اس وقت مظلوم، مجبور اور مقہور اقوام امریکہ کو تاریخ کا جبر سمجھ کر قبول کیے بیٹھی ہیں کیونکہ امریکہ اپنے سازشی کردار سامراجی سٹائل اور دنیا بھر کے معاشی استحصال کی بدولت اس پوزیشن میں ہے کہ وہ اقوام عالم کے ریوڑ کو اپنی لاٹھی سے ہانک سکے اور دنیا بھر کی قومیں مجبور ہیں کہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنا گلہ اسی وحشی درندے کے خونخوار دانتوں کے نیچے رکھ دیں بھلا عالمی سطح پر امریکہ اپنے اس جمہوریت شکن کردار کے باوجود کیونکر اس قدر بوکھلا کر پاکستان میں جمہوریت کی بحالی کے لئے ''ٹائم فریم ورک'' کا مطالبہ کر رہا ہے؟ اہل بصیرت وفراست کے لئے اس میں فکر کا بڑا سامان موجود ہے۔

Marfat.com

یہ فارمولا بڑے عرصے سے چلا آرہا ہے کہ گاؤں کا چوہدری چونکہ سینکڑوں مربع اراضی اور ڈھیر سارے مزارعوں کا مالک ہوتا ہے اس لئے معاشی اور افرادی قوت کے بل بوتے پر وہ خود بخود چوہدری بن بیٹھتا ہے خواہ پورے گاؤں کے لوگوں کے دلوں میں اس کے خلاف نفرت اور کدورت کی آگ کے انگارے دہک رہے ہوں۔ اسی فارمولا کو اگر عالمی سطح پر ''Extention'' دی جائے تو آج عالمی بستی (Globel Village) کا چوہدری امریکہ بنا بیٹھا ہے۔ جمہوریت کے چیمپئن اور عالمی امن کے اس نام نہاد ٹھیکیدار نے نیو ورلڈ آرڈر جو دراصل جیو ورلڈ آرڈر (Jews World Order) ہے کے نام پر غریب اور تیسری دنیا کے ممالک کے خلاف پچھلی نصف صدی سے جس درندگی اور سفاکی کا مظاہرہ شروع کر رکھا ہے وہ از خود جمہوریت اور امن کے نام پر بدنما داغ ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جہاں امریکہ کو اپنے مفادات نظر آئیں تو چاہے انسانی قدروں کو پامال ہی کیوں نہ کرنا پڑے وہاں یہ ملک اپنے پنجے ضرور گاڑھے گا۔ ہمیں امریکہ کے ساتھ کوئی خدا واسطے کا بیر نہیں ہے بلکہ حقائق ایسے ہیں جو اس ملک کے دوہرے عالمی معیار کا بین ثبوت ہیں مثلاً ایک وقت میں افغان مجاہدین کی مالی اخلاقی اور سفارتی مدد صرف اس لئے کی جاتی ہے کہ امریکہ ان کے ہاتھوں اپنے ہم پلہ روس کو شکست و ریخت کے اندھے گڑھوں میں دھکیلنا چاہتا ہے لیکن جب مقصد پورا ہو جاتا ہے تو انہیں مجاہدین پر دہشت گردی کا الزام لگا دیا جاتا ہے پاکستان ایٹمی دھماکے کرتا ہے تو امریکہ کی طرف سے اس پر اقتصادی پابندیاں عائد کر دی جاتی ہیں لیکن بھارت میں چونکہ امریکی مفادات کی فصل پک رہی ہے اس لئے اس کے خلاف صرف ایک مذمتی بیان جاری کیا جاتا ہے اس سے پہلے ۱۹۶۲ء میں امریکہ نے بھارت کو بھاری مقدار میں فوجی و اقتصادی مدد دی لیکن ۱۹۶۵ء میں پاکستان کیلئے حالت

Marfat.com

جنگ میں بھی فوجی پرزے اور سازو سامان روک لیا تاکہ پاکستان جنگ میں گھٹنے ٹیک دے بلکہ بعد میں بھی ۱۹۷۱ء کی جنگ میں امریکہ کی ہمدردیاں اور معاونت بھارت کیساتھ رہی کچھ عرصہ قبل سابق امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر نے تسلیم کیا تھا کہ ''مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں امریکہ نے بھارت کی مدد کی تھی'' مسئلہ کشمیر نصف صدی سے زائد عرصے سے ایک حل طلب مسئلہ ہے لیکن امریکہ اسے متنازعہ تسلیم کرتا ہے بلکہ اس نے ہمیشہ کشمیری عوام کی بجائے ہندو بنیے کا ساتھ دیا اسی وجہ سے رابن رافیل نے کہا تھا کہ ''مسئلہ کشمیر کے بارے میں ہماری ترجیح نہیں ہے'' بلکہ رابن رافیل اور بھارت میں امریکی سفیر فرینک وزنر نے آزاد کشمیر کے رہنماؤں پر دباؤ بھی ڈالا تھا کہ وہ مقبوضہ کشمیر میں نام نہاد سیاسی انتخابات کی حمایت کریں ابھی امریکہ کے صدر بل کلنٹن نے اپنے جنوبی ایشیا کے حالیہ دورہ کے دوران جس طرح پاکستان کو نظر انداز کیا ہے یہ بھی امریکہ کے جمہوری رویے کے تضاد اور نفاق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس لحاظ سے دوہرا معیار امریکہ کا انٹرنیشنل کردار رہا ہے۔

ایمل کانسی کے واقعہ کو ہی لیں اسے بیرونی طاقتوں نے اپنے ہاں ایک کاروائی کے نتیجہ میں پاکستان سے اٹھا کر ۳.۵ بلین ڈالر کے عوض امریکہ کے حوالے کیا ہے جبکہ دوسری طرف ''ولیم روگر'' جس نے جولائی ۱۹۸۸ء میں ایران کے سول طیارے کو میزائل سے مار گرایا تھا جس کے نتیجے میں ۳۰۰ کے قریب شہری شہید ہو گئے تھے امریکہ نے اس شخص کو اس شرمناک کاروائی کے نتیجے میں اعلیٰ اعزاز سے نوازا۔ ایک طرف ایمل کانسی کے ایک ساتھی زاہد میر کو گزشتہ تین سال سے صرف اس لئے پکڑ رکھا ہے کہ وہ ایمل کانسی کا روم میٹ تھا جبکہ دوسری طرف بوسنیا میں '' رادوان کرادزک'' نامی شخص کو ابھی تک نہیں پکڑا جا رہا جو ہزاروں

Marfat.com

مسلمانوں اور عیسائیوں کا قاتل ہے۔امریکہ کو اسامہ بن لادن کی جہادی کاروائیاں تو وحشتناک نظر آتی ہیں لیکن ''رادوان کردزک'' کی انسانیت سوز اور اخلاق باختہ سرگرمیاں کیوں نہیں نظر آتیں؟ دراصل متوسط وغریب اور بالخصوص مسلمان ممالک کے خلاف صہیونی کاروائیاں امریکہ کا پیشہ اورمشغلہ ہیں کون نہیں جانتا کہ امریکہ نے سوڈان میں الشفا نامی فیکٹری پرصرف اس لئے بمباری کی کہ اس کا مالک اسامہ بن لادن کا ساتھی تھا اورالزام یہ عائد کیا کہ اس فیکٹری میں کیمیاوی ہتھیار تیار کئے جاتے ہیں لیکن بعد میں تحقیق پر پتہ چلا کہ وہاں ادویات تیار ی جاتی تھیں سوڈان کا اصل قصور یہ ہے کہ وہ اپنے ہاں کئی شعبوں میں اسلامی قوانین نافذ کر چکا ہےاوراسلامی و جہادی تحریکوں کی سرپرستی کرتا رہا ہےاسی جرم کی پاداش میں امریکہ نے سوڈان کے خلاف وحشیانہ کاروائی کی امریکہ نے اسی قسم کی کاروائی لیبیا کے خلاف بھی کی وہاں بھی سوڈان والا الزام عائد کر کےایک کارخانے پرشدید بمباری کی جس کے نتیجے میں لیبیا کے صدر کرنل قذافی کی لے پالک بیٹی بھی شہید ہوگئی لیکن بعد میں عالمی اداروں کی ایجنسیاں صورت حال کا جائزہ لینے کیلئے لیبیا آئیں۔انہوں نے جورپورٹ شائع کی اس کے الفاظ یہ تھے کہ ''جس کارخانے کو ایٹمی ہتھیاروں کا کارخانہ قراردے کر امریکہ نے شدید بمباری کی اس میں ایٹمی ہتھیار نہیں بلکہ فصلوں کے لئے کیڑے مار ادویات تیار کی جاتی تھیں نیز اس حملے کے نتیجے میں لیبا کے کئی بے گناہ مزدور بھی ہلاک ہو گئے'' عالمی جارح امریکہ نے صرف یہی نہیں بلکہ افغانستان سے اسامہ بن لادن کو مانگا' انکار پر افغانستان پر میزائلوں کی بارش کردی جس کے نتیجے میں اسامہ تو ''وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا

Marfat.com

کرے'' کے مصداق مامون ومحفوظ رہے لیکن کئی بے گناہ افغان شہری شہید ہو گئے۔
جبکہ دوسری طرف امریکہ کا منافقانہ کردار یہ ہے کہ وہ عالمی امن کا داعی ہے عالمی ضمیر پر یہ قرض ہے کہ وہ امریکہ سے پوچھے کہ کیا معصوم انسانی جانوں اور کارخانوں میں کام کرنے والے غریب مزدوروں کے خون سے ہولی کھیلنا امن وآشتی کے ماتھے پر بدنما دھبہ نہیں ہے؟ یہ تو وہ اُمن ہے ''جس کے چرنوں میں ظلم ننگا ناچ رہا ہے'' ابھی بھی اگر امریکہ یہ جعلی منطق دہرائے کہ ہم دہشت گردی کے مخالف ہیں نہ کہ اسلام کے تو کون ذی شعور انسان اس پر اعتبار کرے گا؟ امریکہ کے دوہرے عالمی معیار کے خدوخال کا اگر اجتماعی جائزہ لیا جائے وہ اس طرح بنتے ہیں:

۱۔ غریب لیکن بالخصوص مسلمان ممالک کے خلاف سازشوں کا جال بننا۔

۲۔ تیسری دنیا کے سیاسی دفاعی معاملات میں مداخلت کرنا۔

۳۔ مقبوضہ مسلمانوں کے خلاف استحصالی انداز اپنانا اور جنوبی ایشیا میں ایٹمی ہتھیاروں کے معاملات اور اقوام متحدہ کی مسلمان ممالک کے متعلق قراردادوں پر دوہرا معیار اپنانا۔

۴۔ بعض جعلی ایشوز کے حوالے سے منفی پراپیگنڈہ کرنا ان حربوں کا شکار کبھی کیوبا ہوا کبھی مصر اڑنگے پر رہا' کبھی عراق کی درگت بنائی کبھی ویت نام کو پھانسا گیا اور کبھی ترکی مشق ستم بنا۔

۵۔ بالادستی کی خواہش کو امریکہ کبھی نہیں چھپا سکا خواہ اس کے لئے اسے اپنے چہرے سے جمہوریت کا ماسک اتارنا ہی کیوں نہ پڑے۔

مندرجہ بالا سارے حقائق چلا چلا کر کہہ رہے ہیں کہ اس وقت مظلوم' مجبور

Marfat.com

اور مقہور اقوام امریکہ کو تاریخ کا جبر سمجھ کر قبول کیے بیٹھی ہیں کیونکہ امریکہ اپنے سازشی کردار سامراجی سٹائل اور دنیا بھر کے معاشی استحصال کی بدولت اس پوزیشن میں ہے کہ وہ اقوام عالم کے ریوڑ کو اپنی لاٹھی سے ہانک سکے اور دنیا بھر کی قومیں مجبور ہیں کہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنا گلہ اسی وحشی درندے کے خونخوار دانتوں کے نیچے رکھ دیں بھلا عالمی سطح پر امریکہ اپنے اس جمہوریت شکن کردار کے باوجود کیونکر اس قدر بوکھلا کر پاکستان میں جمہوریت کی بحالی کے لئے ''ٹائم فریم ورک'' کا مطالبہ کر رہا ہے؟ اہل بصیرت و فراست کے لئے اس میں فکر کا بڑا سامان موجود ہے۔

Marfat.com

مسلمانوں کے احیاء کا مسئلہ

"جہاں تک مسلمانوں کے احیاء" کا مسئلہ ہے تو میں دور جدید میں نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے حوالے سے مایوس نہیں ہوں بلکہ پرامید ہونے کے ساتھ ساتھ اکیسویں صدی کو بعض ٹھوس حقائق کی بنا پر غلبہ امت مسلمہ کی صدی گردانتا ہوں اگر ماضی میں اسلامی تحریکوں کے قائدین جن میں مصر کے جمال الدین الجزائر کے عبد القادر سوڈان کے محمد احمد' لیبیا کے محمد علی سنوسی' صومالیہ کے محمد احمد عبد اللہ حسن' کا کیشیا کے امام شامل اور ترکمانستان کے یعقوب بیگ جیسے لوگ شامل ہیں تو دور جدید میں بھی اسلامی دنیا ایسے زعماء سے خالی نہیں ہے۔ از خود مغرب کی کوکھ سے اسلامی تحریکیں جنم لے رہی ہیں صرف چنگاری سلگنے کی دیر ہے پھر ساری دنیا مشرق تا مغرب اسلام کی لپیٹ میں ہوگی اور یہ چمن دنیا ایک بار پھر نغمہ ہائے توحید و رسالت مآب ﷺ سے گونج اٹھے گا۔ بس مسلمانوں کو اپنے احیاء کے لئے صرف خود کو فکری اتفاق واتحاد اور عملی یگانگت کی لڑی میں پرونا ہوگا۔

Marfat.com

17 اگست کو روزنامہ جنگ میں برادرم خورشید احمد ندیم صاحب کا کالم ''احیائے اسلام کا مسئلہ'' نظر سے گزرا جس میں انہوں نے اسلام کے فکری غلبہ و تسلط کے لئے علمی تشخص و برتری کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ خورشید احمد ندیم صاحب کی تحریر کے تناظر میں بعض لوگ ان پر تنگ نظری کی پھبتی کستے رہتے ہیں حالانکہ عملی زندگی میں وہ بڑے عالی ظرف اور وسیع المشرب ہیں' میں ہمیشہ ان کی تحریروں سے جزوی اختلاف کے علاوہ ان کی مسلمیت کا قائل رہا ہوں جہاں تک میرے اختلاف کا تعلق ہے تو دلائل کی روشنی میں علمی و فکری اختلاف زندہ معاشروں کی پہچان ہوا کرتا ہے اور بالخصوص قحط الرجال کے دور میں تو صاحب الرائے لوگوں کا ہونا غنیمت سے کم نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ محترم خورشید ندیم بعض دفعہ عام لوگوں کی ذہنی سطح سے بلند تر بات کہہ جاتے ہیں لیکن میرے نزدیک اس سے بھی ان کا مقصد زیر نظر مسئلہ پر بحث کا دروازہ کھول کر اسے نتیجہ خیز صورت حال سے دوچار کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اکثر اوقات میں خود محسوس کرتا ہوں کہ وہ ایک دانشور اور بالغ نظر صحافی ہونے کے باوجود اسلام پر لکھتے ہوئے ایک مخصوص ''سکول آف تھاٹ'' کی فکری چھاپ کا اظہار کر جاتے ہیں جو اس سطح کے آدمی کو بہرحال زیب نہیں دیتا۔

اب آتے ہیں اس مسئلہ کی طرف جس کو فکر و نظر کا موضوع بنانے کی دعوت انہوں نے اہل علم کو دی ہے یعنی ''احیائے اسلام کا مسئلہ'' مسئلہ کی توضیح سے قبل میں اس کے عنوان کے حوالے سے اپنے تحفظات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں میرے نزدیک مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بحالی اور شاندار مستقبل پر لکھتے ہوئے ''اسلام کے احیاء یا اسلام کی نشاۃ ثانیہ'' جیسے عنوانات ہی سرے سے مناسب نہیں ہیں کیونکہ جو چیز منہدم ہو چکی ہو اس کے دوبارہ احیاء (Revival) یا نشاۃ ثانیہ (Resurgence) کے لئے جدوجہد کی جاتی

Marfat.com

ہے اور اسلام آیا ہی ادیان عالم پر غلبہ و تسلط کے لئے تھا قرآن مجید میں ہے "اے حبیب ﷺ آپ فرمادیجئے بے شک حق (اسلام کی صورت) میں آ گیا اور باطل چلا گیا بے شک باطل کو جانا ہی تھا" اسی طرح بعثت نبوی ﷺ کا مقصد بیان کرتے ہوئے قرآن مجید کہتا ہے کہ آپ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دیں ان سے ملتی جلتی بے شمار قطعی نصوص اس بات کی بین دلیل ہیں کہ اسلام تو صبح قیامت بلکہ بعد از قیامت تک بھی آیا ہی غلبہ کے لئے ہے اسلام تو تب مغلوب ہو جب اس کے احکام میں کسی قسم کا تغیر و تبدیل واقع ہوا ہو لہٰذا مسلمانوں کی شکست خوردگی کو اسلام کی مغلوبیت پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اس لئے مسلمانوں کو غفلت و کسالت کی دلدل سے نکال کر تابناک ماضی کے آئینہ میں شاندار مستقبل کے لئے کمر بستہ کرنے کے لئے "مسلمانوں کا احیاء یا مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ" کی اصطلاحیں زیادہ موزوں اور مقصد سے قریب تر ہیں کیونکہ اسلام کی "آئیڈیالوجی" سے تو مغرب بھی لرزہ براندام ہے۔

اس ابتدائی وضاحت کے بعد اب میں ان کے کالم کے دوسرے حصے کی طرف آتا ہوں جس میں انہوں نے طالبان کے فہم اسلام سے اختلاف کرتے ہوئے انہیں اسلام کی بجائے قدیم فکر کے احیاء کا داعی قرار دیا ہے حالانکہ میرے نزدیک سلف صالحین کی فکر کا احیاء اور دور حاضر کے معروضی حالات کے تناظر میں اجتہاد کے ذریعے احکام اسلام کا اطلاق و انطباق ہی دراصل مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ ہے کیونکہ مسلمانوں کے احیاء کا کام کرنے والا کوئی فرد یا تحریک کبھی بھی اکابرین امت کے علمی و فکری ورثہ سے منقطع ہو کر محض تجدد پسندی سے اپنے حقیقی مقصد کو حاصل نہیں کر سکتی اپنے کالم کے تیسرے حصہ میں انہوں نے بعض صاحبان علم کی علمی و فکری اور دعوتی و تبلیغی کاوشوں کا ذکر اس انداز سے کیا ہے کہ جس سے دوسرے طبقے کے لوگوں کی احیائی کوششیں نظر انداز ہو جاتی ہیں۔ مجھے

Marfat.com

مولانا ابو الکلام آزاد' مولانا سید ابو اعلیٰ مودودی' مولانا امین احسن اصلاحی اور جناب جاوید غامدی صاحب کی دینی خدمات پر کوئی شک نہیں ہے لیکن میں تو ارباب فکر کی توجہ اس جانب متوجہ کروانا چاہتا ہوں کہ پچھلی صدی میں انگریز سامراج کی مسلمانوں کے خلاف فکری یلغار کے مقابلے میں امام احمد رضا خان بریلوی نے جس حکیمانہ اسلوب سے ناموس رسالت مآب ﷺ کا تحفظ کیا مسلمانوں کا اپنے نبی ﷺ کی ذات سے جس طرح قلبی وجی اور نظری و اعتقادی تعلق مضبوط کیا اور سینکڑوں کتابوں کی شکل میں امت کو جو علمی تحفہ دیا وہ ایک گرانقدر احیائی کارنامہ تھا جس کو تاریخ سے واقف کوئی صاحب دانش بھی نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اسی طرح مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے جس منہج پر علمی کام کیا اور ہزاروں تشنگان علم کو زیور علم سے آراستہ کیا اس کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے؟

انہی کے مکتب عشق سے فیض یاب ہونے والی ہستی ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی تھی جنہوں نے تفسیر ضیاء القرآن سے لیکر سیرت ضیاء النبی ﷺ تک اور کئی کتابوں کے علاوہ سینکڑوں علماء کا اندرون ملک اور بیرون ملک جال بچھا دیا ان کے علاوہ مولانا شاہ احمد نورانی نے ورلڈ اسلامک مشن کے پلیٹ فارم سے مغرب میں تبلیغ اسلام کا گرانقدر فریضہ سرانجام دیا ہے۔ ان کے والد گرامی شاہ عبد العلیم صدیقی کو ان کی دینی خدمات کے اعتراف میں قائداعظم نے سفیر اسلام کا لقب عطا فرمایا تھا اور دور حاضر میں ڈاکٹر علامہ محمد طاہر القادری نے اپنی سو سے زیادہ علمی تصانیف اور عالمی سطح پر دینی تحریکی نیٹ ورک کو جس جدید اور احسن انداز میں پھیلایا ہے کیا یہ تجدیدی و احیائی دینی کاوشیں نہیں ہیں؟

''جہاں تک مسلمانوں کے احیاء'' کا مسئلہ ہے تو میں دور جدید میں نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے حوالے سے مایوس نہیں ہوں بلکہ پرامید ہونے کے ساتھ ساتھ

Marfat.com

اکیسویں صدی کو بعض ٹھوس حقائق کی بنا پر غلبہ امت مسلمہ کی صدی گردانتا ہوں اگر ماضی میں اسلامی تحریکوں کے قائدین جن میں مصر کے جمال الدین الجزائر کے عبدالقادر سوڈان کے محمد احمد لیبیا کے محمد علی سنوسی، صومالیہ کے محمد احمد عبداللہ حسن، کاکیشیا کے امام شامل اور ترکمانستان کے یعقوب بیگ جیسے لوگ شامل ہیں تو دور جدید میں بھی اسلامی دنیا ایسے زعماء سے خالی نہیں ہے۔ از خود مغرب کی کوکھ سے اسلامی تحریکیں جنم لے رہی ہیں صرف چنگاری سلگنے کی دیر ہے پھر ساری دنیا مشرق تا مغرب اسلام کی لپیٹ میں ہوگی اور یہ چمن دنیا ایک بار پھر نغمہ ہائے توحید و رسالت مآب ﷺ سے گونج اٹھے گا۔ بس مسلمانوں کو اپنے احیاء کے لئے صرف خود کو فکری اتفاق واتحاد اور عملی یگانگت کی لڑی میں پرونا ہوگا۔

Marfat.com

اٹھو کہ طوفانوں میں اپنی رہگذر پیدا کریں

آج صحافت کا مقصد صرف آگاہ کرنا اور تفریح (Entertaninment) مہیا کرنا ہی نہیں بلکہ مثبت افکار و نظریات کے تحفظ و فروغ کے ساتھ ساتھ زمینی و معروضی حقائق پیش کر کے اقوام عالم کو ظلم و جبر سے نجات دلا کر امن و آشتی عطا کرنا بھی شامل ہے جن لوگوں نے صحافت کو قدرت کی امانت سمجھ کر استعمال کیا ہے۔ انہوں نے ظلم کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا اور صحافت کے پلیٹ فارم سے انقلاب برپا کر دیئے کیونکہ اس میں تو دو رائے نہیں ہیں کہ قلم جس کی اللہ پاک نے قسم اٹھائی ہے اس نے دل و دماغ پر اپنی رہبری کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

Marfat.com

آج کا دور ذرائع ابلاغ کا دور ہے دنیا ''گلوبل ویلج'' (Globel Village) بن چکی ہے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا انسانی ذہن کی سلطنتوں پر حکمرانی کر رہا ہے۔ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ نے تسخیر اذہان کی جنگیں جیتنی شروع کر دی ہیں اب جنگیں سرحدی میدانوں میں کم اور نظریاتی میدانوں میں زیادہ لڑی جاتی ہیں کیونکہ ایک مضبوط اور جاندار صحافت کسی بھی معاشرے کی فکری و نظریاتی سرحدوں کے تعین کے ساتھ ان کی حفاظت بھی کرتی ہے بلکہ صدی ڈیڑھ سے تو صحافت نے دنیا میں ایسے ایسے معاشی و عمرانی اور سیاسی نظام متعارف کرائے ہیں جنہوں نے نظام ہائے عالم میں خاص انفرادی مقام حاصل کیا ہے۔

آج صحافت کا مقصد صرف آگاہ کرنا اور تفریح (Entertaninment) مہیا کرنا ہی نہیں بلکہ مثبت افکار و نظریات کے تحفظ و فروغ کے ساتھ ساتھ زمینی و معروضی حقائق پیش کر کے اقوام عالم کو ظلم و جبر سے نجات دلا کر امن و آشتی عطا کرنا بھی شامل ہے جن لوگوں نے صحافت کو قدرت کی امانت سمجھ کر استعمال کیا ہے انہوں نے ظلم کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا اور صحافت کے پلیٹ فارم سے انقلاب برپا کر دیئے کیونکہ اس میں تو دو رائے نہیں ہیں کہ قلم جس کی اللہ پاک نے قسم اٹھائی ہے اس نے دل و دماغ پر اپنی رہبری کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

مگر افسوس صد افسوس کہ ہم نے آزادی کے پچاس سال گزارنے کے باوجود جہاں دیگر شعبہ حیات میں قابل قدر ترقی کر کے اقوام و ملل عالم میں برتر و منفرد مقام حاصل کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کی وہاں ہم اعلیٰ صحافتی قدروں کو بھی فروغ نہیں دے سکے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ صحافت اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے ملک کے استحکام بقا اور

Marfat.com

سالمیت کے لئے وہ کردار ادا کرتی کہ پاکستان باقی اسلامی ممالک کے لئے نمونہ عمل پیش کرتا۔لیکن یہاں صحافت مقدس امانت کی بجائے تجارت بن چکی ہے۔

اخبارات میں معیاری بیانات (Statements) کی بجائے سیاستدانوں کے ''دینگا مشتی'' پر مبنی بھونڈے بیانات چھپتے ہیں ادارتی صفحات الا ماشاء اللہ سیاستدانوں کے مزاج اور اپنے معاشی حالات کے مطابق لکھے جاتے ہیں اسی پر بس نہیں بلکہ رنگین صفحات پر ''ماڈل گرلز'' کی نیم عریاں تصاویر چھاپ کر نظریہ پاکستان کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں اور صحافتی میدان میں بعض رسائل ایسے بھی ہیں کہ کوئی غیرتمند شخص انکا ''ٹائیٹل'' ایک نظر دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتا اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم جہاں دیگر شعبوں میں غیروں کی تقلید کرنے کے عادی بن چکے ہیں۔وہاں ہماری صحافت پر بھی یورپی و بھارتی ثقافتی صحافت کی چھاپ گہری سے گہری ہوتی جارہی ہے۔اسی کا نتیجہ ہے کہ ہماری نوجوان نسل ایمانی و جہادی جذبہ سے محروم ہوتی جارہی ہے اور مغرب و بھارت کی تہذیت و ثقافت کی دلدادہ بن کر اسلامی تاریخ و تہذیب کے ماتھے کا بدنما داغ بنتی جارہی ہے۔

اے تقدس مآب سیاستدانو !

اے ملت کا درد رکھنے والے صحافیو !

اے قوم وامت کی ہچکولے کھاتی کشتی کو ساحل مراد پر پہنچانے کے لئے تگو دو کرنے والے اہل علم!

اے شمع مصطفوی ﷺ کے پروانو!

Marfat.com

اے خالدؒ و طارقؒ اور غزنویؒ و ایوبیؒ کے پیرو کارو!

کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہم اسلام کے نظریہ ایمان و جہاد پر مر مٹنے کا عزم لے کر اٹھ کھڑے ہوں اور اس وقت تک اپنے لئے آرام اور سکون کی نیند حرام کر لیں جب تک ہماری علمی و فکری اور جہادی کاوشوں کے نتیجہ میں پھر سے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ نہیں ہو جاتی۔

کیا ہماری نوجوان نسل اور اہل علم کے سوچنے کے لئے بھارتی نژاد ''سونیا گاندھی'' کا یہ دلخراش بیان کافی نہیں کہ

''ہم نے اپنی ثقافتی یلغار کے نتیجہ میں دوقومی نظریہ کو پاش پاش کر دیا ہے اور اب پاکستان کو گرانے کے لئے صرف ایک دھکے کی ضرورت ہے''۔

اس بیان کو پڑھ لینے کے بعد اسلامی غیرت کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہم قومی سطح پر بھارتی تہذیب و ثقافت کے خلاف بھرپور تحریک کا آغاز کرتے لیکن اس کی مذمت میں سوائے چند بیانات اور مضامین کے کچھ بھی پیش رفت نہ ہو سکی۔

اس پر مستزاد یہ کہ ہماری نوجوان نسل مزید ''بھارتی تہذیبی و ثقافتی کلچر'' کے رنگ میں رنگتی چلی گئی اس میں آدھا قصور سیاستدانوں کا ہے کہ انہوں نے حکومتی سطح پر اس ثقافتی یلغار کی روک تھام کے لئے کوئی مثبت کوشش نہ کی اور آدھا قصور اہل صحافت کا ہے جنہوں نے عریانی و فحاشی کے اس سیلاب کے سامنے بند باندھنے کا انتظام و انصرام نہ کیا۔

قبل اس کے کہ ریاست کا یہ چوتھا ستون ''صحافت'' مکمل تباہی کے کنارے پر پہنچ جائے اہل قلم کو عالمی معاشی و عمرانی' معاشرتی و سماجی اور سیاسی حالات کے تناظر میں اس کی حفاظت کرتے ہوئے نظریہ اسلام و پاکستان کو اقوام عالم کے سامنے مثبت انداز میں اجاگر کرنا چاہئے۔ اور صحافت کو پیغمبرانہ پیشہ سمجھ کر اعلیٰ اسلامی' اخلاقی و

Marfat.com

روحانی، تہذیبی و ثقافتی اور فکری ونظریاتی قدروں کے فروغ کے لئے جہاد مسلسل کا آغاز کرنا چاہئے۔

ے آتجھ کو بتاؤں کہ تقدیر امم کیا ہے

شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

ان دگرگوں حالات کے باوجود میں مبارکباد پیش کرتا ہوں ان لکھاری حضرات کو جنہوں نے ہمیشہ مثبت انداز میں سوچا اور لکھا ہے جن کی نوک قلم نے استحصالی نظاموں کے مکروہ چہرے سے نقاب الٹ کر جبر وتشدد کی چکی میں پستے ہوئے لوگوں کی امن وسکون اور فلاح کے راستے کی طرف راہنمائی فرمائی میرے نزدیک آج عالمی اسلامی میڈیا (Inter national Islamic Media) کو بالعموم اور پاکستانی میڈیا کو بالخصوص ''برننگ ایشوز'' اور ''کرنٹ افیئرز'' کو (Discuss) کرنے کے ساتھ ساتھ جن عنوانات کو موضوع بنانے کی ضرورت ہے ان میں

1۔عالم اسلام پر مغربی سیاسی تسلط کا خاتمہ

2۔عالمی معیشت کی منڈیوں پر استعماری سامراج کے قبضہ کا خاتمہ

3۔اسلام کے خلاف مغربی و بھارتی تہذیب وثقافت اور کلچرل کی روک تھام۔

4۔مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنا

5۔حقیقی اسلامی معاشرہ کی تشکیل

6۔منظم و فعال اور جفاکش و چست کارکنوں پر مشتمل ٹیم کی تیاری سب سے بڑھ کر ایسی اجتماعی مخلص قیادت (Leadership) جو ''بکاؤ مال'' اور مصلحت کیش نہ ہو بلکہ باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی عادی ہو۔

اسلامی قیادتوں، سیاسی راہنماؤں دینی فکرو دانش کی کشتی کے ناخداؤں اور

Marfat.com

میدان جہاد کے ریگزاروں وصحراؤں میں مصطفوی ﷺ علم بلند رکھنے والے مجاہدوں سے محبت کرنے والے نوجوانوں کے نام یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ جمود وتعطل قوموں کی زندگی کے لئے موت ہوا کرتی ہیں اور صرف تحریک وانقلاب ہی قوموں کی حیات ہوا کرتی ہیں۔

سکوت مرگ سے ہے بدتر یہ لہروں کا خرام
اٹھ کہ طوفانوں میں اپنی رہگذر پیدا کریں
قوت خیبر شکن ،عزم عمرؓ پیدا کریں
چیر کر سنگین دیواروں کو در پیدا کریں

Marfat.com

ایک عظیم الشان علمی وفکری سیمینار

ضرورت ہے ایک ایسے آفتاب نبوت کی ایک تو جس کے لئے مقام طور کی قیدیں نہ ہوں اور دوسرا اس کی نبوت زمان ومکان کی حدوں سے ماوراء ہو مذہب جواب دیتا ہے کہ وہ ہستی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے جو امام الانبیاء اور خاتم المرسلین ہیں۔ اس آفتاب نبوت ورسالت کی ضیا پاشیوں کے سامنے کسی جھوٹے چراغ کی کوئی حیثیت نہیں۔

Marfat.com

ہمارے ہاں علمی مجالس کے انعقاد کی روایت معدوم ہوتی جارہی ہے انفارمیشن ٹیکنالوجی کی ترقی کیساتھ ساتھ مجادلہ و مناظرہ کا ماحول بھی ختم ہوتا جارہا ہے۔ اہل علم اٹھتے جارہے ہیں اور علم سکڑتا جارہا ہے۔ لہٰذا آج کے معروضی حالات کے تناظر میں کسی صاحب علم و دانش کی صحبت غنیمت سے کم نہیں۔ گذشتہ دنوں مجھے صاحبان فکر و دانش کے ایک عظیم اجتماع میں نہ صرف شرکت بلکہ خطاب کرنے کا بھی موقع ملا۔

جماعت جنداللہ اسلام آباد نے مفسر قرآن عظیم سیرت نگار ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے سالانہ عرس مبارک کے حوالے سے ان کی یاد میں اسلام آباد کے ''ہالیڈے ان'' ہوٹل میں ایک عظیم الشان سیمینار کا انعقاد کیا اس سیمینار کا منفرد پہلو یہ تھا کہ اس میں پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی بجائے ان کی فکر، مشن اور تعلیمات کو موضوع سخن بنایا گیا۔ شخصیت پرستی کے اس دور میں ذاتیات کے خول سے نکل کر کسی شخصیت کی فکر اور مشن کو گفتگو کا موضوع بنانا جرأت مندانہ، مستحسن اور قابل تقلید اقدام ہے۔ جماعت جنداللہ نے سیمینار کا موضع ''عقیدۂ ختم نبوت'' رکھا تھا۔ اس عقیدہ کے مختلف گوشوں پر گفتگو اور مقالہ جات کیلئے ملک کے اطراف و اکناف سے اہل فکر و دانش کو دعوت خطاب دی گئی۔ جن میں جگر گوشۂ ضیاء الامت مفکر اسلام حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب، مؤتمر عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل راجہ محمد ظفر الحق ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، نوائے وقت کراچی کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر جناب سجاد میر، مولانا مفتی محمد اقبال، ڈاکٹر ظفر اللہ بیگ، نوائے وقت اسلام آباد کے جناب گل محمد فیضی، علامہ رضاء الدین صدیقی اور راقم الحروف شامل تھے۔ تمام اسکالرز نے بڑے جامع خطابات کیئے اور وقیع مقالے پڑھے سیمینار کے مہمان خصوصی جناب راجہ ظفر الحق نے اپنے خطاب

Marfat.com

میں کہا کہ ''پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کیلئے گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ قانون توہین رسالت میں ترمیم کیلئے لاہور میں ایک اجلاس ہوا تو پیر صاحب فرمانے لگے اگر اس قانون کو ختم کرنے یا تبدیل کرنے کی کوشش کی گئی تو غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غازی علم الدین شہیدؒ کا راستہ اختیار کریں گے۔ سیمینار کے اختتام پر ضیاء الامتؒ کے لخت جگر مجاہد تحریک ختم نبوت حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب نے صدارتی خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا'' آج ہم نے حضور ضیاء الامتؒ کے تیسرے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر اس سیمینار کا موضوع ''ختم نبوت'' اس لئے رکھا ہے تا کہ ہم ان ماؤں کو خراج عقیدت پیش کرسکیں جنہوں نے اپنے جوان بیٹے تحفظ عقیدہ ختم نبوت کی نذر کر دیئے اور ان سہاگنوں کو بھی خراج تحسین پیش کرسکیں جنہوں نے اپنے سرتاج ناموس رسالت کے تحفظ کیلئے شہید کروا دیئے۔ اور ساتھ حضور ضیاء الامتؒ کی روح مبارکہ کو بھی جنہوں نے شرق تا غرب علمی وعملی محاذ پر عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت، ترجمانی اور تحفظ کا فریضہ سرانجام دیا۔ اس طرح اس سیمینار میں اہل فکر و دانش نے اپنی فکر تازہ سے سامعین کے قلوب واذہان کو علم کی لذتوں سے بہرور کیا۔

راقم الحروف نے عقیدۂ ختم نبوت کے ''عقلی وفلسفیانہ دلائل'' کے موضوع پر خطاب کیا جو نصف گھنٹہ سے زائد وقت پر محیط تھا۔ میں نے جو کچھ عرض کیا اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ میں نے عرض کیا'' اسلام عقیدہ کی عقلی تعبیر وتشریح کو نہ صرف جائز سمجھتا ہے بلکہ ادیان عالم میں سے یہ اعزاز صرف اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے دماغوں کے بت خانوں میں سجے ہوئے توہمات کے بت پاش پاش کر کے ذہنوں کو سوچنے اور سمجھنے کے قابل بنایا آج ہم نے دلائل کیساتھ عقیدہ ختم نبوت کی ایسی عقلی اساس دریافت کرنا ہے۔ جو صحت وواقعیت کے اعتبار سے عقل وخرد کے قریب تر ہو اور فلسفہ کی ''Difinition'' ہی یہ

Marfat.com

ہے کہ فلسفہ حقیقت کی عقلی اساس دریافت کرنے کا نام ہے۔ مختلف تہذیبوں میں فلسفیانہ غوروفکر کا محرک الگ الگ رہا ہے۔ یونانی فلاسفہ نے جس ذہنی بوجھ کو دور کرنے کیلئے فلسفیانہ غوروفکر کی روایت ڈالی وہ محسوس (Imprical) اور معقول (Rational) کے درمیان تعلق (Coordination) کے مسئلے سے پیدا ہوا۔ مسیحی مفکرین نے عقیدۂ تثلیث کی عقلی اساس دریافت کرنے کیلئے فلسفیانہ غوروفکر کو ضروری سمجھا گیا مجوسی فلاسفہ نے خیر مطلق اور شر مطلق کے درمیان ہم آہنگی کیونکر پیدا کی جاسکتی ہے۔ اس پر غور کیلئے فلسفیانہ تفکر کی بنیاد ڈالی جبکہ اسلامی تاریخ میں عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر خلافت راشدہ کے دور تک فلسفیانہ غوروفکر کی زیادہ ضرورت نہ پڑھی تاہم بعد میں معتزلہ نے قرآنی حقائق کو عقلیتی فکر کے پیمانے سے ناپنا شروع کردیا اس مقام پر آکر عقل نے خود کو مذہب کے بارے میں فتوی صادر کرنے کا مجاز تصور کرلیا۔ ان تمام تہذیبوں میں فلسفیانہ تفکر کا مقصود ومحور حقیقت کبری کی تلاش رہی یہاں حقیقت کبری سے میری مراد وجود باری تعالی ہے دور قدیم کے یونانی فلاسفہ میں سے افلاطون اور ارسطو جبکہ دور جدید کے یونانی فلاسفہ میں سے ڈیکارٹ اور اسپوزا نے کہا کہ معقول حقیقت ہے یعنی حقیقت تک رسائی کا ذریعہ عقل ہے برکلے نے ان کے برعکس کہا کہ محسوس حقیقت ہے۔ ہیگل نے ان دونوں نقطہ ہائے نظر کا رد کرتے ہوئے ایک ماہ بعد الطبیعاتی نظریہ (Meta Phisical theory) پیش کیا۔ میرے نزدیک عقل وخرد کے ان تاجوروں کے حقیقت تک رسائی حاصل نہ کرسکنے اور فلسفہ کی وادیوں میں بھٹکتے رہنے کا بنیادی سبب یہ تھا کہ ان کی عقل وخرد کے سوتے ایمان کی دہلیز سے نہیں پھوٹ رہے تھے ان یونانی فلاسفہ کے برعکس مسلم فلاسفہ میں سے امام غزالیؒ اور علامہ اقبالؒ وجدان کو حقیقت تک رسائی کا ذریعہ سمجھتے ہیں وجدان کی تشریح کرتے ہوئے امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ وجدان اپنی نوع کے اعتبار سے عقل سے مختلف نہیں بلکہ عقل کی ہی

Marfat.com

ترقی یافتہ شکل کو وجدان کہتے ہیں۔امام غزالیؒ نے مزید کہا کہ عقل اپنے کمال پر پہنچ کر وجدان بن جاتی ہے۔مگر علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ محض عقل و وجدان حقیقت کے رخ زیبا سے نقاب نہیں پلٹ سکتے فرماتے ہیں۔

گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں

لہٰذا عقل و وجدان تو اس واسطہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے جو حقیقت کی طرف لیکر جاتی ہے اور وہ واسطہ نبوت کا واسطہ ہے مگر فقط نبوت حقیقت کبریٰ تک کامل رسائی کا ذریعہ نہیں میرے نزدیک اس کی دو وجوہات ہیں ایک تو یہ کہ فقط نبوت زمانی و مکانی ہوتی ہے اور دوسرا یہ کہ فقط نبی و رسول خود ''رب ارنی ارنی'' کی رٹ لگاتا ہے جواباً حقیقت کبریٰ کے صفاتی جلوے کو بھی برداشت نہیں کرسکتا۔لہٰذا فلسفہ کہتا ہے۔ضرورت ہے ایک ایسے آفتاب نبوت کی ایک تو جس کے لئے مقام طور کی قیدیں نہ ہوں اور دوسرا اس کی نبوت زمان و مکان کی حدوں سے ماوراء ہو مذہب جواب دیتا ہے کہ وہ ہستی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے جو امام الانبیاء اور خاتم المرسلین ہیں۔اس آفتاب نبوت و رسالت کی ضیا پاشیوں کے سامنے کسی چھوٹے چراغ کی کوئی حیثیت نہیں۔

Marfat.com

فضائل مدینہ

تصنیف: الدکتور ابو ابراہیم ملا خاطر

مترجم: ابو العرفان محمد انور مگھالوی

یہ کتاب دیکھنے اور کہنے کے لحاظ سے تو ایک کتاب ہے لیکن حقیقت میں مؤلف کی طرف سے اہل محبت و ذوق کے لئے گلدستہ عقیدت ہے جس کے مطالعہ سے نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس اور آپ کے شہر مقدس مدینہ طیبہ کے در و دیوار، شجر و حجر سے محبت و عقیدت پیدا ہو جاتی ہے۔ مدینہ طیبہ کی زیارت عشاق مصطفیٰ ﷺ کی آرزو اور تمنا ہے جو ہر وقت شعلہ جوالہ کی طرح ان کے سینوں میں بھڑکتی رہتی ہے۔ اسی لئے تو امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، میرے نزدیک سفر مدینہ دو سو مرتبہ طواف سے بہتر اور پسندیدہ ہے (معرفۃ الرجال) اس تالیف لطیف کے مطالعہ سے قاری کو یوں محسوس ہو گا کہ وہ ان معنبر و معطر فضاؤں اور گلیوں میں گھوم پھر رہا ہے اور ہر چیز کا مشاہدہ کر رہا ہے۔

فاضل مترجم نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے بھی قاری کے ذوق لطیف کا بھرپور خیال رکھا ہے۔ ترجمہ اتنا سلیس اور احسن انداز میں کیا گیا ہے کہ قاری کو محسوس نہ ہو کہ وہ اصل کتاب پڑھ رہا ہے یا ترجمہ۔ اہل ذوق اور عاشقان مدینہ کے لئے اس کتاب کا مطالعہ انتہائی مفید ثابت ہو گا۔ اس کتاب میں کل چار ابواب ہیں۔

(۱) حرمت مدینہ اور برکات مدینہ کا تذکار جمیل

(۲) مدینہ طیبہ کے باسیوں اور مدینہ سے تعلق رکھنے والی اشیاء کا بیان

(۳) مدینہ طیبہ کی مساجد وغیرہ کا تذکرہ

(۴) مدینہ کی پاکیزہ مٹی اور شجر و حجر کا ذکر

صفحات 820 — ہدیہ 360 روپے

Marfat.com

معجزات سید المرسلین

ترجمہ حجۃ اللہ علی العالمین (دو جلد)

مولف: حضرت علامہ امام ابو یوسف بن اسمٰعیل النبہانی ؒ

مترجم: حضرت علامہ ذوالفقار علی فاضل بھیرہ شریف

حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ تمام مخلوق سے افضل اور معزز ہے۔ خود اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں ان گنت مقامات پر آپ ﷺ کی تعریف و توصیف فرمائی ہے۔ تمام انبیاء اور مرسلین علیہم السلام آپ ﷺ کی خوبیاں اور اوصاف بیان کرتے رہے اور اپنی امتوں کو آپ ﷺ کا تعارف کراتے رہے۔ اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کو وہ تمام اوصاف عطا فرمائے جو دیگر انبیاء علیہم السلام کو علیحدہ علیحدہ عطا فرمائے تھے۔ آپ ﷺ کے بے شمار معجزات ہیں آپ ﷺ کی زندگی کا ہر ہر گوشہ، آپ ﷺ کے خصائص و کمالات، فضائل و برکات، صورت اور سیرت بلکہ ہر ہر عضو مبارک کی خصوصیات کتب میں محفوظ ہیں۔ علمائے اسلام نے سنت الٰہی ادا کرتے ہوئے اپنی تصانیف میں حضور ﷺ کے معجزات، فضائل اور خصائص جمع کئے۔ خصائص کی کتب میں سے "حجۃ اللہ علی العالمین" کو ایک اہم مقام حاصل ہے بلکہ اگر اسے ان کتب میں سے سب سے عظیم کہا جائے تو پھر بھی کوئی مبالغہ نہیں اس کے مؤلف حضرت امام یوسف بن اسمٰعیل النبہانی رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں۔ "تمہیں اور کوئی ایسی کتاب دستیاب نہ ہوسکے گی جس میں حضور ﷺ کے معجزات، فضائل اور شمائل اتنی کثیر تعداد میں جمع ہوں۔" حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کے نور مبارک کی تخلیق سے لے کر آپ ﷺ کے وصال مبارک تک کے معجزات رقم فرمائے ہیں بلکہ ان معجزات کو بھی لکھا ہے جو حضور ﷺ کے وصال کے بعد رونما ہوئے۔

صفحات 1384 — ہدیہ 500 روپے دو جلد

Marfat.com

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی

یادگار تصانیف

تفسیر ضیاء القرآن (۵ جلد)

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ
اہل دل کے لیے ایک نایاب تحفہ

ترجمہ القرآن جمال القرآن

قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت ترجمہ جس کے ہر
لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے

سیرت النبی ﷺ پر کتاب

ضیاء النبی (۷ جلد)

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے
معمور تصنیف

سنت خیر الانام

فتنہ انکار سنت پر تحقیقی اور بنیادی کتاب

مقالات (۲ جلد)

مختلف علمی، روحانی اور ثقافتی موضوعات پر جامع مقالات کا مجموعہ

قصیدہ اطیب النغم

خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پرسوز
اور دلآویز شرح

مجموعہ وظائف مع دلائل الخیرات شریف

مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ اور دیگر سلاسل
کے معمولات اور اوراد و وظائف کا مجموعہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

فون:
گنج بخش روڈ لاہور 7221953-7220479
فیکس 7238010
۹۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 7225085-7247350
۱۴۔ انفال سنٹر اردو بازار کراچی 2210212-2212011
2630411

Marfat.com

2.3.8
2002

Marfat.com

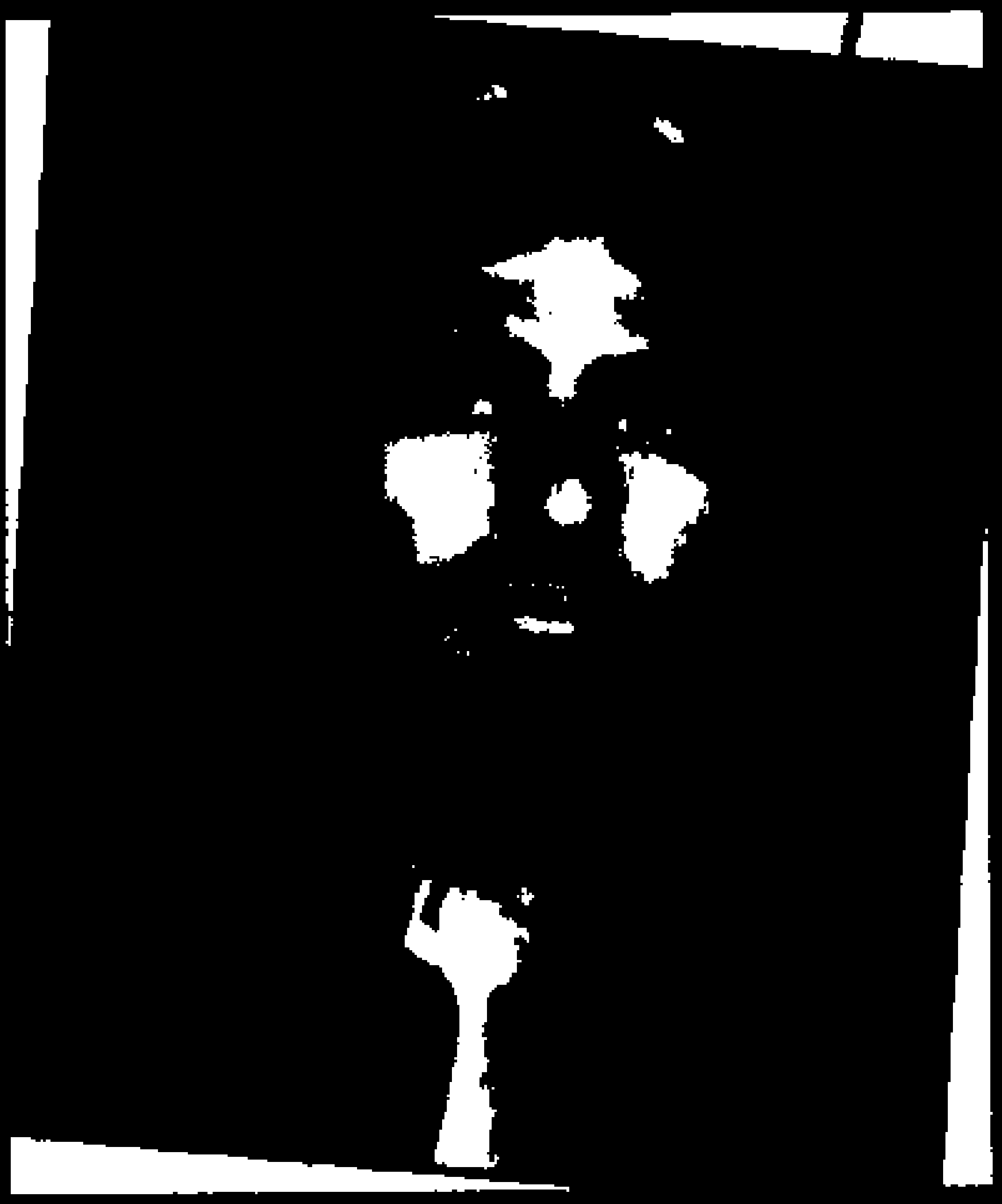

شہباز احمد چشتی

کتاب کے مصنف **جناب شہباز احمد چشتی** کو ایک راست فکر اور عشق رسول ﷺ سے سرشار مرد قلندر قرار دے سکتا ہوں کیونکہ ان کی تحریروں سے ان کی شخصیت کا جو ہیولہ ابھرتا ہے وہ اسی قسم کا ہے

ارشاد احمد عارف
ڈپٹی ایڈیٹر روزنامہ نوائے وقت لاہور

شہباز احمد چشتی نے جتنا بھی لکھا خوب لکھا، ملکی وسائل اور بین الاقوامی صورتحال پر ان کی نظر ہے اور مثبت انداز میں لکھتے ہوئے وہ اپنی جگہ بنا رہے ہیں۔

طارق اسماعیل ساگر
میگزین ایڈیٹر روزنامہ جنگ لاہور

شہباز احمد چشتی کی تحریر اسلام اور پاکستان کے اردگرد ہی گھومتی ہے اور یہی چیز کسی بھی قلمکار کے علمی و فکری کام کو نہ صرف پرانا نہیں ہونے دیتی بلکہ اس کی فکری اٹھان کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔

خورشید احمد ندیم
کالم نگار روزنامہ جنگ اسلام آباد

Marfat.com